



ہم صحابہ

ہمارا مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ امام حسینؑ ان صحابہ کے حال اسکے بخوبی واقف تھے جس کی وجہ سے کسی طرح بھی آپؑ ان پر صحابہ پر جو مدنیہ منورہ میں موجود تھے اور جن کے کفر و نفاق کو خداوند عالم نہایت وضاحت سے سیکڑوں قرآنی آیتوں میں ظاہر کر دیا تھا اور پیغمبر خدا نے بھی اپنی بے شمار حدیثوں سے ان کے ارتداد، اصدات اور کفر و نفاق کی وضاحت کر دی تھی اعتماد نہیں کر سکتے تھے، ان صحابہ نے اہل بیت طاہرین کے ساتھ جو سلوک کیا وہ امام مظلوم دیکھ چکے تھے خلافت ثلاثہ کے ساتھ جو برتاؤ رہا وہ بھی آپ کے پیش نظر تھا کہ خود ہی تو ان لوگوں نے انھیں خلیفہ بنایا تاکہ اہل بیت رسول محروم رہیں اور خود ہی ان کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ وہ مرتے دم تک االاں ہے۔ اب آئیے ان صحابہ کو دیکھیں جو امام مظلوم کی روانگی کو فہ کے وقت موجود تھے کہ انھوں نے کس کس طرح ان آیات و احادیث کی تصدیق کی جس کے بعد پھر اس میں کوئی شبہ ہی نہیں باقی رہتا کہ اگر امام مظلوم ان صحابہ پر اعتماد کرتے تو اس سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہوتے اور وہ مطلب حاصل ہوتا جس کیلئے حضرت نے شہادت قبول کی۔

مگر قبل اسکے کہ ہم صحابہ کے حالات بیان کریں اجمالی تعداد ان کی معلوم کر لینا چاہیے جس سے خود بخود واضح ہو جائے گا کہ وہ نصرت امام مظلوم سے پہلو ہتی کر کے کس عذاب میں مبتلا ہوئے۔ علامہ ابوالفدا لکھتے ہیں :-

مسلم بن عقبہ پہ سالار لشکر یزید نے عام حکم دیدیا کہ تین روز تک مدینہ نبی غارت کیا جائے جسکی وجہ سے قتل عام ہوتا رہتا اور جو کچھ مال ملتا لوٹ لیتے اور عورتوں کے ساتھ فحش و فجور کرتے۔ زہری سے روایت ہے کہ واقعہ حرمہ میں سات سو معوزین قریش و انصار قتل ہوئے اور دس ہزار بزرگان موالی وغیرہ سے۔ یہ واقعہ ۶۲ھ رذی الحجہ ۶۲ھ کا ہے اسکے بعد مسلم نے سب سے بیعت کی بایں مظلوم کہ سب یزید بن معاویہ کے غلام اور بندے ہیں۔

(تاریخ ابوالفدا جلد اول ص ۱۹۲)

اس عبارت کے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب ۶۲ھ میں اتنے صحابہ ہاجرین و انصار سے موجود تھے تو قتل کر بلا کے وقت جو ۶۱ھ کا واقعہ ہے کتنے صحابہ موجود رہے ہوں گے کیونکہ دو برس میں نہ معلوم کتنے مرے ہونگے تو کیا یہ صحابہ کسی طرح بھی مومن کہے جاسکتے ہیں جن کی موجودگی میں فرزند رسول اس بیکیسی و غربت سے شہید کیا گیا اور نہ کسی کو اس وقت ہوش آیا نہ بعد میں جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ امام مظلوم کامل ۵ مہینے مکہ میں مقیم رہے اور سب پر اتمام حجت کرتے رہے کہ یہ خلافت ناجائز ہے اور رب کے سامنے آپ نے مکہ معظمہ سے عراق کا قصد کیا تاکہ کسی پر حق مشتبہ نہ رہ جائے کبھی جان لیں کہ اس ناجائز خلافت کو توڑنے میں کوشش کوناج سے زیادہ ضروری ہے۔

اگرچہ امام مظلوم نے عین بروز ترویہ جس روز کہ حج شروع ہوتا ہے اس وجہ سے سفر عراق کیا کہ آپ کی معلوم ہو گیا تھا کہ یزید آپ کو عین خانہ کعبہ میں شہید کرنا چاہتا ہے جس سے حرمت خانہ کعبہ ضائع ہوگی مگر بنی یا امام کا ہر فصل

ہزاروں مصلحت پر مبنی ہوتا ہے لہذا یہ مصلحت بھی تھی کہ تمام مسلمانوں کو جو حج کے لئے آئے ہوئے ہیں معلوم ہو جائے کہ اسلام کی حمایت اور ظلم ظالم کا دفع کرنا بزرگترین واجب ہے۔

مگر کہاں تھا کوئی مسلمان کہاں تھا کوئی مومن؟ حج کے لئے آنے والوں میں ہزاروں صحابہ تھے مگر کسی کو اسکی توفیق نہ ہوئی کہ دین کی نصرت کرے اور حمایت دین میں سینہ سپر ہو۔

تاریخ کامل میں امام مظلوم کا وہ خطبہ ملاحظہ فرمائیے جو اپنے مقام بیضہ پر حرہ اور ان کے ساتھیوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے:-

”اے لوگو! پیغمبر نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال سمجھنے والا۔ عہد و بیان اکتی کو توڑنے والا سنت خدا کا مخالفت اور بندگان خدا سے ظلم و جور کا برتاؤ کرے تو وہ ہوا اور اُسے دیکھنے کے بعد نہ قول سے اسکی مخالفت کرے نہ فعل سے تو خداوند عالم پر فرض ہو گا کہ جو اس بادشاہ کا ٹھکانا ہو (یعنی جہنم) وہی اس کا بھی ٹھکانا قرار دے۔ دیکھو یہ لوگ (یعنی بنی امیہ) انھوں نے شیطان کی اطاعت اپنے لئے لازم کر لی ہے اور خدا کی اطاعت سے منحرف ہو چکے ہیں انھوں نے نسا و پھیلا یا صد و اکتی معطل کر دیے خراج سلطنت کو اپنا خاص مال قرار دے لیا حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا ہے اور میں ان کے خلاف آواز بلند کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ مجھے پیغمبر سے قرابت کا شرف حاصل ہے۔ میرے پاس ٹھکانے خطوہا ہو چکے اور ٹھکانے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ تم نے میری بیعت کی ہے اور یہ کہ تم مجھے تنہا نہ چھوڑو گے اور نہ ترک نصرت کو دو گے۔ پس اگر تم نے جو میری بیعت کی ہے اس میں وفاداری سے کام لیا تو فائدہ میں رہو گے۔ میں حسین ہوں علی کا فرزند فاطمہ بنت پیغمبر کا لال۔ میری جان تمھاری جان کے ساتھ ہے میرے اہل و عیال تمھارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں اور تمھیں ہر حال میں میرا شریک رہنا ہو گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور سابق میں جو عہد و بیان تم نے کیے ہیں انھیں توڑ ڈالا اور میری بیعت سے پھر گئے تو یہ تم سے کچھ بعید بھی نہیں۔ یہی سلاک تم میرے باپ میرے بھائی اور میرے چچ کے بیٹے مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو۔ دھوکا کھانے والا وہی ہے جو تمھارے دھوکے میں آ جائے۔ تم نے اپنے فائدہ پر بات ار وی اپنے نصیب کو ضائع کر دیا اور جس نے عہد و بیان کو شکستہ کیا اُس نے اپنے ہمارے نقصان پہنچایا اور عنقریب خدا تم سے بے نیاز کر دے گا۔ تم پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو“

اس خطبہ کو سن کر حمر نے کہا:-

ہم آپ کو آپ کے نفس کے بائے میں خدا کو یاد دلاتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو ضرور قتل کیے جائیں گے۔

امام مظلوم نے فرمایا:-

”کیا تم مجھے موسیٰ سے ڈراتے ہو اور کیا تم لوگ ہمیں قتل کر کے ہلاکت سے بچ رہو گے ہم نہیں جانتے

تمہارا کیا جواب دیں۔ ہم وہی کہتے ہیں جو اس صحابی نے جسے اس کے ابن عم نے نصرت رسول کو جانیسے روکا تھا۔
کہ ہمیں ڈر ہے کہیں تم مارے نہ جاؤ کہا تھا

میں جلدی ہی جاؤں گا موت جوں مرد کے لیے کوئی غار نہیں جب وہ بھلائی کی نیت کرے اور حالت
اسلام میں ہوا کرے اور صاحبین سے مواسات کرے اپنے نفس کے ساتھ اور امر قبیح و زشت کو ترک کرے۔
اگر میں زندہ رہا تو کبھی نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو پھر کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔ اور تیری نیت
کے لیے یہی کافی ہے کہ زندہ رہے اور ناک تیری رگڑی جائے۔

طرہ تو یہ ہے کہ سات سو معززین مہاجرین و انصار اور دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ جو واقعہ حرا میں لائے
گئے وہ بھی یرنید کی بیعت توڑنے ہی کی وجہ سے مارے گئے تھے مگر ان کا بیعت یرنید کو توڑنا نہ حمایت دین کے جذبہ کے
تحت تھا نہ نصرت اسلام کی غرض سے بلکہ صرف اپنے ذاتی اغراض سے اُنھوں نے اسکی بیعت توڑی تھی جسکی وجہ سے وہ
آیہ قرآنی فما بکمل علیہم السماء والارض کے مصداق ٹھہرے کہ نہ اُن پر آسمان رو یا نہ زمین ردنی اگر
یہی صحابہ بہر اہی امام مظلوم جہاد کرتے تو ہر طرح سے فائدہ میں رہتے اگر شہادت پاتے تو صحابہ پر یہ الزام نہ آتا کہ
اُنھوں نے اپنے بنی کے فرزند کی حمایت نہ کی اسلام کی حمایت نہ کی بلکہ اگر مظلوم و منصور ہوتے تو ہر طرح اسلام کی فتح تھی
مگر خداوند عالم نے جو ان صحابہ کی خدمت میں فرمایا تھا۔

یا ایہا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انصرفوا فی سبیل اللہ انما قلتم فی الارض
ارضتم بالحیوة الدنیا من الآخرة فما متلغ الحیوة الدنیا الا قلیل الا تنفروا یعذبکم
عذاباً الیماً ولستبدل قومًا غیرکم ولا تضروہ شیئاً واللہ علی کل شیء قذیر۔
(سورہ توبہ پ ۱ رکوع ۱۱)

اے وہ لوگ جو ایمان لائے کیا ہو گیا ہے تم کو کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لیے نکلو تو زمین پر بوجھل ہو کر
گرے جاتے ہو کیا بمقابلہ نعمات آخرت تم دنیا کی زندگی پر رضی ہو گئے ہو حالانکہ بہ نسبت منافع آخرت منافع دنیا
تو بہت کم ہے اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو تم پر دردناک عذاب ہو گا اور خدا تمھارے بدلے دوسری قوم لائے گا اور
تم خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

اس آیہ مبارکہ نے بتا دیا کہ خود غمدریں میں صحابہ کی کیا حالت تھی کہ جب اُن سے پیغمبر فرماتے تھے جہاد کے لیے
نکلو تو وہ زمین پر بوجھل ہو کر گر پڑتے تھے پھر بھلا یہ لگ فرزند رسول کی کیا مدد کرتے۔

یہی سبب تھا کہ امام مظلوم پانچ مہینہ تک حرم خانہ خدایں اس خلافت باطلہ سے اپنی مخالفت کا اعلان فرماتے
رہے مگر ان ایماندار صحابہ میں ایک متنفذ بھی ایسا نہیں نکلا جو نصرت دین الہی کے لیے نکلتا اور کسی کو اسکی غیرت نہ آئی
کہ فرزند رسول ناحق قتل ہو گا اسکی حمایت کرنی چاہیے۔
پھر خداوند عالم سورہ احزاب میں فرماتا ہے۔

ولو دخلت عليهم من اقطارها ثم سئلوا الفتنة لآقوها وما ثلبثوا بها الا
يسيرا ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الا ذبارا وكان عهدهم الله مستوكلا
قل ان ينفعكم الفرار ان فررتن من الموت او القتل اذا لامتمعون الا قليلا
اگر فوجیں ان پر اطراف مدینے سے چڑھ دوڑیں پھر ان سے خانہ جنگی چاہی جائے تو فوراً الپک پڑیں گے اور
اسکے بعد بہت ہی کم توقف کریں گے حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کر چکے ہیں کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور خدا سے جو عہد کیا ہے
اس کا ضرور سوال ہو گا۔ اب محمد ان سے کہہ دو کہ اگر تم مرنے مارنے سے فرار کرتے ہو تو اس سے کچھ فائدہ
نہ ہو گا اور فائدہ اٹھاؤ گے بھی تو بہت کم۔

ان آیات پر غور کیجئے اور اس کے بعد صحابہ کے حالات کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ صحابہ کیسے مومن
تھے کیونکہ جب خود رسول اللہ یا فرزند رسول ان کو بھاد کے لئے بلاتا تو اثاقلتم الی الارض کا مصداق بن جاتے کہ
فسی طرح اٹھتے ہی نہیں بوجھل ہو کر زمین پر گرے پڑتے اور جب فتنہ و فساد اور باہمی
خانہ جنگی ہوتی تو بمصداق ارشاد الہی کا تو تھا ولا ثلبثوا الا سیرا دوڑے چلے جاتے
اور ذرا بھی توقف نہیں کرتے کیونکہ فرزند رسول کی نصرت کے لئے تو ایک صحابی نہ نکلا اور وہی بعد برس بعد خود بڑی کی
مخالفت میں اس طرح نکلے کہ سات سو اکابر مہاجرین و انصار ملے گئے اور دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ جو مہاجر
و انصار نہ تھے وہ مقتول ہوئے کیا اس پر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلمان تھے یا مومن حاشا و کلا یہ تو یحذنبہم
عذاباً الیمّا کے مصداق تھے جن پر خدا نے اپنا دردناک عذاب نازل کیا اور سب واقعہ حرا میں مارے گئے۔ خود رسول خدا
اسکی خبر بچے چکے تھے۔

و اُمرت لو ان من سُرزند و لبند ترا خواہند کشت عوض آن ہفتاد ہزار کس خواہم کشت۔ دوسرے انجیل
خداوند عالم نے پیغمبر کو بذریعہ وحی مطلع کیا کہ تمھاری امت تمھارے اس پیارے فرزند کو قتل کر ڈالے گی اور میں
تمھارے فرزند کے عوض ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا۔

ان ستر ہزار میں سے دس ہزار سات سو کا پتہ تو مل گیا جو صرف صحابی تھے اور خون ناحق امام حسین کے بدلے میں مارے گئے
دکھاب الاماتہ والیاستہ میں ہے۔

ذکر و انتھ قتل یوم الحرة من اصحاب النبی ثمانون رجلاً و لم یبق بدری
بعد ذلک الیوم

یعنی واقعہ حرہ میں انسی صحابی ایسے مارے گئے جو غزوہ بدر میں پیغمبر کے ساتھ شریک رہ چکے تھے ان کے
بعد پھر کوئی بدری نہ رہا۔

یہ اصحاب بدر وہ ہیں جن کی تعریف میں اہلسنت مدح و تائش کے پل بانڈھے یہ حدیث ان کے بارے میں شد
مد سے بیان کی جاتی ہے کہ خداوند عالم نے اہل بدر پر نظر کر کے فرمایا اعملوا ما شئتم اب جو چاہو کر خدا نے تم کو ہمیشہ

کے لیے بخش دیا مگر حقیقت سب کی ہی تھی کہ ارضیہ بالحوۃ الدنیا کہ کیا تم زندگانی دنیا پر اسی ہو گئے؟
ایک معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ بدری صحابہ، یہ مہاجرین و انصار امام مظلوم کے ساتھ معرکہ کربلا
میں شریک نہ ہتے تو اولاً جنگ ہی نہ ہوتی کیونکہ تمام مسلمان کے ذہن میں صحابہ کی عظمت راسخ تھی اگر وہ لوگ حضرت
کے ساتھ ہوتے تو پھر کسی کو آپ کے جنگ کی جرأت نہ ہوتی اور اگر جنگ ہوتی بھی تو حضرت مظفر و منصور ہوتے کیونکہ ۷۰
رفقاء آپ کے ساتھ تھے ۸۰ بدری صحابہ ہوتے ۹۰ معززین مہاجر و انصار دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ جن کے شمول
سے فتح یقینی تھی اگر اس پر بھی فتح نہ ہوتی تو کم سے کم ان مصائب کا تو یقیناً سامنا نہ ہوتا جن کا اعوان و انصار کی
کی کمی کے سبب کربلا ہوا۔

دیکھیے امام مظلوم نے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی تھی کہ ان لوگوں نے خدا کی اطاعت کے مقابلہ میں شیطان
کی اطاعت قبول کی حدود خدا کو معطل کیا مال غنیمت کو اپنا مال قرار دیا حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا
اسکی کیسی تصدیق ہوئی کہ خود مدینہ رسول میں صحابہ و تابعین سے جو بیعت یزید لی گئی تو اس طرح کہ:-
”وہ سب یزید کے غلام اور بندے ہیں انھیں بیچ دے یا جو چاہے کرے۔“

یہ ہے نتیجہ ترک نصرت امام حسینؑ کا بروایت ابن قتیبہ سترہ سو صحابی مہاجرین و انصار سے اور دس ہزار صحابہ
غیر مہاجرین و انصار سے اس واقعہ میں مارے گئے اور چونکہ وہ اس ذلیل زندگی میں رہے کہ یزید کے غلام بنے۔
یہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جس کو حضرت سید الشہداء نے عین معرکہ کربلا میں سنسرایا تھا۔

لا والله ولا اعطیہم بیدای عطاء الذلیل ولا اقرا قمر امر الحیید۔
قسم بخدا ہم ذلیل ہو کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینگے۔ نہ غلاموں جسا قرار کریں گے ذلیل کا دل جلے۔
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت کس طرح کی آزادی و حریت کی تعلیم دے رہے ہیں اور اسکی پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ
جو زندگی کی تمنائیں خلافت یزید کو مانے گا وہ غلام بن کر رہے گا۔

نہیں نہیں اس امر کا یقین صحابہ کو بھی تھا چنانچہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے قصد مکہ فرمایا ہوتا
عبداللہ بن مطیع صحابی حاضر خدمت ہوئے اور کہا ہم آپ پر فدا ہوں کہاں کا قصد ہے؟ حضرت نے
فرمایا ابھی تو مکہ کا عزم ہے پھر وہاں استخارہ کرینگے جہاں کا حکم ہوگا۔

عبداللہ بن مطیع۔ خدا امر خیر کو آپ کے لئے اختیار کرے اور ہم کو آپ پر فدا کرے جب مکہ پہنچیں تو ہرگز
کوفہ کا قصد نہ فرمائیں گے وہ شہر شوم ہے جس میں آپ کے باپ شہید ہوئے اور بھائی آپ کے بے یار و مددگار چھوڑ دیے
گئے اور ایسا زحمت لگا جس سے جان کا خوف تھا۔ حرم میں قیام فرمائیں کہ آپ سید عرب ہیں
اہل حجاز آپ کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہ دینگے اور وہیں سے لوگوں کو دعوت دیجئے ہرگز حرم خانہ کعبہ کو نہ چھوڑے
کہ اگر آپ ہلاک ہوئے تو ہم سب آپ کے بعد غلام بنائے جائیں گے۔ (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۷۸)
ہمارا مطلب صرف اس آخری فقرہ سے ہے کہ عبداللہ بن مطیع کہہ رہے ہیں اگر آپ ہلاک ہوئے تو ہم سب

عندلام بنادیئے جائینگے جس سے معلوم ہوا کہ اسکا یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ مگر صحابہ رسول نے اس میں ذرہ برابر کوشش نہ کی کہ اس بلاکہ اسلام سے دفع کریں اور اہل اسلام کو غلامی یزید سے آزاد کریں۔

عبداللہ بن مطیع صحابی | یہ عبداللہ بن مطیع خلیفہ دوم کے خاندان عدی سے تھے استیعاب میں ہے کہ مطیع کا نام عاص بن اسود تھا حضرت نے اُنکا نام مطیع رکھا اور عمر بن الخطاب سے کہا کہ

تھار ابن اعم عاصی نہیں ہے بلکہ مطیع ہے اُسی وقت سے آپ کا نام مطیع قرار پایا۔ (جلد اول ص ۱۹۹)
انھیں کے بیٹے عبداللہ بن مطیع ہیں جو امام حسین سے یہ عرض کر رہے ہیں کہ اگر آپ شہید ہوئے تو ہم لوگ غلام بنالیئے جائینگے۔ مگر اُسی خاندان عدی کے جو بیٹی عدوت نے جو بنی عدی کو خاندان رسالت سے تھی اُنکو اس کی اجازت نہ دی کہ جناب امام حسین کے ساتھ شریک معرکہ کر بلا ہوتے۔

عبداللہ بن مطیع جو خلیفہ دوم کے ابن اعم ہیں کوئی معمولی شخص نہ تھے کیونکہ خلافت ملنے نے خاندان خلیفہ دوم کو خاص طور پر معزز کر دیا تھا اگر یہ شریک جناب امام حسین ہوتے آپ یقین کر سکتے ہیں کہ محض انکی شرکت سے حضرت کے لشکر کی عظمت بڑھ جاتی کہ پھر کسی کو یار کے مقابلہ نہ ہوتا کیونکہ یزید اور اس کا باپ معاویہ تو آوردگان خلیفہ دوم سے تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ آقا و ولی نعمت کے خاندان سے برسر پیکار ہوتا ہے۔

مگر ہم اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو خود عبداللہ کی حالت استیعاب میں مذکور ہے۔

عبداللہ بن مطیع وہی شخص ہے جس کو اہل مدینہ نے واقعہ حرام میں بعد اخراج بنی امیہ اپنا امیر مقرر کیا۔
واقعی کہتا ہے کہ وہ صرف قریش کے امیر تھے۔ نیز کہتا ہے کہ عبداللہ بن مطیع اجلہ قریش سے تھے ازراہ شجاعت و جلاوت ابن الزبیر کے ساتھ قتل ہوئے۔ واقعہ حرہ میں مدینہ سے بھاگ گئے۔ جب حجاج نے ابن الزبیر کا محاصرہ کیا تو یہ لڑنے کے لئے نکلے اور کہتے تھے

ان الذی فدت يوم الحرة
والحد لا يضرك الا مرة
میں وہ شخص ہوں جو بروز حسرہ بھاگ آیا
اور مرد آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے

کیا خوب ہے کہ بعد سرار۔ اب ہم کہہ کر ملا دیتے ہیں فرار سے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص ایسا بااقتدار تھا کہ اہل مدینہ نے اسکو اپنا امیر مقرر کیا یا بقول واسطی سارے قریش کا امیر تھا۔ پس اگر جناب امام حسین کے ساتھ رہتا تو آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ حضرت کے لشکر کو کتنی قوت ملتی۔
طرہ تو یہ ہے کہ جس طرح جناب امام حسین نے خلافت یزید کو ناحق ظاہر کرنے کے لئے جنگ کی اُسی طرح عبداللہ بن مطیع بھی امیر اہل مدینہ نہ کہ آبادہ جنگ ہوا مگر یہ نہ ہو سکا کہ فرزند رسول کی حمایت کرتا جس سے رسول اللہ کے سامنے بروز قیامت سرخرو ہوتا اور انصار دین میں اسکا نام لیا جاتا۔

جس کا نتیجہ خدا نے یہ دیا کہ اہل مدینہ کا امیر بنایا گیا۔ مگر ہمت جلد اُس نے اپنے خاندانی اثر فرار کو دکھا دیا کہ حجم کر نہ لڑ سکا بلکہ بھاگ گیا۔ مدینہ سے کہ گیا۔ آخر اس ذلت و خواری سے مارا گیا۔

تعجب ہے کہ یہ شخص رجز میں اپنے فرار پر فخر کرتا ہے :-

انا الذی فررت یوم الحرّة والحرب لا یفر الا مرّة

کہ میں وہ شخص ہوں جو روزِ حرّہ سے بھاگ گیا اور مردِ آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے

جس سے ممکن ہے کہ وہ اپنے اس خانہ دانی کلمات کو ظاہر کرتا ہو کہ ہم میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا خاندان ہمیشہ سے اسے ممتاز رہا کہ وقتِ جنگ فرار کرتا۔ مگر نہ معلوم یہ جملہ کس طرح کہا والحرب لا یفر الا مرّة کہ مردِ آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے۔

بہر حال ہماری غرض یہاں صرف اسی قدر ہے کہ ان صحابہ کو یقین تھا کہ اگر جناب امام حسینؑ شہید ہوئے تو پھر تمام اہل اسلام لونڈی غلامِ یزید کے بن جائیں گے۔ مگر نہ پاس اسلام تھا نہ خاندانِ رسالت کا احترام جو آپ کا ساتھ دیتے اور دین اسلام کی حفاظت کرتے۔

عبداللہ ابن مطیع نے جو حضرت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ آپ حرمِ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر کوہِ نہ کی طرف نہ جائیے گا۔ اس میں ایک طرح کی بے ادبی بھی ہے جو اپنی رائے کو امامؑ کی رائے پر ترجیح دیر ہے۔ اس لیے خدا نے اسی دنیا میں اُس کا مزہ چکھا دیا کہ دیکھ تو نے جو دیدہ و دانستہ نصرتِ فرزندِ رسول کو ترک کیا تو اُس کا کیا مزہ دنیا میں مل رہا ہے کہ بطعِ زندگانی دنیا فرزندِ رسول کے ساتھ نہیں جاتا مدینہ میں امیرِ مہاجرین بن رہا ہے۔ مگر ترکِ نصرتِ فرزندِ رسول کا عذاب کبھی پرنازل ہو رہا ہے کہ امارتِ مدینہ چھوڑ کر نصرتِ ابنِ الزبیر کو جارہا ہے۔ جس خانہ خدا کو تو جاکے امن سمجھ لہو وہیں تو اس ذلت و خواری سے ابنِ الزبیر کے ساتھ مارا جاتا ہے۔

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ احکامِ خدا اور رسول کی عزت اُسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب اُسکو کوئی مانے جن لوگوں نے حکمِ خدا اور رسولؐ کو ٹھکرا کر اپنی رائے سے خلیفہ مقرر کیا اُن کو قرآن جلانے۔ خانہ کعبہ گرانے قتل کرنے میں کیا عذر ہے۔

یہی تو باعث ہے کہ جناب امام حسینؑ نے تمام جہان کے مشورہ کے خلاف وہ کام کیا۔ جس سے آج تک اسلام قائم ہے کیونکہ اگر امام حسینؑ خانہ کعبہ میں رہتے تو اسی طرح شہید کئے جاتے جس طرح ابنِ الزبیر مارا گیا۔ مگر آپ کی شہادتِ مردانہ اور باغیرت تھی۔ بخلاف ابنِ الزبیر کے جو اس ذلت سے مارا گیا کہ بعد قتل دار پر چڑھایا گیا جس کے ساتھ ایک مردہ کتا بھی دار پر چڑھایا گیا تھا۔

جناب امام حسینؑ نے ہر کام میں اُسی سنتِ رسولؐ کو زندہ کیا جو آں حضرتؑ کے بعد مردہ کر دی گئی تھی یعنی نص۔ جسکو خلفائے ثلاثہ نے بزورِ اجتماع مار ڈالا تھا کیونکہ مدارِ امور اسلام اگر نص پر رہتا جیسا کہ حکمِ خدا اور رسولؐ تھا تو پھر دنیا میں کوئی فساد نہ ہوتا۔ مگر خلفاء کی خود غرضیوں نے ایسا آنکھوں پر پردہ ڈالا کہ نہ اُنکو وفاتِ رسولؐ کا صدمہ محسوس ہوا۔ نہ جنازہ رسولؐ بے گور و کفن نظر آیا سب سقیفہ میں دوڑ پڑے اور شریعتِ رسولؐ درہم برہم کر دی گئی نص کے مقابلہ میں نیچا ہمتی نے رواج پایا۔

اسی اصول پر جناب امام حسینؑ کو پیشہ دیا گیا کہ آپ حرم خدا میں رہ کر بازا رقتال گرم کیجئے مگر جو فرزند رسول ہو جو نائب رسول ہو جو خلیفہ جائز رسول ہو وہ کیونکر اس امر کو گوارا کر سکتا ہے جس سے کسی قسم کی توہین خانہ خدا پر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ محض دنیا دار تھے وہ یہی رائے دیتے کہ آپ حرم خانہ کعبہ کو جائے امن قرار دیکر اپنے مخالفین سے لڑیں مگر حضرت اس نص صریح کے بہتے کیونکر قبول کر سکتے تھے کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوا عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان هم الا یخبرون۔ (انعام)

اگر تو اطاعت اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو کو گمراہ کر دینگے سبیل خدا سے یہ لوگ تو صرف اپنے لگان کی پیروی کرتے ہیں اور نہیں ہیں وہ لوگ مگر اکل بچو خیال دوڑانے والے پھر فرماتا ہے۔

وان کثیر المضلون یا ہوا ہوا تھو بغیر علم ان ربک ہوا علم بالمعتدین۔

یعنی بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے بغیر علم کے خدا خوب جانتا ہے ان لوگوں کو جو حد تک نکل جانے والے ہیں۔ پھر فرماتا ہے۔

لواتبع الحق اھوا تھو لنفسہ السموات والارض ومن فیہن بل اتیہم یدکرہم فھم عن ذکرہم معرضون۔ (مومنون)

اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو آسمان وزمین اور جو ان میں ہیں سب فاسد ہو جائیں گے۔ اس کے پاس ذکر (کتاب) کو پہنچا دیا۔ پس وہ اس ذکر (کتاب نصیحت) سے منہ پھیر رہے ہیں۔

پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اپنے اس علم ذاتی کو جو بنص رسولؐ آپ کو حاصل تھا محض ان چند جاہلوں کے سمجھانے اور منع کرنے پر بدل دیتے۔

عبداللہ بن مطیع کی یہ فہمائش صرف مدینہ ہی میں نہ تھی۔ جہاں سے حضرت جانب خانہ کعبہ تشریف لے جا رہے ہیں بلکہ آپ قریب کر بلائے معلیٰ پہنچے ہیں تو وہاں بھی اس نے یہی فہمائش کی ہے چنانچہ تاریخ کامل میں ہے۔

جناب امام حسینؑ کو فہ کی جانب تشریف لیجا رہے تھے کہ عرب کے ایک چشمہ پر نزول اجلال فرمایا وہاں عبداللہ بن مطیع بھی تھے حضرت کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قدامتوں اے فرزند رسول اللہؐ آپ کہاں تشریف لائے حضرت نے سارا حال بیان کیا تو ابن مطیع نے کہا اے فرزند رسولؐ ہم آپ کو خدا کو یاد دلاتے ہیں۔ حرمت اسلام، حرمت قریش اور حرمت عرب کا واسطہ دیتے ہیں کیونکہ قسم بخدا اگر آپ طلب کرنے لگیں اس چیز کو جو ہاتھ میں بنی اُمیہ کے ہے تو ضرور آپ کو قتل کرینگے اور آپ کے قتل کے بعد پھر کسی کی ہیبت ان کو نہ رہے گی۔ قسم بخدا یہ حرمت اسلام ہی یہ حرمت قریش ہے یہ حرمت عرب ہے ہرگز آپ کو فہ نہ جائیے اور بنی اُمیہ سے تعرض نہ فرمائیے۔ مگر حضرت نے نہ مانا اور تشریف لے گئے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۱۰۰)

دیکھئے اس علم یقین کو جو ان کو حاصل ہے کہ جناب امام حسینؑ ضرور شہید ہوں گے اور حضرت کی شہادت کے بعد پھر

کسی طرح کا رعب و داب بنی اُمیہ کو نہ رہے گا مگر یہ نہیں ہوتا کہ حضرت کی نصرت کریں اور آپ کے ساتھ جان کر رہے
خدا میں نثار کریں اس سے بڑھ کر کیا بد بختی ہو سکتی ہے۔

کوئی ان دشمنانِ عقل و اسلام سے بھٹکا آخر حضرت اس وقت کر کیا سکتے تھے کیونکہ دنیا تو یزید کے ساتھ ہے
مدینہ میں اُسکی حکومت مکہ میں اُسکی حکومت پھر جاتے تو کہاں جاتے۔ اب دو ہی صورت تھی یا تو حضرت اُس کی بیعت
کر لیتے جو محال تھا یا جنگ کر کے شہادت قبول فرماتے۔ اُسی کو حضرت نے اختیار کیا۔

شہادت کی بھی دو ہی صورت ہو سکتی تھی ایک یہ کہ وطن میں رہ کر شہید ہوتے جیسا کہ اصحابِ حرامہ سگئے
تو اس سے اسلام کو کوئی نفع نہ ہوتا جیسا کہ اصحابِ حرامہ کے قتل سے کوئی نفع نہ ہوا۔ ابن الزبیر کے قتل سے کوئی فائدہ
نہ ہوا حالانکہ وہ مکہ میں مارا گیا تھا۔ بلکہ اور الزام آیا کہ باغی ہوا۔ دوسری صورت یہی تھی جو حضرت نے قبول فرمائی
کہ جن لوگوں نے وعدہ نصرت کیا تھا اُن کے یہاں تشریف لے جا رہے ہیں اگرچہ اُنکی بیوفائی بھی معلوم تھی۔

غرض چونکہ اکثر صحابہ نے اس کے بعد یزید کی مخالفت کی اور مکہ بھی گئے لہذا جناب امام حسینؑ پر یہ الزام
تو نہیں سکتا کہ آپ خلیفہ کی مخالفت کو کیونکہ یہ خلیفہ ہی ایسا تھا کہ اس کی مخالفت اس طرح ضروری تھی۔

اگر صحابہ ایماندار ہوتے اور کچھ بھی دردِ اسلام رکھتے تو کیا ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اس طرح شہید ہوتے کیونکہ
عبداللہ بن مطیع صحابی ہے سب حالات کو مشاہدہ کر رہا ہے۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ امام کی نصرت کرے۔

طرہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ جانگزا کے دوسرے ہی سال تمامی صحابہ کی آنکھ کھلتی ہے اور اپنے کردار پر ملامت
ہوتے ہیں یزید کی خلافت کو توڑنا چاہتے ہیں۔ مگر خود ہی کہہ چکے ہیں کہ آپ کو اگر شہید کر لیں گے تو پھر کسی سے نہ ڈریں گے
مگر پھر بھی لڑنے پر تیار ہوتے ہیں اور مارے جاتے ہیں کیونکہ یہی عبداللہ بن مطیع واقعہ شہادت کر بلا کے بعد
سلسلہ میں خلیفہ بنتا ہے اور واقعہ حرامیہ یزیدوں کے مقابلہ سے بھاگ کر بطحہ دنیا۔ مکہ معظمہ آتا ہے اور ابن الزبیر کی
بیعت کرتا ہے۔

ابن الزبیر عبداللہ بن زید کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے اُس کی جگہ ابن مطیع کو حاکم کوفہ بنا کر روانہ کرتا ہے تو
وہاں جا کر خطبہ دیتا ہے:-

ومن در میان قوم بسیرت عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان زندگانی کنم (ص ۹۲ روضۃ الصفا)
کہ ہم تم لوگوں میں اُس طرح حکومت کریں گے جس طرح عمر و عثمان زندگانی کرتے تھے۔

وہاں مجلس سائب بن مالک اشجری کے ایک از حاضرانِ سخن بود گفت ایہا الامیر اسچہ گفتی شیندم و ہچکس
را در سیرت عمر و عثمان سخن نیست مگر خیر و لیکن مطلوبِ بہت کہ در میان ابیسیرت امیر المؤمنین علیؑ زندگانی کنی و اگر
چنین نہ کنی تو امارت مانقوانی کرد و مارعیت تو نتوانیم بود۔

غیر کیجئے کہ آخر سیرت جناب امیرؑ اور خلیفہ دوم و سوم میں کیا فرق تھا کہ سائب بن مالک نے کہا ہم کو سیرت
عمر و عثمان کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ سیرت امیر المؤمنین حضرت علیؑ درکار ہے۔

مگر عبداللہ بن مطیع نے اس کا اقرار نہ کیا کہ ہم اسی سیرت پر رفتار کریں گے۔ بلکہ یہ کہا کہ مطمئن رہو ہم تمہارے خلاف مرضی کام نہ کریں گے جس سے یہ تو سمجھ لیا ہو گا کہ نہ وہ مومن تھانہ دیندار بلکہ خلیفہ دوم کا حجازی اور بھائی ہی اسی طریقہ کا شیدائی ہے وہی طریقہ ظلم و جور کو رائج کیسے چاہتا ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ جناب امام حسین کا ساتھ دیتا اور حضرت پر اپنی جان قربان کرتا۔

نہیں نہیں یہ تو وہ شخص ہے جو ابن الزبیر کا نائب بن کر کوفہ میں آیا ہے اور قاتلان امام حسین کا رفیق اور مساز ہے چنانچہ اسی ابن مطیع کی کارروائیوں نے مختار کو مجبور کیا کہ قبل از وقت ظہور کریں۔ کیونکہ اس نے چاہا تھا کہ مختار کو گرفتار کر لیں۔

جو لوگوں نے کہ ابن مطیع میخواد کہ اور اب جنگ آوریں بیعت راجع فرمود گفت وقت آں رسید کہ ظہور کنیم خون اہلبیت محمد را از دشمنان باز خواہم باید کہ ساختہ آمادہ باشد (روضۃ الصفاء)

مختار نے جب یہ سمجھ لیا کہ ابن مطیع انہیں گرفتار کرنا چاہتا ہے اپنے ہمراہیوں کو اکٹھا کیا اور کہا اب وقت آ گیا ہے کہ میں ظاہر ہوں اور آل محمد کے خون کا دشمنوں سے انتقام لوں اب چاہیے کہ تم لوگ تیار ہو جاؤ۔

ابن مطیع نے اس کا اسناد کیا قاتلان امام حسین کو اپنا رفیق و معین بنا کر کوفہ کی حفاظت پر معین کیا۔ ایسا مضراب کو جو قاتلان امام سے تھا کو ذوال شہر مقرر کیا۔

ایک شب ابراہیم بن مالک اشتر مختار کے یہاں جا رہے تھے کہ یہ ایسا سدا راہ ہوا ہر چند ابراہیم نے سمجھا کہ ہم تعرض نہ کر مگر نہ مانا۔

ابراہیم نے چیخ کر کہا اے دشمن خدا تو بھی حضرت امام حسین کے قاتلوں سے ہے یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے ہاتھ سے نیزہ کھینچا اور اس کے سینہ پر وار کر دیا جو اسکی بیٹھ کے پار ہو گیا ایسا کے ہمراہی بھاگ نکلے ابراہیم ایسا کو پکڑا مگر تختہ کے گھر آئے اور کہا طے تو یہ تھا کہ ہم لوگ فلاں رات کو خروج کریں گے مگر ایسی صورت پیش آگئی کہ توقف کی گنجائش نہ تھی مختار نے واقعہ پوچھا ابراہیم نے کیفیت واقعہ بیان کی مختار نے کہا خدا مبارک کرے یہ ہماری پہلی کامیابی ہے جس کے آئینہ میں ہماری مراد جلوہ گر ہے (روضۃ الصفاء ص ۹۷)

یہ پہلا روز ہے کہ مختار نے شب کو ظہور کیا اسی وقت ابن مطیع کے پاس بیس ہزار لشکر جمع ہوا۔ مگر مختار کے پاس صرف تین ہزار تین سو آدمی تھے جس مختار نہایت خوف زدہ ہوئے۔

ابن مطیع کو جب مختار کا حال معلوم ہوا تو اس نے شہت بن یحییٰ کو چار ہزار لشکر۔ راشد بن ایسا بن مضراب کو تین ہزار لشکر۔ حجار بن ابجر کو تین ہزار غصہ اب بن شعیب کو تین ہزار۔ شہر بن ذی الجوشن کو تین ہزار۔ عکرمہ بن ربیع شہاد بن منذر عبد الرحمان بن سوید کو بھی تین تین ہزار لشکر کے ساتھ مقابلہ مختار کے لئے روانہ کیا۔

مگر جب کارزار شروع ہوئی تو قبل از دو پہر ابن مطیع نے ہزیمت پائی اور مختار و ابراہیم مظفر و منصور بمئے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ روستا و شہر نے مکر ابن مطیع کو دارالامارت کوفہ سے باہر نکال دیا اور مختار سے طالب ان ہوئے۔

ابن مطیع ایک جگہ جا کر پوشیدہ ہوا۔ مختار کو اسکی بھی خبر مل گئی۔ مگر یہ شرافت نفسی مختار ہے کہ انھوں نے ابن مطیع سے کہلا بھیجا کہ ہم کو تمھارے قیام کا حال معلوم ہے مگر ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے تم کو کوئی صدمہ پہنچے لہذا خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ ابن مطیع شب کے وقت وہاں سے بھاگ گیا۔ اور یہاں ابن الزبیر کے پاس مکہ میں پہنچا وہاں اس نے خوب لعنت لامت کی تو بصرہ چلا گیا جسکے بعد نہ معلوم کیونکر ابن الزبیر کے پاس آیا اور مکہ میں اراگیا جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا۔ رد و فتہ الصفا

اب یہاں آپ پہلے ان تقریروں کو یاد فرمائیے جو بروقت روانگی جناب امام حسینؑ اس نے کی تھی کس طرح اپنے ماں باپ کو زبانی حضرتؑ پر فدا کرتا تھا مگر یہ نہ ہو سکا کہ حضرتؑ کی رفاقت گوارا کرتا۔ ترک رفاقت کیسی دنیا کی طمع نے پہلے تو خلیفہ بننے کی آرزو پیدا کی کہ مدینہ میں سردار قریش بنے مگر خالی خونی خلافت سے کیا پیٹ بھرتا۔ ابن الزبیر کے پاس آئے۔ حکومت کو فہ پائی۔ وہاں سے بیک بینی دو دو گوش نکالے گئے تو پھر مکہ آئے۔ وہاں سے بصرہ پہنچے۔ پھر مکہ آئے اور ابن الزبیر کے ساتھ جان سے ہاتھ دھوئے۔

خداوند عالم ایسے ہی لوگوں کی نسبت فرماتا ہے۔

کہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو دل میں نہیں

یقولون بافواہم وما لیس فی قلوبہم

کہ وہ بڑے امام حسینؑ کہتے۔

جعلنا فداک فداک عتی و خالی

فواللہ لیس ہلاکت لسترقن بعدک

ہم آپ پر فدا ہوں۔ ہمارے چچا ہاموں آپ پر نثار ہوں اگر آپ ہلاک ہوئے تو پھر ہم غلام بنائے جائیں گے۔ مگر نصرت امام کیسی ابن الزبیر کی حمایت میں قاتلان امام حسینؑ کے شریک حال ہیں اور نہیں چاہتے کہ خون امام کا بدلہ لیا جائے۔ بلکہ قتل مختار و ابراہیم بن مالک اشتر کے لیے شمر ذی الجوشن اور شبث بن ربعی وغیرہ ملاعین کو بھیج رہے ہیں تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان صحابہ کے دلیس ذرہ برابر بھی ایمان تھا یا محبت رسولؐ کہ فرزند رسولؐ کے خون کا انتقام لینا کیسا اٹلے متقیین کے خون کے پیاسے ہیں۔

استیعاب ابن عبد البر مکیؒ میں تو اسی قدر ان کے حالات تھے جو سابقاً ذکر ہوئے مگر ابن حجر عسقلانی نے اصحاب فی معرفۃ الصحابہ میں کچھ اور توضیح کی ہے جو حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو۔

یہ عبد اللہ بن مطیع امیر قریش اہل مدینہ تھا جنگ حرا میں شجاعان قریش اور اہل نجدہ و جلد سے تھا۔ جب اہل حرہ کو ہزیمت ہوئی اور عبید اللہ بن طلحہ مارا گیا۔ تو یہ بھاگ کر ایک عورت کے گھر میں جا چھپا داثر خانہ زانی تھا کہ کسی کو نہ معلوم ہوا کہاں ہے جب اہل شام نے مدینہ کو غارت کرنا شروع کیا۔ تو ایک شامی اس عورت کے گھر میں آیا اور زبردستی اس عورت کے حرام کاری کرنا چاہا چنانچہ زمین پر اسے گرادی اس وقت ابن مطیع باہر نکل آیا اور اس عورت کی جان بچائی اور شامی کو قتل کیا۔ جس پر اس عورت نے کہا تو کون ہے اسکے بعد ابن مطیع مکہ گیا اور عبد اللہ ابن الزبیر کا وزیر بنا۔ ابن الزبیر نے حاکم کو فہ مقرر کر کے بھیجا۔ وہاں سے مختار نے اس کو نکال دیا۔ پھر ابن الزبیر

کے پاس آیا اور اُس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ مارا گیا۔ دونوں کا سر دمشق روانہ کیا گیا۔ (اصحاب جلد ۵ ص ۲۵)
 یہ ہے انکے فرار کی بحالت کہ نہ معلوم اس عورت کے مکان میں کہاں پھپھتے تھے جیسی اُس عورت کو بھی خبر نہ
 ہوئی پھر یہ کیا رفاقت جناب امام حسینؑ کر سکتے تھے جو ایسے بزدل نامرد تھے کہ اپنے فرار سے خلیفہ دوم کو بھی شرمندہ کر دیا کہ وہ
 خلیفہ دوم جو بھاگے تھے تو پہاڑ کے درہ میں پھپھتے تھے نہ کسی عورت کے مکان میں ایسے پوشیدہ ہوں کہ کسی کو خبر تک نہ ہو۔
 اس ابن مطیع اپنی رجز میں کہتا ہے والحمد للہ لا یزالا مروتہ کہ آزاد ایک فہم ہی بھگتا ہے مگر یہاں آپ نے
 دیکھ لیا کہ یہ دو مرتبہ بھاگا ایک مرتبہ مدینہ سے دوسری مرتبہ کوفہ سے۔ پھر نہ معلوم کس طرح اپنے خاندانی شخص عمر بن
 الخطاب پر یہ طعن کر رہا ہے والحمد للہ لا یزالا مروتہ جس میں اسکا بھی اشارہ ہے کہ خلیفہ دوم حر نہ تھے کیونکہ ضحاکہ
 حبشیہ کی اولاد سے تھے جو لونڈی تھی۔

بہر حال ان حالات آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ صحابہ کسے ایسا نذر تھے کہ جانتے تھے جناب امام حسینؑ
 ضرور شہید ہونگے اور حضرت کی شہادت سے عزت اسلام۔ عزت قریش۔ عزت عرب خاک میں مل جائے گی۔ مگر
 بطمع حیات دنیا حضرت کا ساتھ نہ دیا اور آخر اس ذلت خواری سے مارے گئے کہ کوئی نام لینے والا بھی ان کا
 دنیا میں نہ رہا۔

بخلاف جناب سید الشہداء روحی لہ الفدا کہ وہ کام کیا جس سے آج تک اسلام زندہ ہے اور
 مخالف موافق سب کہتے ہیں یہ اسلام آپ ہی کی بدولت باقی ہے۔

جو خیال ابن مطیع نے ظاہر کیا تھا کہ اگر امام حسینؑ شہید ہوئے تو ہم سب غلام بنائے جائیں گے۔
 اسی خیال کو زید بن ارقم صحابی بھی ظاہر کر رہے ہیں چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:-

جب سر مبارک امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا ابن زیاد کے پاس آیا اور اُس نے لب و دندان کو چھڑی
 سے چھیڑنا شروع کیا تو زید بن ارقم نے کہا اپنی چھڑی اٹھالے کہ ہم نے خود دیکھا ہے رسول اللہ اس لب و دندان
 پر اپنا منہ رکھتے تھے۔ اسے کہتے تھے اور اسکے بعد رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا خدا تم کو رولائے اگر تم شیخ نہ ہوتے
 تو ابھی قتل کیے جاتے اسکے بعد زید بن ارقم وہاں سے باہر چلے گئے اور کہتے تھے اے عرب تم آج سے غلام ہوئے
 کہ امام حسینؑ کو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا جو نیکیوں کو قتل کرے گا اور شریروں کو غلام بنائے گا

(تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۷۷)

جس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ یہ جانتے تھے کہ امام حسینؑ ہی بدولت عزت اسلام قائم ہے ورنہ اگر حضرتؑ
 شہید ہوئے تو اسلام کی عزت مٹ جائے گی۔ یہ سب لونڈی غلام بن جائیں گے۔ مگر کسی صحابی کو اتنا بھی اسلام کا
 درد نہ تھا کہ اگر بہ حمایت فرزند رسول نہ نکلتے تو کاش اسلام ہی کی حمایت کرتے اور اس رذیل سے اسلام کو بچاتے کہ
 حضرت کے بعد اسلام ذلیل ہو گا اور مسلمان لونڈی غلام بن جائیں گے۔

زید بن ارقم صحابی کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں صحابی رسول ہیں اور بڑے پایہ کے صحابی ہیں مولوی عبدالشکور

صاحب اڈیٹر انجم نے اسد الغابہ کا ترجمہ کیا ہے جس میں انکا حال حسب ذیل مرقوم ہے :-
 زید بن ارقم سے چند جہوں سے مروی ہے کہ یہ رسول اللہ کے ہمراہ سترہ غزووں میں شریک ہوئے اور
 غزوہ احد میں کم سن سمجھے گئے۔ زید بن ارقم سے روایت کر کے خبر دی کہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا
 عبداللہ بن ابی سول کو کہتے سنا کہ وہ اپنے اصحاب سے کہہ رہا تھا کہ لے لوگو! یہ جو رسول خدا کے پاس ہیں
 ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ شکستہ ہو جائیں اور اگر ہملوگ مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور بالضرور مائیں
 سے عزت دار۔ ذلیل کو نکال دیگا پس میں نے اسکو اپنے چچا سے بیان کیا انھوں نے رسول خدا سے اس کا ذکر کر دیا
 آپ نے مجھے بلایا میں نے آپ سے بھی بیان کر دیا آپ نے عبداللہ اور اسکے ہمراہیوں کی طرف بھیجا وہ لوگ قسم کھا گئے
 کہ انھوں نے نہیں کہا پس رسول خدا نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور ان لوگوں کی تصدیق کی اس سے مجھ کو آننا صدمہ
 ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا پس میں گھر میں بیٹھ رہا۔ مجھ سے میرے چچا نے کہا تم نے کیا ارادہ کیا تھا کہ تم کو رسول خدا نے
 جھٹلایا اور تم سے ناخوش ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اذاجاک المنا حقون نازل فرمایا آپ نے میری طرف آدمی
 بلانے کو بھیجا اور مجھ کو پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ خدا نے تمھاری تصدیق کی۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ یہ سب
 سے پہلے مقام پر سب کے موقع پر شریک ہوئے۔ کوفہ میں رہتے تھے اور مقام کندہ میں ان کا گھر تھا اور یہیں
 ۳۸ء میں انتقال ہوا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شہادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد وفات

پائی۔ (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۲)

ہم نہیں سمجھتے کہ ہوا خواہان صحابہ یہاں کیا عذر کر سکتے ہیں کہ زید بن ارقم نے جناب امام حسینؑ کی کسی قسم سے مدد
 نہ کی حالانکہ کوفہ ہی میں ان کا قیام تھا مگر نصرت امام حسینؑ کو نہ نکلے اور نہ کسی طرح خدمت کی۔
 اللہ اللہ ایسے صحابی جو قبیلہ انصار سے تھے اور پیغمبرؐ کے مدینہ آنے کے بعد ہی حاضر خدمت رہے اور کل غزوہ
 رسول میں شریک رہے بہ ہمتی و غزوہ کہ بسبب کمسنی اس میں تابل جنگ نہ مانے گئے۔ اہل سنت ان کی طرف
 سے کیا عذر کر سکتے ہیں۔

مولوی عبدالشکور صاحب نے انکی برائت کے لیے تو لکھ دیا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام
 کے تھوڑے ہی دنوں بعد انھوں نے انتقال کیا مگر اس سے وہ الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کیونکہ آپؐ تاریخ
 خمیس سے دیکھ آئے ہیں کہ جب حضرت امام حسین کا سر ابن زیاد کے دربار میں آیا ہے تو زید وہاں موجود تھے جس سے
 معلوم ہوا کہ نہ وہ علیل تھے نہ کسی قسم سے مجبور پھر بجز قلت ایمان اور کیا ثابت ہوا جو وہ معرکہ کربلا میں نہ شریک
 ہوئے حالانکہ انکو یقینی طور پر معلوم تھا رسول اللہ سے ہزاروں مرتبہ سن چکے تھے کہ بعد شہادت امام حسینؑ اہل اسلام
 یزید کے غلام بن جائیں گے پھر یہ کیسے عاشق رسول اور سہرورد اسلام تھے کہ اگر رسول اللہ کی محبت کا بھی نہ خیال
 تھا تو اسلامی سہروردی بھی نہ تھی کہ اسلام کی امداد کو اٹھتے اور اسلام کو اس مصیبت سے بچاتے۔
 بہر حال ترجمہ اسد الغابہ میں جو قول لکھا گیا ہے کہ واقعہ کربلا کے تھوڑے ہی دنوں بعد زید کی وفات ہوئی۔

اگرچہ دافع الزام نہیں ہے مگر یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ استیعاب اور اسد الغابہ میں سنہ وفات ششہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ۸ برس واقعہ کربلا کے بعد زندہ رہے مگر نہ خود امام کی نصرت کی نہ آپ کے خون کا انتقام لیا۔ جس ششہ میں زید بن ارقم نے وفات پائی اُسی ششہ میں خلیفہ دوم کے بیٹے عاصم بھی مرے میں مگر نصرت امام حسینؑ کو انھوں نے بھی ترک کیا تاہم خمیس میں ہے۔

وفیہا مات عاصم بن الخطاب الحدادی ولد فی حیات النبیؐ وهو جند الخلیفۃ الحادل عمر عبد العزیز کلامہ۔

کہ اسی سنہ میں عاصم بن عمر بن الخطاب کی وفات ہوئی جو عہد رسول میں پیدا ہوئے تھے یہ عاصم بن عبد العزیز کے نانا ہیں یہ تو خلیفہ دوم کے فرزند تھے ان سے بہت امید ہو سکتی تھی کہ امامؑ کی مدد کریں۔

انس بن مالک ان کی حالت تو اور بھی سب سے عجیب و غریب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے۔ محمد بن انس روایت کرتے ہیں انس سے کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو ایک طشت میں رکھا گیا اور ملعون چھڑی سے پھیرتا تھا تو ابن زیاد نے کچھ حضرت کے حسن کے بارے میں کہا تو انس نے کہا کہ حضرت امام حسینؑ سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہؐ سے اور آپ کی ریش مبارک وسمہ سے خضاب کی ہوئی تھی (صفحہ ۱۸۸)

اس روایت کو دیکھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ انس بن مالک مسلمان تھا۔ صحابی رسول اللہؐ تھا اس کے لمبے ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔ کیونکہ معمولی انسان بھی اسکو گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص مردے جانور کے ساتھ ایسی حرکت کرے کہ اُس کے لب و دندان پر بعد مردن چھڑی لگائے۔

ہمکو یہاں ابن زیاد ملعون سے کوئی نجات نہیں کیونکہ وہ تو زیاد بن سمیہ ہی کا بیٹا تھا اس سے جو کچھ نہ ہو تعجب کیا ہو مگر گفتگو تو انس بن مالک سے ہے جو صحابی رسول اللہؐ ہیں اور اُنکے سامنے وہ ملعون اس قسم کی بے ادبی کر رہا ہے مگر ان کی انسانیت بھی نہیں متحرک ہوئی اور کوئی اعتراض بھی نہیں کرتے کہ اسے ملعون تو کیا کر رہا ہے یہ فرزند رسول اللہؐ ہیں۔

کیا خوب لکھا ہے علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں۔

کہا سبط ابن الجوزی نے کیا رسول اللہؐ کا اتنا حق بھرنے تھا انس پر کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل کو ناپسند کرتے اور قبیح قرار دیتے اسکو جو دندان امام حسینؑ پر چھڑی لگاتا تھا۔

پس اسی سے انس بن مالک کو سمجھ لینا چاہیے کہ کیسے خوشامدی اور ایماندار تھے کہ اسکے سامنے ابن زیاد ملعون یہ بے ادبی کر رہا ہے اور اسکو اتنی بھی غیرت نہیں آتی کہ اُسکے اس فعل قبیح پر انکار کریں اور اسکی بُرائی بتائیں۔

یہ انس بن مالک کوئی معمولی صحابی نہیں ہیں بلکہ بڑے پایہ کے صحابی ہیں اسد الغابہ، استیعاب اصحابہ میں میں بہت کچھ انکے فضائل و مناقب لکھے ہیں خاتم رسولؐ کہلاتے ہیں جب یہ زبیر کے تھے اس وقت سے خدمت رسولؐ میں

حاضر ہے۔ بڑے مالدار تھے ایک سو سات یا ایک سو تین برس تک زندہ رہے وقت وفات ایک سو بیس لڑکے لڑکیاں تھیں اس میں وفات پائی۔ صحیح بخاری میں دو سو ستر روایتیں انکی موجود ہیں صفحہ ۵۵۹ مقدمہ فتح الباری، مگر یہ شخص ایسا ناصبی تھا کہ جناب امیر اور تمامی اہلبیت طاہرین سے اس کو عداوت تھی۔

چنانچہ حدیث طبر مشہور و متواتر حدیث ہے جس میں رسول اللہ نے دعا کی تھی کہ خداوند اجوسے زیادہ تیرا محبوب ہو اسکو لا کہ ہمارے ساتھ اس کیاب طائر کو کھائے۔ جناب امیر آئے تو انس نے جو بیرون در تھے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ رسول اللہ مشغول ہیں ایک عت کے بعد پھر تشریف لائے تو پھر انس نے وہی کہا تو حضرت نے کہا اے انس کھو کہ دروازہ کہ بہت زیادہ ہوا کہ تو نے انکو پھیرا۔ انس نے کہا ہم چاہتے تھے کہ کوئی شخص انصار سے ہوتا پس داخل ہو جناب امیر اور کھایا حضرت کے ساتھ۔ اس حضرت نے فرمایا یہ شخص اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ (کنز العمال)

روایت ریاض النضرہ میں ہے کہ حضرت نے ایک لقمہ کھایا تھا کہ دعا کی جناب امیر آئے اور دق الباب کیا انس نے یہ کہہ کر کہ حضرت مشغول ہیں جناب امیر کو نہ آنے دیا پھر حضرت نے ایک لقمہ کھایا اور دعا کی پھر جناب امیر اور انس نے وہی فقرہ کہہ کر رخصت کیا تیسری دفعہ پھر حضرت نے ایک لقمہ کھایا اور دعا کی جناب امیر تشریف لائے اور انس نے وہی کہا تو جناب امیر نے انس کو مارا اور آواز بلند کی جس پر حضرت نے حکم دیا اے انس دروازہ کھول دے (تقصا) چونکہ کتاب مستطاب عجبات الانوار کی دو جلد خاص دسی حدیث کے تواتر و شہرت میں تصنیف ہوئی لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں مگر یہ تو بالیقین معلوم ہوا کہ انس ایسے بزرگ تھے کہ صرف جناب امیر سے عداوت ہی نہیں تھی بلکہ خود رسول اللہ پر حضرت کے سامنے افترا کرتے کہ حضرت تو دعا کرتے ہیں کہ احب الخلق کو لا اور جناب امیر آتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ مشغول ہیں اب اس سے بڑھ کر اور کیا افترا ہو سکتا ہے وہ بھی ایک دفعہ نہیں بلکہ دو بلکہ تین مرتبہ کہ جناب امیر نے انکو مارا اور آواز بلند کی تب اس نے اندر داخل ہونے دیا۔

روایت کنز العمال میں خود پیغمبر کی زبانی ان کی برأت ثابت کر نیکی کو شش کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہر شخص اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے مگر افس اس سے انس کو کیا فائدہ ملا کیونکہ محبت اور چیز ہے اور خدا و رسول پر افترا اور چیز ہے رسول دعا کرتے ہیں کہ احب الخلق کو لا۔ خدا جناب امیر کو بھیجتا ہے۔ انس جھوٹ بول کر پھیر دیتے ہیں کیا یہ محبت قوم کہلا سکتی ہے؟

اب اربعین علامہ جلال الدین محدث کی ملاحظہ فرمائیے کہ تواتر حدیث غدیر میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا مولانا تو حضرت نے موجودین صحابہ سے کہا کہ جس نے رسول اللہ سے حدیث من كنت مولاه فعلى مولاه کو سنا ہو وہ گواہی دے۔ بارہ صحابی نے گواہی دی مگر انس بن مالک اور ہار بن عازب نہ اٹھے نہ گواہی دی۔

تو جناب امیر نے انس اور ہار بن عازب سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہ گواہی دی حالانکہ تم دونوں نے بھی اسی طرح سنا تھا جس طرح سنا تھا پھر فرمایا خداوندان دونوں نے ہمراہ عناد کتمان کیا ہے تو ان دونوں کو بتلائے مصیبت کو

برابر بن عازب تو اسکے بعد اندھے ہوئے کہ اپنے گھر کی راہ لوگوں سے پوچھتے اور کہتے کیونکر راہ پاسکتا ہے وہ شخص جس پر بدعاطریے اور انس کو عارضہ برص ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب انس نے نسیان کا عذر کیا تو حضرت نے فرمایا خداوند اگر یہ چھوٹا ہے تو اسکو برص میں مبتلا کر جسے علامہ نہ چھپا سکے۔ اس کے بعد انس کا چہرہ ایسا مبرص ہوا کہ اُس پر برقہ ڈالے اور بکرتے

اس زمانہ کے مشہور مولوی عبدالشکور نے ترجمہ اسد الغابہ میں اس پر یوں پردہ ڈالا ہے:-
 "اور اپنی دونوں کہنیوں پر حلق لگا بکرتے تھے اس سبب سے کہ اُن کہنیوں میں کچھ سپیدی تھی۔"
 جس پر حاشیہ دیتے ہیں: حلق ایک قسم کا اوٹین ہوتا ہے سپیدی کا عیب چھپانے کے لیے اُس کو لگاتے ہیں۔ (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۷۷)

مگر یہ نہ لکھا کہ ان کو برص ہو گیا تھا نہ ہی لکھا کہ یہ نتیجہ بدعائے جناب امیر کا تھا جبکہ حضرت کو خلافت مل چکی ہے احکام آپ کے نافذ ہو رہے ہیں اُس وقت تو اس طرح چھپا دے برحالی اُس زمانہ کے کہ حضرت کے مخالفین سربراہانے مخالفت میں کس طرح ان لوگوں نے کتمان حق کیا ہوگا۔
 اس پر طرہ سنئے کہ یہ انس بن مالک ایسے بزرگ ہیں کہ ریشمی غلام اور بھجہ خرد و مطرف خرد پہنا کرتے جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں محروم رہے گا۔
 انس کا عذر بھی قابل دیدہ ہے کہ لوگوں نے پوچھا دو سروں کو قلاب لیشمی کپڑے پہننے سے منع کرتے ہیں پھر خود کیوں پہنا کرتے ہیں تو کہا ہمارے امرار ہو کہ پہنا دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس لباس کو ہم پر دیکھیں۔
 پھر بتائیے ایسا شخص کس وجہ کا ایماندار ہوگا۔
 کتاب الاوائل ابوہلال عسکری میں ہے کہ:-

انس بن مالک کو حجاج نے ساہور کا حاکم مقرر کیا تھا جو زمین فارس میں ہے دو سال وہاں رہے۔ مگر نماز کو قصر کرتے اور روزہ ماہ رمضان کا نہ رکھتے اور کہا کرتے کہ دیکھئے کب ہم یہاں سے معزول ہوتے ہیں۔ انھیں وجہوں سے تو امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے ہیں:-

اترك قولي بجميع اقوال الصحابة الا ثلثه منهم ابوهريره و انس بن مالك و سمره بن جندب كما في كتاب علام الاحبار للكنهوى۔

کہ ہم سب صحابہ کے قول کے مقابلہ میں اپنا اجتہاد چھوڑ دیں گے مگر ابوہریرہ۔ انس بن مالک۔ سمرہ بن جندب کے قول کے مقابلہ میں ہم اپنا اجتہاد نہیں چھوڑ سکتے۔

اس سے زیادہ توضیح کی ضرورت ہو تو کتاب مستطاب استقصاء الانحزام جلد ۲ ص ۱۸۷ ملاحظہ ہو۔

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ شخص کیسا ناصبی اور دشمن جناب امیر تھا کہ حدیث طبر میں وہ کارروائی کی۔ حدیث غدیر میں یہ کارروائی کی۔ پھر اُس نے اگر نصرت جناب امام حسینؑ ترک کی تو کونسا تعجب ہے

جب ابن زیاد ملعون کے اُس ظلم شدہ پیر بھی اس کو اسلامی جوش نہ آیا۔
خدا نے دنیا میں ہی اس کا عذاب چکھا دیا کہ جس حجاج کی طرف سے حاکم بن کریم ساور میں گیا تھا اُسی حجاج نے انکی گردن پر ہر لگادی تھی چنانچہ مولوی عبدالشکور ترجمہ اسد الغابہ میں لکھتے ہیں صفحہ ۸۰ جلد اول
میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ اُن کے گلے میں ہر دی ہوئی تھی حجاج نے تمام صحابہ کی گردنوں پر ہر دی تھی۔ یہ ہر حجاج نے بغرض توہین دی تھی اس کا سبب ہم نے سہل بن سعدی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

پھر جلد ۱۸۵ میں لکھتے ہیں:-

سہل رسول خدا کی وفات کے دن پندرہ برس کے تھے اور سہل طویل عمر ہوئے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ کو پایا اور اُس کے وقت میں وفات پائی۔ حجاج نے سہل کو لکھا کہ تم کو امیر المومنین حضرت عثمان کی مدد کرنے سے کس چیز سے روکا تھا انھوں نے جواب دیا میں نے یہ کہہ کی تھی حجاج نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو پھر حکم دیا کہ ان کی گردن میں ہر لگادی جائے۔ اور انس بن مالک کی گردنیں بھی ہر لگائی تھی یہاں تک کہ عبداللہ بن مروان کا حکم ان کے پاس سے حجاج کے پاس آگیا۔ اور جابر بن عبد اللہ کے بھی ہاتھ میں ہر لگادی گئی تھی مقصد اس ہر لگانے سے یہ تھا کہ ان لوگوں کو ذلیل کرے اور تاکہ لوگ ان سے دور رہیں اور ان لوگوں سے سماعت حدیث نہ کریں۔ (صفحہ ۱۸۵)

لیجئے انس کے ساتھ سہل بن سعدی بھی مل گئے جنھوں نے امام حسینؑ کی نصرت نہیں کی اور اپنی جان بچانی اور نہ زندہ رسول کو ذبح ہونے دیا جس سے خدا نے اُن کو یہ عذاب دیا کہ جب تک زندہ رہے اس طرح کے عذاب میں مبتلا ہے۔ سہل بن سعدی کی یہ روایت شیعوں میں بہت مشہور ہے کہ جس وقت اسیران کو بلا داخل و مشق ہو تو اُن سے ملاقات ہوئی ہے اور بہت کچھ ان کے حالات پر گریہ و زاری کیا ہے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ کچھ مدد کرتے اور کم سے کم فوج یزیدی سے لڑتے اور جام شہادت نوش کرتے۔

اہل بیت ان صحابہ کے بارے میں یہ عذر کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں اس کی طاقت نہ تھی کہ ان اشرار سے مقابلہ کرتے مگر یہ عذر صرف اہل بیت کی نصرت نہ کرنے میں چلتا ہے ورنہ اپنے ذاتی اغراض میں فوج کشی وغیرہ سب کر جاتے ہیں۔ چنانچہ شہر ہجری میں واقعہ کربلا کے پندرہ برس بعد جب کہ زمانہ حکومت حجاج تھا۔ تو اہل بصرہ نے حجاج پر خروج کیا ہے۔

تو اس میں انس کا بیٹا مارا گیا۔ جب یہ قصہ فرد ہو گیا تو انس حجاج کی ملاقات کو تشریف لائے تاہم کابل میں ہو۔

یعنی جب بن مالک حجاج کے دربار میں گئے تو حجاج نے کہا نہ مرجا ہوا ہے پس خبیثہ شیخ ضلالہ جو ہر فتنہ

میں گھومنے والا ہے گا ہے ابو تراب (جناب امیر) کے ساتھ گا ہے ابن الزبیر کے ساتھ۔ گاہے ابن ابی جارود کے

ساتھ۔ قسم خدا کی ہم اس طرح تیری کھال کھینچیں گے جس طرح گاوہ کی کھال پکانے کے بعد چھڑائی جاتی ہے۔ اور

اس طرح تجھے بانہ میں گے جس طرح درخت سلہ بانہ ہا جاتا ہے (ایک درخت ہے جب کاٹا جاتا ہے تو اُس کے

تے باندھ دیتے جلتے ہیں) اور اس طرح تیرا قلع قمع کریں گے جس طرح گوشت کسی درخت کا چھڑا لیا جاتا ہے۔

مگر نہ معلوم یہ ملعون حجاج نے جناب امیر کا نام کیوں لیا صرف مع ابی تراب کیونکہ انس نے تو کسی زمانہ میں بھی حضرت کی نصرت نہیں کی بلکہ ہمیشہ مخالف رہا عہد رسول اللہ میں بھی اور عہد خلفائے ثلاثہ میں بھی بلکہ خود جناب امیرؓ میں کہ جب حضرت نے حدیث غدیر پر گواہی لی تو انس نے گواہی دی جس پر حضرتؐ نے بددعا کی ہے اور حضرتؐ کی بددعا سے وہ میسر نہ ہوئے پھر انھوں نے جناب امیرؓ کا کب ساتھ دیا جو حجاج اس طرح کہہ رہا ہے۔

بہر حال ہماری غرض انس بن مالک کے تذکرے سے یہ ہے کہ اگر صحابہ سے صرف یہی شخص جناب امام حسینؑ کی نصرت پر آمادہ ہوتا تو حضرت اس غریب شہید نہ ہوتے کیونکہ خود انس کی اتنی اولاد تھی کہ اسد الغابہ میں ہے جس کا ترجمہ مولوی عبدالشکور صاحب نے چھپوایا ہے۔

جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے ایک سو بیس تھے اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ قریب سو تھے ان کی انگوٹھی میں بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر تھی۔ (ترجمہ اسد الغابہ جلد اول ص ۱۸۱)

یہ اپنے دانتوں کو سونے کے تاروں سے باندھتے تھے اور بڑے قادر تیر انداز تھے اپنے بیٹوں کو بھی حکم دیتے تھے کہ میرے سامنے تیر اندازی کر دیکھی خود بھی ان کے ساتھ تیر اندازی کرتے تھے اور آپ کا تیرا کثر نشانہ پر لگتا تھا اسوجہ سے غالب آجاتے تھے۔

تو کیا ایسا صحابی رسول اگر امام حسینؑ کا ساتھ دیتا تو ممکن تھا حضرت اس بیکسی سے شہید ہوتے کیونکہ خود حضرتؐ کے ۲۰ اصحاب نے فوج یزیدی کو تہ دہا لیا تھا پس اگر انسؓ اپنے انھیں لڑاکوں کے ساتھ شریک ہو جاتے تو کتنی قوت بڑھ جاتی۔ مگر جس صحابی کے دل میں بت پرستی کا یہ ذائقہ پڑا ہو کہ وہ اپنی انگوٹھی میں شیر کی تصویر رکھے حالانکہ کس قدر حضرتؐ کی تاکید اس کے بالے میں ہے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

ادبیتر النعم اس پر حاشیہ دیتے ہیں۔

”غالباً یہ واقعہ اس سے پہلے کا تھا جبکہ تصویر کی حرمت شرع میں وارد ہو۔“

مگر یہ اسی تقریر ہے کہ جہاں تک مضحکہ کیا جائے کم ہے کہ آپ خود لکھتے ہیں ”انگوٹھی میں بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر تھی“ جس سے معلوم ہوا کہ وقت موت تک وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی پھر یہ تاویل کیسی لغو ہے۔ کیا جو کام لاعلمی میں ہوا ایک دفعہ کوئی لغزش ہو جائے اس کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے اور جو شخص روزہ نہ رکھے ریشمی لباس پہنے اس سے اس بات کو انگوٹھی پر تعجب ہو سکتا ہے؟ اگر ان کی یہ حالت ہوتی تو ابو حنیفہ ان کی تقلید سے کیوں انکار کرتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابتدائے خلافت ثلاثہ سے یہ ایسے معزز تھے کہ تمامی خلفاء ان کی عزت کرتے۔ چنانچہ سب سے پہلے خلیفہ اولؓ نے ان کو حاکم بحرین مقرر کرنا چاہا تو عمرؓ سے مشورہ لیا انھوں نے بہت تعریف کی اور مقرر کر دیا۔ ملاحظہ ہوا استیجاب صرف۔

اُس کے بعد سے ہر خلیفہ کے زمانہ میں اُن کا وہ عروج رہا کہ ابن زیاد کے دربار میں جب جناب امام حسینؑ کا ہر اقدس آیا ہے اور اُس ملعون نے بے ادبی کی ہے تو انس چپکے دیکھتے رہے جب اس ملعون نے حضرت کے حسن و جمال میں کچھ کلام کیا تو انہوں نے کہا حضرت تو رسول اللہ سے بہت مشابہ تھے مگر ابن زیاد کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ انس پر کچھ عقاب کر سکے ملاحظہ ہو آل و الاصحاب حصہ اول۔

پھر کہ ممکن تھا کہ اگر انس جناب امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے تو اس طرح شہید کر دیے جاتے اور انکی سعی و سفارش کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔

دیکھئے جب حجاج نے انس کے ساتھ اس طرح سے کلام کیا تو انس نے عبد الملک کو اسکی خبر دی جس پر عبد الملک نے وہ تہدید آمیز خط حجاج کو لکھا کہ جب وہ خط حجاج کے سامنے پڑھا جانے لگا تو اسکے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ اور خاک اُڑاتی جاتی تھی اور پیشانی سے پسینہ آ رہا تھا۔ (تاریخ کامل جلد ۴)

تو کیا ممکن تھا کہ یزید برائے ان کے خط کا اثر نہ پڑتا۔ یا ابن زیاد انکی سفارش کو نہ سنتا یا انکو ہمراہ جناب امام حسینؑ دیکھ کر کوئی تلوار اٹھاتا؟ ہرگز نہیں دیکھئے جب حجاج حسب التحریر عبد الملک اُن کے پاس معذرت کرنے آیا ہے تو انس نے ایک طو لانی تقریر کی ہے جسکے آخری فقرات یہ ہیں۔

قسم خدا کی اگر نصاریٰ باوجودیکہ وہ کافر تھے کسی ایسے شخص کو دیکھ لیتے جس نے صرف ایک دن حضرت عیسیٰ بن مریم کی خدمت کی تھی تو وہ اُس شخص کے حق کا اعتراف کرتے جبکہ تم (مسلمان ہونے کے باوجود) میرے حق کو نہیں پہچانتے حالانکہ میں نے دس برس تک رسول اللہ کی خدمت کی ہے۔ اس کے بعد بھی ہم اگر خیر دیکھیں گے تو شکر خدا بجا لائیں گے ورنہ صبر کریں گے۔ اس کے بعد حجاج نے جو کچھ لیا تھا سباپس کیا۔

مگر ہٹے کون تھا جو انس سے پوچھتا کہ آپ کو محض خدمت رسول پر یہ ناز تھا حالانکہ خدمت تو خادموں کا کام ہی ہے۔ بخلات جناب امیر و حسنینؑ کے کہ نفس رسول و خلیفہ رسولؐ فرزند رسولؐ ہیں انکی آپ نے کیا قدر و منزلت کی۔ کیا وہ حضرات آپ کے اعمال و افعال پر نہ کہتے ہوں گے کہ ایسے ایسے صحابہ و خدام سے لاکھ درجہ بہتر وہ نصاریٰ ہیں جو ایک ستم خیز حضرت عیسیٰ کی یہ عزت کرتے ہیں اور یہ صحابہ ایسے تھے کہ انکے سامنے فرزند رسول بلا تصور ذبح کر دیا گیا مگر ان کو جوش نہ آیا کیا خوب لکھا ہے سبط ابن الجوزی نے کہ:-

”کیا رسول اللہ کا انس پر اتنا بھی حق نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر جو دند ان امام حسینؑ

پر چھڑی لگاتا تھا اعتراض کرتے اور منع کرتے۔“ ملاحظہ ہو عینی شرح صحیح بخاری ص ۶۵۷ جلد ۷

افسوس کہ انس اتنے دنوں تک خدمت رسولؐ کرتے رہے مگر اُن کا دل نور ایمان سے ایسا خالی تھا کہ کبھی اس پر غور نہ کیا کہ خدا فرماتا ہے:-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُ لَمْ يَكْ مَغِيْرَ الْعَمَةِ الْعَمٰهَ اَعْلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يَغِيْرَ وَاَمَّا بَا نَفْسِهِمْ

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

یہ اس لئے ہے کہ خدا انہیں بدلتا اس نعمت کو جو کسی قوم کو دیتا ہے۔ جب تک وہ خود نہ بدلیں اور

اللہ سمیع و علیم ہے۔

اس آیت پر اگر وہ غور کرتے تو معلوم ہوتا کہ یہ نتیجہ انہیں بد اعمالیوں کا ملا ہے جو انہوں نے حرمت رسول کو آل رسول کے بارے میں ضائع کیا۔ خدا فرماتا ہے:-

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ إِلَيْهِ لَئِنَّ اللَّهَ إِذَا يُدْعَىٰ إِلَيْهِ لَيَجْلِبَ لِلْعَبِيدِ

یہ سنائیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہیں جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجی ہیں اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اصحاب میں ہے:-

ام سلمہ مادر انس نے حضرت سے عرض کیا کہ انس کے لئے دعا فرمائیے جس پر حضرت نے فرمایا خدا یا اُس کے ال اور اولاد کو زیادہ کر اس میں برکت عطا فرما۔ انس کہتے ہیں کہ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ میں نے اپنے صلیبی اولاد سے ایک سو پچیس لڑکوں کو دفن کیا علاوہ پوتا پوتی کے۔ اور ہماری زمین سال میں دو مرتبہ پھل لاتی ہے۔ (اصحاب جلد اول ص ۷)

مگر ہائے انکو ان حقوق کا کچھ نہ خیال ہوا جو فرزند رسول کی حمایت کرتے اور باغ رسول کو اس پامالی سے بچاتے یا اس میں کوشش کرتے۔ پھر یہ نہ کہ ممکن تھا کہ خداوند عالم اس کا بدلہ دنیا میں بھی نہ دیتا۔

خداوند عالم فرما چکا ہے:- رَانَ تَتُولُوا لِيَسْتَبْدِلَ غَيْرُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (سورۃ محمد) لے صحابہ اگر تم منہ پھیرو گے تو تمہارے بدلے دوسرے لوگوں کو لائے گا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

غور کرو کس طرح خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ان کے بد اعمالیوں کی بدولت کس طرح خدا نے ان صحابہ کے بدلے ان لوگوں کو پیدا کیا جو ان سے بیزار تھے ان کی تقلید یا تتبع کو جائز نہیں جانتے کیونکہ صحابہ تو بالکل دنیا پرست تھے نہ دوستار خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

انس حضرت کی دعا پر بہت خوش تھے اور اہل سنت بھی بہت خوش ہیں مگر انکو نہیں معلوم کہ حضرت نے کیسی دعا دی تھی جس سے اور بھی انکی بے اعمالی ظاہر ہے۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:-

فَلَا تَعْبُدُوا أَمْثَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ إِنَّ تَعْبُدُوا اللَّهَ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ

الدنیا و ترہق انفسہم و ہم کافرون۔

کہ تم کو ان کا مال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالے کہ اس سے خدا ان پر عذاب کرنا چاہتا ہے زندگانی دنیا میں اور یہ کہ انکی جان نکلنے لگے تو وہ کافر ہیں۔ (جس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نہ تھی بلکہ بدعا تھی)

بہر حال جو واقعہ حجاج و عبد الملک کا ہم نے یہاں انس کے بارے میں لکھا ہے اُس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں انس کی برأت ہوئی کیونکہ عبد الملک نے ان کی بہت کچھ منارش کی تھی۔ اور حجاج کو ان سے معذرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مگر ان کے اعمال ایسے نہ تھے کہ وہ برأت قائم رہتی اور آخر ان کے گلے میں سرنگا ہی

دی چنانچہ استیعاب میں ہے۔

اسحاق بن زید بیان کرتا ہے میں نے اس کو دیکھا کہ اُن کے گلے میں مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ مہر حجاج نے لگائی تھی ان کو ذلیل کرنے کے لیے (ص ۱۷۰)

اسد الغابہ میں ہے صفحہ ۱۸۰۔ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ ان کے گلے میں مہر دی ہوئی تھی۔ یہ مہر حجاج بغرض توہین دی تھی جو حجاج نے تمام صحابہ کی گردنوں پر مہر دی تھی جس سے معلوم ہوا کہ یہ کسی دوسری شرارت کی بدولت ہوا۔

بہر حال ہم کو ان صحابہ کے تو کسی امر پر تعجب نہیں آتا کیونکہ ان کا نسب العین ہی دنیا تھی جس لیے سے بھی دنیا ان کو ملتی کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے کیونکہ انھیں صحابہ میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے واقعہ عقبہ میں خود آں حضرت کو ہلاک کرنا چاہا۔ اور انھیں صحابہ میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے حضرت کے جنازہ کو بے غسل و کفن چھوڑا اور سقیفہ میں جا کر اپنا کام پورا کیا۔ مگر تعجب ہے اس زمانہ کے مسلمانوں سے جن کو نہ سلطنت مل سکتی ہے نہ کسی طرح کی حکومت۔ بلکہ جو کچھ ہے کھانا اور فکر عقبی کرنا۔ وہ کیوں ان صحابہ کے پیچھے پڑے ہیں اور چاہتے ہیں ان کی بد اعمالیوں پر پردہ ڈالیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیں۔ حالانکہ اب یہ پردہ فاش ہو چکا ہے کہ ایک خواں بچے بھی اس سے مطلع ہیں اگر آپ کو یاد نہ ہو تو لکھنؤ کا رسالہ النجم دیکھئے جو نمبر جلد ۹ میں لکھتا ہے۔

”جب کوئی شخص واقعہ شہادت بیان کرے تو لازم ہے کہ جو صحابہ کرام اس زمانہ میں موجود تھے اور اُن کو سیدنا حسینؑ کے عزم کر بلا کی اطلاع ہوئی مگر وہ شریک نہ ہو سکے مثل حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت ابو واقد لیثیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان حضرات کے شریک نہ ہونے کے واقعی اعذار جو نہایت قوی و صحیح ہیں بیان کیے جائیں اور ان حضرات کو جو تعلق جناب ممدوح سے تھا اور جو صدمہ اُن کو اس واقعہ سے پہونچا سب بیان کرنا چاہیئے۔ افسوس کہ کوئی شہادت نامہ ایسا موجود نہیں ہے جس میں یہ تمام باتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ میں اس مقام پر اسکا نام ضرور لکھ دیتا۔“

پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں ”حضرت ممدوح کی شہادت دفعۃً و دفعۃً واقع ہو گئی جس کا تمام سبب یہ تھا کہ وہ شیعیاں ان کو نہ کے قریب میں آگئے۔“

صحابہ کرام میں جن حضرات کو آپ کا عزم سفر بجانب کوفہ معلوم ہوا۔ انھوں نے آپ کو روکا اور بہت روکا۔ مگر ہونے والی بات کو کون روک سکتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ ما ثبت بالسنہ میں لکھتے ہیں۔ ترجمہ اہل کوفہ نے اُن کو حضرت معاویہ کے زمانہ سے دعوت کے خطوط بھیجنے شروع کر دیے تھے مگر وہ برابر

انکار کرتے رہے۔ مگر جب ان کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت کی جس میں ان کو صدمہ

بلکہ تمام مسلمان تسلیم کر چکے تھے) مگر جب یزید کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو ان کو تردد پیدا ہوا کبھی ارادہ ہوتا تھا کہ مکہ یا مدینہ میں رہیں کبھی کوفہ جانیکا قصد کرتے تھے۔ صرف ابن زبیر نے ان کو جانے کا مشورہ دیا اور حضرت ابن عباس ان سے کہتے رہے کہ تم یہ ارادہ نہ کرو اور حضرت ابن عمر نے ان سے کہا نہ جاؤ دیکھو سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جب دنیا اور آخرت میں اختیار دیا تو انھوں نے آخرت کو ترجیح دی تم انھیں کے ایک جزو ہو۔ مگر کبھی دنیا کی خلافت (حاصل نہ ہوگی) جسکے لئے کوفہ کا عزم رکھتے ہو) یہ کہہ کر حضرت ابن عمرؓ کو جوش محبت نے چھین کر دیا اور انھوں نے حضرت حسینؓ کو لپٹا لیا اور رو دیے اور رخصت کیا۔ بعد اسکے حضرت ابن عمرؓ برابر کہا کرتے تھے کہ حسینؓ نے ہمارا کہنا نہ مانا اور چلے گئے حالانکہ ان کے باپ اور بھائی کے ساتھ اہل کوفہ نے جو معاملات کیے۔ لائق عبرت تھے ایسی ہی گفتگو حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہؓ لیشی نے بھی کی مگر حضرت حسینؓ نے نہ مانا اور جانے کا ارادہ نہ بچتا کر دیا تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ قسم اللہ کی میں گمان کرتا ہوں کہ آپ اپنے بیٹوں اور عورتوں کے درمیان میں قتل کیے جائیں گے جیسے حضرت عثمان قتل کیے گئے تھے۔

پھر بعد واقعہ شہادت کے بعض صحابہ نے برملا ان ظالمین کے رد بروہی منکر فرمایا جو انکی مغلوبیت حُب حسین پر روشن دلیل ہے۔ (الغیر ص ۱۱ نمبر جلد ۵)

الجواب :- اس عبارت کے یہ تو آپ کو یقیناً معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ جابر بن عبد اللہ انصاری۔ ابوسعید خدری ابوہریرہؓ لیشی ابن عباسؓ اس وقت موجود تھے۔ مگر کسی نے نصرت نہیں کی۔ ابن عمرؓ نے سب زیادہ مبالغہ کیا مانع ہوئے۔ معانقہ کر کے روئے مگر نصرت امام کے لئے نہ نکلی۔ چونکہ ان لوگوں کے حالات آئندہ مذکور ہوں گے کہ ترک نصرت امام سے یہ لوگ کس عذاب میں مبتلا ہوئے لہذا اس سے ہم یہاں تعرض نہیں کرتے۔ مگر اس قدر تو یقینی معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجتماع حضرت کے خلاف تھا خواہ دربارہ مطلق خرمیج ہو یا دربارہ قیام خانہ کعبہ اور ابن عمرؓ کا قول تو پہلے بھی مذکور ہو چکا کہ وہ مطلق مخالفت یزید کے مانع تھے مگر چاہتے تھے کہ جس طرح ہم یزید کے غلام بنے ہیں اس طرح حضرت بھی غلامی قبول فرمائیں تو اب وہی صورت ہو سکتی ہے۔ یا یہ کہ حضرت کی رائے غلطی پر ہو۔ یا صحابی کی حضرت کی رائے تو غلط ہو نہیں ہو سکتی کیونکہ واقعات ابعد نے بتا دیا کہ جن لوگوں نے حضرت کی رائے کی مخالفت کی تھی آخر انکو بھی یزید کی مخالفت کرنا پڑی۔ اور وہ لوگ بھی اسی طرح مارے گئے اگرچہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں پناہ لی ہو لہذا رائے اصواب وہی تھی جو امامؓ نے اختیار کی تھی۔ کیونکہ اگرچہ حضرت بھی شہید ہوئے مگر دین خدا کو قائم کر کے بخلاف ان صحابہ کے کہ غلطی بھی گئے اور کہانی کا ردین بھی نہ کر گئے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہی غلطی پر تھے اور یہ الزام ان پر بہ طور قائم رہا کہ فرزند رسولؐ کی کسی نے حمایت نہ کی۔ دین اسلام کے لئے کوئی سینہ سپر نہ ہوا کیونکہ جو صحابہ اسکے بعد مارے گئے وہ دین کی حمایت میں نہیں مارے گئے بلکہ دوسرے دوسرے جرائم پر جو درحقیقت عذاب خدا تھا ان پر بوجہ ترک نصرت امام علیہ السلام۔

اڈیٹر صاحب جو حواشی چڑھائے ہیں وہ تو بخوبی انکی ناصبیت کو ظاہر کر رہے ہیں کیونکہ اگر جناب امام حسنؑ نے معلویہ کو اس صلح کے ذریعہ سے حقدار خلافت تسلیم کیا تھا تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہؐ نے بھی کفار مکہ کو حقدار تصور کیا جن سے حضرتؑ اس طرح دیگر صلح کیا تھا کہ عمر صاحب کہا کرتے تھے کہ ستر آدمی بھی مل جاتے تو ہم اس صلح کو توڑ دیتے۔ پس اگر محض مصاحبت تسلیم حقیقت ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے یہ الزام رسولؐ پر آتا ہے کہ کفار سے حضرتؑ ایکیش برس تک لڑتے رہے ان کی حقیت کو تسلیم کر لیا حالانکہ تمام اہل علم کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ کو صلح حدیبیہ میں وہ مجبوری نہ تھی جو جناب امام حسنؑ کو صلح معلویہ میں تھی۔

نہیں نہیں بلکہ رب کے پہلے یہ الزام خدا پر آتا ہے جو رسولؐ کو اس طرح کا حکم دے رہا ہے۔

وان جنوا للسلام فاجنم لھا و توکل علی اللہ انتھو ھو السميع العليم۔

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف اہل ہوں تو تم بھی اُدھر اہل ہو جاؤ اور خدا پر توکل کرو کہ وہ سمیع و علیم ہے۔

اس سے بھی بطلان اجماع اور حقیقت انصاف ظاہر ہوئی کیونکہ خلیفہ دوم جو روح رواں اجماع ہیں وہ اس صلح کے بالکل مخالف ہیں مگر عمل رسولؐ بالکل اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم خدا عموم صلح پر ہے کہ اگر وہ صلح پر اہل ہوں تو تم بھی اُدھر میل کرو۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ رسولؐ خدا اس حکم کو چھوڑ کر اہل خلافت کے اس باطل اجماع کو قبول کرتے۔ یہی سیرت جناب امام حسنؑ تھی کہ جب دیکھا معاویہ صلح پر آمادہ ہے تو حضرتؑ نے صلح فرمایا کیونکہ خود قرآن میں ہے الصلح خیر صلح بہتر ہے۔

پس اگر نفس صلح سے خواہ کسی حال میں ہو تسلیم حقیقت لازم ہے تو سب سے پہلے خدا پھر اس کا رسول حقیقت کفار کو تسلیم کرنے والے قرار پاتے ہیں جس پر شاید کسی طرح اڈیٹر صاحب انجم ایمان نہ لائیں حالانکہ خود جناب امام حسنؑ کا قول بعد اس صلح کے تاریخ کال میں موجود ہے۔

وكتب الى معاوية لو اشرت ان اقاتل احدا من اهل القبلة لبدعت بقا لك

فاني تركك (اصلاح الامّة وحقق ما كان رصف ۱۲ جلد ۳)

کہ جب معاویہ نے قتال فردہ خارجی کی حضرتؑ کو دعوت دی تو جناب امام حسنؑ نے لکھا اگر ہم قتال کو کسی اہل قبلہ کے اختیار کرتے تو سب سے پہلے تجھی سے قتال شروع کرتے کیونکہ ہم نے تو تجھے اسی لیے چھوڑا ہے کہ امت کی اصلاح ہو اور خویزی موقوف ہو۔

اگر آپ حضرتؑ کے اس قول سے تسلیم حقیقت معاویہ سمجھتے ہیں۔ تو پھر نہ معلوم عدم تسلیم حقیقت کن لفظوں سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ ”کہ معاویہ کو جناب امام حسینؑ اور تمامی مسلمان امام واجب الطاعت تسلیم کر چکے تھے۔“

مگر حقیقت واقعہ یہ ہے کہ امام و خلیفہ کیا کسی نے ان کو تو مسلمان بھی نہیں سمجھا تھا۔ جیسا کہ خود رسولؐ کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ ان پر لعنت کرتی ہیں۔ بلکہ عروہ و عاص بن ارقطہ وغیرہ صحابہ بھی جو ان کے ذلہ خواہ تھے ان پر لعنت

کیا کرتے۔ امام شافعی تو اس قابل بھی نہیں جانتے کہ انکی شہادت قبول کریں تو کیا ایسا شخص مسلمان کہا جاسکتا ہے جس کو اتنے صحابہ واجب اللعن جانیں آپ نے کیا قول جناب امام حسینؑ ان طاعیتھ قد هلك۔ تاریخ کامل جلد ۴ میں نہیں ملاحظہ فرمایا ہے تو کیا جس شخص کو کوئی طاعنیہ کہے اس کو امام بھی سمجھ سکتا ہے۔

اگر جناب امام حسینؑ معاویہ کو امام واجب لاطاعت سمجھتے تو پھر اطاعت یزید سے کس طرح مخالفت فرماتے کیونکہ امام تو ہر امر میں واجب لاطاعت ہوتا ہے اور یزید کی خلافت پر اس نے نص کر دی تھی لہذا اگر امام حسینؑ معاویہ کو خلیفہ بلکہ مسلمان بھی سمجھتے تو کیونکر مخالفت کرتے۔ کیا آپ کو خلیفہ دوم کا حال نہیں معلوم کہ باوصفیکہ کل صحابہ ان کے خلافت کی ابتداء میں مخالفت تھے مگر چونکہ ابوبکر نے ان کو بالنص خلیفہ کر دیا سب ساکت ہو گئے۔ ہم ابوبکر خلیفہ مان چکے ہیں۔ پھر ان کے خلیفہ کو ماننا بھی ضروری ہے۔ پس اگر اس طرح کسی نے معاویہ کو خلیفہ مانا ہوتا تو یزید کی مخالفت نہ کی جاتی کیونکہ وہ تو مثل عمر خلیفہ منصوص ہوتا اور اس کی مخالفت سے صحابہ پر وہی حکم جاری ہوتا حالانکہ کوئی سنی اس کا قائل نہیں ہے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”اہل کوفہ نے انکو حضرت معاویہ کے زمانہ سے دعوت کے خطوط بھیجنے شروع کر دتے تھے۔“

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ نے معاویہ کو خلیفہ مانا تھا نہ تمام مسلمانوں نے کیونکہ اگر مسلمانوں نے ابوبکر خلیفہ مانا تو جناب امام حسینؑ سے کیوں استدعا کرتے۔ پس اس سے بھی اڈیٹر صاحب النجم کا وہ بیان غلط ہوا جو اس کے مدعی ہو کہ حضرت معاویہ کو خلیفہ مانا تھا۔

(۳) شیخ عبدالحق کا یہ قول کہ: بعد بیعت یزید امام حسینؑ کو تردد ہوا۔ محض غلط ہے کیونکہ تردد تو وہاں ہوتا ہے جہاں انسان کو علم نہ ہو اور یہاں تو جناب امام حسینؑ کو پورا علم ہے کہ کیا ہونے والا ہے کیا ہوگا۔ پھر کیونکر آپ کو تردد ہوتا۔

افسوس عبدالحق محدث دہلوی ایسا شخص ایک ایسا دعویٰ کرتا ہے کہ اگر وہ قبول کیا جائے تو معاذا اللہ امام حسینؑ کا ایمان ہی کمزور ٹھہرتا ہے کیونکہ جناب امام حسینؑ کی پیشین گوئیوں کی بنیاد پر اس واقعہ کا ویسا ہی یقین تھا جیسا کہ خدا کا یا اپنے وجود کا یقین تھا کیونکہ روز ولادت رسول اللہ سے اسکی خبر دے گئے تھے تو کیا کوئی شخص مسلمان ہو کر خبر رسول میں شک یا تردد کر سکتا ہے؟

اگر ہم ان احادیث کو لکھیں جن میں خود آں حضرتؑ نے اس کی خبر دی ہے تو ایک جلد اس میں تیار ہو سکتی مگر ہم مولوی مبین صاحب کی وسیلۃ النجات کا حوالہ کافی سمجھتے ہیں لہذا صفحہ ۱۶ مندرجہ اصلاح نمبر جلد ۱۶۔ کیا آپ نے تاریخ کامل صفحہ ۱۶ جلد ۴ میں یہ قول امام حسینؑ نہیں دیکھا ہے جو فرماتے ہیں:-

دائم الله لو كنت في حجر هامة من هذه الهوام لا سترجوني حتى يقضوا
بي حاجتهم والله ليعتدن علي كما اعتدت اليهود في السبت.

یعنی قسم خدا کی ہم سوراخ کے سوراخ میں بھی چھپیں تو یہ ہکو وہاں سے نکال لینے اور اپنے مطلب کو پورا کریں گے
قسم خدا کی جس طرح یہود نے روزِ سبت پر تعدی کی اسی طرح یہ ہم پر تعدی کریں گے۔
پھر اُسی کامل میں ہے۔

امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے کہ قسم بخدا یہ ہکو نہ چھوڑیں گے جب تک اس علقہ (قلب) کو ہمارے سینہ سے
نکالیں جب ایسا کریں گے تو خدا اُن پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو لہتہ حیض سے بھی زیادہ ان کو ذلیل کرے۔

(جلد ۲ ص ۱۶)

تو کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کو تردد ہوا۔ حالانکہ خود شیخ صاحب سماء الرجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں
فلما بویع یزید اراحم المیراث فضعف ابن عباس وابن عمر (صفحہ ۱۸ ورق)
جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی طرح کا تردد نہیں بلکہ بجز دسماعت بیعت یزید آپ نے قصد سفر کیا اگرچہ حضرت
ابن عباس و ابن عمر مانع رہے مگر آپ نے نہ مانا۔

آپ ابن الزبیر کے مشورہ کو لکھتے ہیں کہ اُس نے خردج کا مشورہ دیا جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت
نے اُس کے مشورہ پر عمل کیا ہو حالانکہ حضرت اس کے مشورہ سے بھی انقباض اور اس کی بائیت سے بھی۔ دیکھیے اُسی
کامل میں ہے۔

ابن الزبیر نے کہا جیسے آپ کے شیعہ ہیں اگر ہمارے بھی ہوتے تو ہم تو ہرگز نہ چھوڑتے اسے بوزخ
ہوا کہ کہیں لوگ ہتھ نہ کریں۔ پھر کہا اگر آپ حجاز میں قیام کریں گے اور اس کام کا ارادہ کریں گے تو ہم ہر طرح
مدد دیں گے کسی طرح آپ کے خلاف نہ کریں گے بیعت کریں گے خیر خواہی کریں گے۔ جناب امام حسینؑ نے فرمایا ہمارے
پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ خانہ کعبہ کے لئے ایک مینڈھا ہے جسکی بدولت اسکی حرمت برباد کی جائے گی۔
ہم نہیں چاہتے کہ وہ مینڈھا ہم ہوں۔ ابن الزبیر نے کہا تو اب یہاں قیام فرما کر ہم کو نائب بنادیکھئے
حضرتؑ فرمایا تم کچھ بھی نہیں جانتے پھر کچھ آہستہ باتیں ہونے لگیں۔ جبکہ بعد امام حسینؑ نے اور لوگوں سے
فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں قیام کریں ہم لوگوں کو آپ کے لئے جمع کرتے ہیں قسم خدا
کی اگر ہم مورچہ وغیرہ کے سوراخ میں بھی چھپ جائیں تو یہ وہاں سے نکال کر ہم کو قتل کریں گے اور بتلائے
عذاب ہونگے۔ اسکے بعد ابن الزبیر وہاں سے اُٹھ کر باہر چلا گیا اور حضرتؑ فرمایا ہمارے ترک قیام نہ
سے بڑھ کر اسکو کوئی شے دنیا کی محبوب نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے اگر ہم یہاں رہیں گے تو کوئی اس کو پوچھے گا
بھی نہیں اُسیلے چاہتا ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔

پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حضرت کو اپنے نتیجہ کا تو یہ علم یقینی ہو۔ اور مشورہ ابن الزبیر کو ایسا لغو
سمجھتے ہوں کہ اسکو صیغہ راز میں بھی نہ رکھنا چاہیں۔ اس پر اعتراض کیا جائے کہ حضرت کو تردد ہوا یا مشورہ ابن الزبیر پر
عمل کیا۔ حالانکہ ابن الزبیر کا کفر اور خانہ دانی عداوت آپ کو اچھی طرح معلوم تھی۔

اہانت میں جو لوگ مثل اڈیٹر المنجستہم ہیں ان کے نصب و خروج سے تو زمانہ واقف ہے مگر جو لوگ ویسی خارجیت نہیں رکھتے مثل شیخ عبد الحق دہلوی وہ بھی آہستہ سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ بدن میں آگ لگ جائے۔ کہاں جناب امام حسینؑ اور آپ کو کھڑی یہ یا ابن الزبیر میں شک ہو یا تردد؟

اس سے بھی بطلان اجماع واضح طور پر ظاہر ہو کہ ابن الزبیر ابن عباس۔ ابن عمر۔ جابر بن عبد اللہ ابوسعید خدری۔ ابو اقدلیثی سب کا اجماع ہے کہ آپ نہیں قیام فرمائیں مگر حضرت امام حسینؑ اس نص رسول پر عمل کر رہے ہیں کہ خانہ کعبہ کے لئے ایک بندھا ہے جس سے اسکی حرمت برباد ہوگی؟

اب اہل اسلام غور کریں فعل امام حسینؑ صحیح ہے جو اس نص کے مطابق ہے یا اجماع صحابہ چاہتے ہیں حدیث رسول کو غلط قرار دیں؟

کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اس حضرتؑ کی حدیث غلط تھی۔ حضرت نے جو خیر دی تھی وہ لغو تھی کہ آپ مکہ میں قیام کر کے حرمت خانہ کعبہ کو ضائع کرتے۔

اللہ اطہار خواہ جناب میر ہوں یا امام حسنؑ یا امام حسینؑ ان کا نصب العین ہمیشہ یہی رہا کہ احکام خدا اور رسول کی تعمیل کریں خواہ اس میں جان ہے یا جائے۔ اسی مصلحت سے جناب میر نے عہد خلفائے ثلاثہ میں جہاد بالسیف سے سکوت کیا کہ اس جہاد میں اسلام کی بربادی کا احتمال تھا۔ کیونکہ یہ دنیا پرست صحابہ اپنے اغراض فاسدہ کے حصول کیلئے یقیناً اسلام کو ذبح کر دیتے۔ اسی طرح جناب امام حسنؑ نے محض اسی لئے صلح کر لیا کہ نہیں کرتے تو اسلام تباہ ہوتا ہے۔

وہی نصب العین اس وقت جناب امام حسینؑ کے پیش نظر ہے کہ اگر آپ سکوت کرتے ہیں اور جہاد بالسیف نہیں کرتے تو یقیناً اسلام تباہ ہوتا ہے کیونکہ جس طرح خلفائے ثلاثہ کی خلافت جزو اسلام مان لی گئی ہے اسی طرح یزید کی خلافت بھی جزو اسلام مان لی جاتی لہذا حضرت کے اس جہاد نے نہ صرف یزید کے ضلالت کو ظاہر کیا۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کے ناحق ہونے کو بھی ظاہر کر دیا۔ کیونکہ وہ بھی تو بہ اجماع خلیفہ ہوئے تھے اور اجماع وہی ان کے یہاں مسلم البشوت ہوتا ہے جو مخالفت حکم خدا اور رسول ہوتا ہے۔

(۵) بے شک حضرت ابن عباس منع رہے اکثر روایات میں یہ مضمون ہے۔ مگر وہ نہ معصوم تھے نہ امام تھے جو اس تکلیف کو سمجھتے بلکہ ان کی نظر ظاہر اسباب پر تھی کہ وہ جانتے تھے جو بیخ خلفائے ثلاثہ ہو گئے ہیں وہ ضرور برباد ہو گا امام حسینؑ ضرور شہید ہونگے اس لئے وہ مانع رہے مگر جناب امام حسینؑ سمجھتے تھے کہ یہ شہادت حیات ابدی ہے جس سے اسلام زندہ ہو گا پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت حکم خدا اور رسول کی مخالفت کرتے اور محض جان بچانے کے لئے وہ کام کرتے جس سے اسلام ضائع ہو۔ کیونکہ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر زندہ رہے بھی تو کیا نتیجہ ہو گا جیسا کہ معلوم ہو چکا جو صحابہ اس کے بعد زندہ رہے کس قلت و خواری میں مبتلا ہوئے اور آئندہ بھی رکے حالات نہ کور ہوں گے۔

(۶) ابن عمر نے جو مشورہ دیا وہ البتہ قابل غور ہے۔ کیونکہ وہ طلب خلافت کو طلب دنیا قرار دیتے ہیں۔ تم کو بھی دنیا کی خلافت حاصل نہ ہوگی جس کے لئے کوفہ کا عزم رکھتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے والد اور ابو بکر و عثمان کو پورا دنیا دار

جانتے تھے جنہوں نے طلب خلافت کیلئے جنازہ رسول کو بے غسل و کفن چھوڑا۔

ہم کو تعجب ہوا ایڈیٹر انجم سے کہ کیونکر انہوں نے اس جملہ کو لکھ دیا جس سے ان کے خلفائے ثلاثہ دنیا دار قرار پائے۔ اے کاش وہ اس پر غور کرتے کہ اگر جائز تسلط و اقتدار حرام ہوتا تو رسول اللہ نے کفار سے کیوں جہاد کیا۔ کیونکہ اسکو تو کوئی نہیں کہہ سکتا حضرت اس لیے جہاد کیا کہ انکو قبول اسلام پر مجبور کریں کیونکہ کفر اکراہ فی الدین قرآن میں آج تک موجود ہے۔ پھر ضرور ہے حضرت کا جہاد یا تو بطور دفاع ہو کہ مسلمانوں پر ظلم نہ کر سکیں یا اس لیے کہ اسلام کا تسلط اور اقامت قائم ہو جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور ان لوگوں سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ و فساد بند ہو جائے اور دین سب خدا ہی کا ہو اور اگر باز آجائیں تو خدا

ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

پھر جس حکم خدا کی تعمیل نے رسول اللہ کو اس پر مجبور کیا تھا کہ وہ کفار سے جہاد کریں یہاں تک کہ دین خدا انہیں سے اُس سے جناب امام حسین کیونکر مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

مگر ابن عمر وغیرہ ایمان ہی کب لائے تھے جو سمجھتے کہ رسول اللہ نے کیوں جہاد کیا اور جناب امیر کیوں طالب خلافت تھے اور جناب امام حسین نے قیام بالسیف کیوں فرمایا۔

ابن عمر نے جو کچھ دیکھا تھا اپنے باپ کو اور ان کی ترکیبوں کو یا ابوبکر و عثمان کو کہ کس طرح وہ تحصیل دنیا کے لیے سرگرداں تھے کیا کیا تدبیریں کر رہے تھے لہذا انہوں نے سمجھا کہ حضرت بھی جو کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں اسی دنیا کے لیے کیے گئے حالانکہ خود جناب امام حسین نے اپنے سفر کے مقصد کو اپنے اس خطبہ میں واضح کر دیا تھا جو آپ نے لشکر حر کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ اس خطبہ کو دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت خلافت دنیا کے طالب تھے جو ابن عمر نے یہ کہا کہ ”تم کو بھی دنیا کی خلافت حاصل نہ ہوگی؟“

کیا رسول اللہ کی تشریف آوری مکہ سے کسی دوسری غرض سے ہوئی تھی اور جناب امام حسین کی دوسری غرض سے کیا اگر رسول اللہ کی اہل مدینہ مدونہ کرتے اور آپ شہید ہو جاتے تو ابن عمر یہی کہتے؟

جناب امام حسین حدیث رسول شاربے تھے کہ جو شخص ایسی حالت میں سکوت کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور ابن عمر صاحب کہتے ہیں کہ یہ طلب دنیا ہے۔ تو اب مسلمانوں کو اختیار ہے یا حدیث رسول کی تکذیب کریں یا ابن عمر کی غلط بیانی کا اعتراف؟

بیشک جناب امام حسین جزو رسول تھے اور اُسی خلافت کے طالب تھے جو خلافت رسول تھی نہ اس خلافت کے جو خلافت ابوبکر و عمر کو ملی کہ حدود و احکام خدا مطلق کے حلال خدا حرام کیا گیا حرام خدا حلال۔ اگر امام حسین اس خلافت کے طالب ہوتے تو سب سے پہلے اب ان کا ساتھ دیتے۔ مگر آپ تو چاہتے تھے کہ شریعت رسول اللہ زندہ ہو احکام خدا

جاری ہوں پھر کیونکر وہ لوگ ساتھ دیتے جو اسکے خلاف چل رہے تھے اور چلے یہاں تک کہ اسی وجہ سے اب
حسینؑ کو شہید کیا۔

ابن عمر اس قدر آرام طلب تھے کہ محض اسی آرام طلبی کے لیے انھوں نے حدیث رسول بنی الاسلام
علی خمس سے جہاد کو نکال دیا مگر اس کا نتیجہ یہ ملا کہ جب تک زندہ رہے غلامی کی زندگی بسر کی جیسا کہ ان حالات
میں مذکور ہو گا۔

(۷) ہم اس کو مانتے ہیں کہ روایات اہنت میں یہ ضرور آیا ہے کہ ابن عمر نے معافہ کیا اور رونے مگر کیا اسی کا
نام نصرت امام ہے کیا حضرت کی مصیبت پر عمر بن سعد نہیں رویا ہے یزید نہیں رویا ہے۔ تو اس طرح کے رونے
سے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی یہاں تو رونے کی ضرورت نہ تھی جان دینے کا موقع تھا کہ حضرت کی نصرت میں اپنی
جان کو نثار کرتے اور ایک ساتھ معرکہ کر بلا میں تشریف لے جاتے درعیان اسلام دیکھتے۔ خلیفہ دوم کے فرزند ارحم
ساتھ ہیں۔ پھر کس کو اس کی جرأت ہوتی کہ حضرت پر ہاتھ اٹھاتا۔

ابن عمر کا یہ جوش محبت اس سے کم نہ تھا جو ان کے باپ عمر صاحب رسول اللہ کے ساتھ دکھایا کرتے کیوں تو ہر
وقت اپنے ماں باپ کو فدا کرتے مگر حیثیت آٹل جاتے جیسا کہ قصہ جنگ احد سب کو معلوم ہے نہیں نہیں
ابن عمر نے تو وہ جوش بھی نہ دکھایا۔ کیونکہ عمر کم سے کم ساتھ جہاد میں جایا تو کرتے۔ انھوں نے اتنا بھی نہ کیا کہ امین
کے ساتھ کمر ہلاکے ملے تک جاتے اور مخالفین کو اپنی صورت دکھاتے۔ اگرچہ بھاگ ہی جاتے۔

غرض اگر آپ اس کو محبت سمجھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت حسین کو لپٹا لیا اور روئیے اور رخصت کیا
تو اس بہار ج زیادہ یزید پلید محب امام حسین علیہ السلام تھا جس بوقت رخصت جناب امام زین العابدین سے
کہا۔ جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے۔

جب یزید نے چاہا کہ ان حضرات کو رخصت کرے تو یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا سا ان سفر کرے اور
جناب امام زین العابدین کو بلا کر رخصت کرنا چاہا۔ تو کہا خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر قسم خدا کی اگر ہم سے حضرت سے
مقابلہ ہوتا تو آپ کی کوئی خواہش اسی نہ ہوتی جس کو ہم نہ قبول کرتے اور ہر طرح اس مصیبت کو آپ سے دفع کرتے اگرچہ
اس میں بعض اولاد بھی ہماری ہلاک ہوتی۔ مگر قضاے الہی یہی تھی جو تم نے دیکھا۔ (جلد ۴ ص ۲۶)

اب اڈیٹر صاحب انجم انصاف فرمائیں کہ محبت ابن عمر زیادہ ہے یا محبت یزید کیونکہ ابن عمر تو خالی معافہ کر کے
علحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور یزید قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہم ہر طرح امام حسین کی مدد کرتے اگرچہ اس میں ہماری بعض اولاد
بھی ہلاک ہو جاتی۔ پھر فرمائیے درجہ محبت کس کا زیادہ ہے۔ ابن عمر کا یا یزید کا۔

(۸) یہ قول ابن عمر بھی اسی کم معرفتی سے تھا جو اپنی رائے کو صائب سمجھے اور رک جناب امام حسین کو غلط کیونکہ
ان کے نزدیک تو جو کچھ تھا دنیا اور اسکی زندگی تھی جسکے مقابلہ میں سب کو بھیج سمجھتے۔ ورنہ یہ تو وہ واقعہ تھا کہ اگر قسم
سے نہ شریک ہوئے تھے تو مدۃ العمر اس پر رویا کرتے کہ کیسی مصیبت آئی جیسا باغیوں سے جنگ نہ کرنے پر ان کو ہمیشہ

افسوس رہا استیعاب ابن البرمکی میں ہے صفحہ ۳۸۱ جلد اول

عن عبد الله بن عمر قال ما اسي على شي الا اني لما قاتل مع على الفقة الباغية
 کہ ہم کو کسی امر پر افسوس نہیں ہے بجز اس کے ہم نے حضرت علیؑ کے ساتھ فتنہ باغی سے قتال نہ کیا۔
 اس روایت کو چھ طریق سے لکھا ہے۔

مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ندامت انکی سچے دل سے تھی۔ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک دنیا داری
 کلمہ تھا جو کہہ دیا اُسی قسم سے یہ کلمہ بھی کہا۔ فرق ہے تو اس قدر کہ جنگ معاویہ کے ترک میں اپنا تصور ظاہر کرتے ہیں اور
 یہاں پر جناب امام حسینؑ پر الزام ہے کہ آپ نے ہماری رائے کی مخالفت کی۔
 اس قسم کی ندامت عائشہ۔ ابو بکر۔ عمرؓ سے منقول ہے مگر کیا فائدہ کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔

واسر والندام تھے لما روا العذاب وقضى بينهم بالهتط وهم لا يظنمون۔
 کہ پوشیدہ کیا انھوں نے ندامت کو جب دیکھا عذاب۔ اور فیصلہ کیا گیا ان میں عدل سے اور کسی طرح کا ان پر ظلم نہ ہوگا
 واسر والندام تھے لما روا العذاب وجعلنا الاعلال في اعناق الذين كفروا هل
 يجزون الا ما كانوا يعملون۔

پوشیدہ کیا انھوں نے ندامت کو جب دیکھا عذاب اور ہمنے ڈال دیا کافروں کے گلے میں طوق حسرت آنا کہ
 تو اسی کی دی جائے گی جو عمل کرتے ہیں۔

پھر ابن عمر کو اس سے کیا نفع ہوا کہ انھوں نے ندامت ظاہر کی۔ جزا تو انکو عمل ہی کی دی جائے گی۔

(۹) جب آپ کے صحابہ خود رسول اللہؐ سے اس قسم کا مجادلہ کرتے اور حضرت کے احکام پر ایمان نہ لاتے تو اگر
 جناب امام حسینؑ کے ساتھ انھوں نے یہ سلوک کیا تو کیا تعجب ہے۔

چونکہ ان لوگوں کے حالات اس کے بعد کچھ تفصیل سے لکھے جائینگے اسلئے ہم ان لوگوں میں کوئی تفریق
 نہیں کرتے کہ کون درحقیقت معذور تھا اور کون غیر معذور۔ کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے اگر کوئی شخص کسی نبی کا ساتھ نہیں
 دے گا تو نتیجہ بجز قتل کیا ہوگا جیسا کہ ہزار ہا نبیاؑ اس طرح شہید ہوئے تو سمجھنا چاہیئے الزام نبی پر ہے یا امامت پر؟

غرض چونکہ موضوع رسالہ یہی ہے کہ دکھایا جائے صحابہ کا براؤ آل رسولؐ کیساتھ کیا تھا اور اڈیٹر النجم نے اس کی
 فرمائش کی ہے کہ ان حضرات کے شریک نہ ہونے کے واقعی اعذار جو نہایت قوی و صحیح تھے بیان کیے جائیں۔ لہذا ہم
 بھی کچھ تفصیل سے ان صحابہ کے حالات کو لکھتے ہیں کہ معلوم ہوا انکی عدم شرکت لہذا وہ معذور ہی تھے۔ لہذا راہ شہرت نفس
 عبد اللہ ابن عمر کے حالات میں ایک تحریر مولوی شبلی صاحب کی اللہ وکام میں شائع ہوئی ہے جسکو
 اڈیٹر اہل حریت اور بد رقا دیانی نے بھی بڑے فخر و مباہات سے نقل کیا ہے۔

اس تحریر میں جہاں تک بن بڑا ہے انکی مدح سرائی کی گئی ہے لہذا اس کے اقتباس کے ساتھ ہم اصلی
 حالات بھی انکے ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کیسے بزرگ تھے۔ کیونکہ جو فضائل بیان کئے گئے ہیں انھیں سے انکا اصل جو بڑھتا ہے۔

الندوة لکھا ہے "عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت عمر سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمر کے ساتھ اسلام لائے۔"

مگر لطف تو اسی روایت میں تھا کہ عبداللہ کا اسلام منہم ہوتا کیونکہ عمر کی بہن اور بہنوئی بھی پہلے اسلام لا چکے تھے چنانچہ جب بہن کا خون بہتے دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور حضرت کے پاس گئے تو آپ نے ایک ایسا جھٹکا دیا کہ مجبوراً اسلام قبول کرنا پڑا۔

الندوة بہر حال اُنکے بولوغ کا زمانہ نجاست کفر سے پاک ہوا لیکن بچپن ہی کے زمانہ میں اُن کو گنجینہ مراد ملا۔

مگر افسوس کہ جب جناب امیر کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ اُنکے خاندان میں کہیں کفر نے وجود ہی نہیں پایا حضرت نے متولدہ ہوتے ہی آغوشِ رسول میں تربیت پائی۔ تو اہلسنت خوش نہیں ہوتے بلکہ کہتے ہیں طفلی کے زمانہ کے اسلام کا کیا اعتبار۔ بہر حال اس فضیلت میں وہ عمر سے افضل نکلے۔

الندوة لیکن چونکہ اُنھوں نے عمر سے پیشتر ہجرت کر دی تھی اس بنا پر بعض راویوں نے اس تقدم کی نسبت خود اُن کے اسلام کی طرف کر دی مگر تقدم فی الهجرة بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔

تو اس سے لازم آتا ہے کہ عمر صاحب ابوبکر سے افضل ہوں کیونکہ عمر نے بھی تقدم فی الهجرة کی تھی جو بڑی فضیلت ہے اور اگر اسی وجہ سے راوی تقدم اسلام کے قائل ہوئے تو پھر عمر کے اسلام کو ابوبکر پر کیوں نہ مقدم کیا کیونکہ عمر نے ہجرت میں اُن پر تقدم کیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر کے تقدم اسلام سے ایک بڑا الزام عمر پر آتا تھا کہ بیٹا اُن کا مسلمان ہو گیا اور وہ کافر ہی ہے اس لئے اس روایت کی اس طرح تاویل کرنے لگے حالانکہ عمر صاحب کی سختی بھی معلوم ہے کہ وہ کس قدر مسلمانوں کی دشمنی میں سخت تھے۔

الندوة جب بدر کی لڑائی پیش آئی تو اُن کا سن ۱۳ برس کا تھا لیکن اُنھوں نے اسی سن میں شریک جنگ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کی لیکن جناب رسالت پناہ نے انکار کر دیا۔

مگر انس بن مالک کے حال میں لکھا ہے "حضرت انس بدر میں رسول اللہ کے ہمراہ گئے تھے یہ اس زمانہ میں بچے تھے" (اسد الغابہ ص ۱۸۱)

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو کس وجہ انصاف پر اعتماد تھا کہ انس کے ساتھ لیا جو دس برس کے تھے غالباً اور عبداللہ بن عمر کو ساتھ لیا جو تیرہ برس کے تھے۔ یا یہ وجہ ہو کہ آپ کو اُن کے باپ کی شجاعت معلوم تھی تو اُن کا حال بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گا اسی وجہ سے ساتھ نہ لیا۔

الندوة ۵۔ البتہ غزوہ خندق میں جب آپ کا سن ۱۵ سال کا تھا جناب رسالت پناہ نے اُن کو اجازت جنگ دی۔ مگر آج تک کسی نے یہ نہیں لکھا کہ اُنھوں نے کسی جنگ میں کسی کافر کو بھی مارا ہو۔ کیونکہ لڑائی میں شریک تو نہ کر چا کر سب ہی ہوتے ہیں کیا اس سے کوئی بہادر بھی بن جاتا ہے۔

الندوة ۶ فتح مکہ کے زمانہ میں اُنکی عمر ۲۰ سال کی تھی وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھے اُنکے ساتھ ایک بڑا نیزہ

تھا اور ایک چادر اڑھتے ہوئے تھے اور اپنے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے ایسی حالت میں رسالتِ آب نے ان کو دیکھا اور مدح و ثنا کے لہجہ میں فرمایا یہ عبد اللہ ہے۔ حضرت عبد اللہ: فتح مکہ کے شرف کو اپنا سب سے بڑا شرف اور خیر سمجھتے تھے۔

اس سے بھی بہت اچھی طرح معلوم ہوا کہ اصلی کام ان کا یہی تھا کہ گھوڑے کے لئے گھاس کاٹیں۔ حالانکہ بہادری کی شان یہ ہوتی ہے کہ دشمنوں کو مثل گھاس کاٹتے ہیں۔ بہر حال انکی شجاعت و جہادِ فردی کا فسانہ یہیں آکر ختم ہوا کہ فتح مکہ میں یہ گھاس کاٹ رہے تھے اور حضرت نے فرمایا یہ عبد اللہ ہے یہ عبد اللہ۔

فتح مکہ میں اگرچہ عام طور پر حکمِ جہاد نہیں تھا مگر پھر بھی جو بہادر تھے وہ اپنی بہادری دکھائے مگر ان کا کام یہی رہا کہ گھاس کاٹیں۔ کیونکہ اگر کسی جنگ میں انھوں نے کافر کو مارا ہوتا تو ضرور اس پر فخر و مباہات کرتے۔

انکارِ خلافت الندوہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر ہمیشہ خلافت سے انکار کرتے رہے جس کا ذکر ان کے فضائل میں آئے گا۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ جب امیر معاویہ اور حضرت علیؓ میں دومہ تبدیل میں لڑائی کی ٹھہری تو معاویہ ایک قوی ہیکل اونٹ پر نکلے اور کہا کہ وہ کون ہے جو خلافت کی خواہش کرتا ہے یا اسکی طرف گردن بلند کرتا تو میرے بس آج کے سوادِ دنیا کا خیال نہیں آیا تھا کیونکہ میں نے اس وقت ارادہ کیا کہ کہوں خلافت کی خواہش وہ شخص کرتا ہے جس نے تم کو اور تمھارے باپ کو مار پیٹ کر اسلام کے حلقہ میں داخل کیا لیکن پھر ہشت اور اس کی نعمتیں یاد آ گئیں اس لئے میں رک گیا۔ یہ استحقاق اور دعویٰ حضرت عبد اللہ بن عمر کو فتح مکہ ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کیونکہ فتح مکہ کے زمانہ میں امیر معاویہ اور ابوسفیان کافر تھے اور کفار کے ساتھ شریک جنگ تھے چنانچہ وہ اسی لڑائی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان مناقب میں اور صحابہ بھی اگرچہ شریک ہیں لیکن متعدد فضائل ایسے ہیں جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر نامِ صحابہ سے متاثر ہیں ہم ان مناقب کے الگ الگ عنوان قائم کر کے تفصیل لکھتے ہیں۔

اگرچہ تحقیق اسکی آئندہ آئے گی جہاں تفصیل اسکو لکھیں گے مگر یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ وہ خلافت سے منکر تھے بلکہ بات یہ ہو کہ ان لوگوں نے رہتے ہوئے کسی کو خلافت مل ہی نہیں سکتی تھی جنھوں نے بغاوت نص رسولؐ ایجا کیا تھا کہ جناب امیر کو خلیفہ نہ ہونے دین گے ان لوگوں سے ظلم زبیر عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص باقی تھے پھر ان کو خلافت کیونکر ملتی۔

عمر نے جب جناب امیرؓ کی ضروری کے لئے شوریٰ قائم کیا ہے تو منیرہ بن شعبہ نے کہا اپنے بیٹے کو خلیفہ کیجئے تو عمر نے کہا تو منافق ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ جو شخص اپنی زوجہ کو طلاق دینا بھی نہ جانے وہ کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے حالانکہ خود عمر بھی احکام طلاق سے ناواقف تھے۔

جو واقعہ جناب امیرؓ اور معاویہ کی جنگ کا لکھا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ عبد اللہ بن عمر اس جنگ میں شریک نہیں تھے۔ یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

ان کا نام خلافت میں ابو موسیٰ اشعری نے البتہ لیا تھا کہ جناب میرے کو معزول کر کے ان کو خلیفہ بناؤ مگر عمر وعاص نے یہ کہہ کر اڑا دیا کہ وہ خوابان خلافت نہیں۔

السند و ۵۔ اتباع سنت۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی زندگی کا مقصد صرف اتباع سنت تھا وہ اس کا اس شدت کے ساتھ التزام کرتے تھے کہ رسول اللہ نے جن درختوں کے سایہ میں کبھی آرام فرمایا تھا وہ ان کو پانی دیتے رہتے تھے تاکہ خشک نہ ہونے پائیں رسول اللہ نے کہاں کہیں نماز پڑھی تھی اس مقام پر ضرور نماز پڑھتے۔ اور جہاں ہمیں قیام فرمایا تھا وہاں ضرور قیام کرتے عام طور علم ہے کہ وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم تھے اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ مناسک حج میں رسول اللہ کے تمام سنن کا کحفاظ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے جہاں جہاں قضاء حاجت کی تھی وہاں وہ بھی ضرور قضاء حاجت کرتے ہی وجہ ہے کہ مقامات حج۔ میقات برمی رجار۔ استیلال وغیرہ کے مقامات کی تعیین و تحدید کے متعلق اکثر حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہیں۔ جب میں چونکہ جناب سالت پناہ عمرہ بجالاتے تھے اس لئے وہ بھی ہر سال جب میں عمرہ بجالاتے تھے وہ سخت خطرہ کی حالت میں بھی اتباع سنت سے باز نہیں آتے تھے چنانچہ جب حج او عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کا زمانہ تھا اور عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو حج سے اس بنا پر روکنا چاہا تھا کہ مکہ میں ہمیں عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہ کر لیں تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حسب معمول حج اور عمرہ کا سامان کیا لیکن انکی اولاد نے سوکا کہ یہ فتنہ فساد کا زمانہ ہے ایسا نہ ہو کہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں انھوں نے فرمایا کہ حدیبیہ کا واقعہ ہمارے لئے کافی ہے رسول اللہ حج کو نکلے تو کفار نے روک دیا۔ آپ رک گئے اسی طرح اگر ہم بھی روک دیے جائیں گے تو رک جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو رسول اللہ کے اقوال و افعال کا اس شدت کے ساتھ التزام تھا کہ خود جناب سالت پناہ کو منع کرنا پڑا صحابہ عام قاعدہ یہ تھکے اپنے خواب سائل اللہ کی حضور میں بیان کہتے اور آپ انکی تفسیر بیان فرماتے حضرت عبداللہ بن عمر کو بھی شوق یہ ہوا کہ اگر کوئی خواب لیکھوں تو حضور کی خدمت میں بیان کروں چنانچہ وہ سائل اللہ کے زلمے میں مسجد میں بیٹے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے میں نے دیکھا کہ وہ کنوئیں کی طرح تہ بہ تہ ہے اسکے دو کنارے ہیں اور اس میں کچھ لوگ ہیں جن میں پہچانتا ہوں یہ حالت دیکھ کر میں نے خدا سے پناہ مانگی اور اعدوؤ اللہ کہنے لگا اسی حالت میں مجھے دوسرا فرشتہ ملا اُس نے کہا گھبراؤ نہیں۔ اس خواب کو انھوں نے حضرت حفصہ سے کہا اور انھوں نے اسکو رسول اللہ سے بیان کیا حضور نے فرمایا عبداللہ تو اچھا آدمی تھا کاش وہ رات کو نماز پڑھتا چنانچہ انھوں نے بالاتزام شب بیداری کرنی شروع کی یہاں تک کہ جب جناب سالت پناہ کو اسکی خبر ہو چکی تو آپ نے فرمایا کہ کیا حج کو یہیں معلوم ہو کہ تم رات کو قیام کرتے ہو دن کو روزہ رکھتے ہو انھوں نے کہا ہاں میں ایسا کرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو تمھاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی نفس تمھارے جانیگا تم پر تمھارے نفس کا حق ہے بی بی کا حق ہے اس لئے روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔

الجواب۔ نہ معلوم یہ جملہ ان کے مدح میں لکھا ہے یا ذم میں کیونکہ اگر اتباع سنت رسول فعل مدوح ہے تو حضرت عمر کے متعلق کیا کہا جائے گا جن کے متعلق خود مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں :-

ایک دفعہ آں حضرت نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی اس بنا پر یہ درخت
مذکر سمجھا جانے لگا اور لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔
ایک دفعہ سفر حج سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں ایک مسجد تھی جس میں ایک دفعہ آں حضرت نے نماز
پڑھی اس خیال سے لوگ اس طرف دوڑے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کیے کہ فرمایا اہل کتاب انھیں باتوں
کی بدولت تباہ ہوئے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنا لیا (ص ۲۰ حصہ دوم)
اب کہیں ان سے پوچھئے کہ یہ لائف بھی تو آپ ہی کی کھنٹی ہوئی ہے عمر کی لائف الفاروق میں کھنٹی۔ ابن عمر
کی المندوبہ۔ میں پھر بتائیے کس فعل حق اور صواب تھا کیونکہ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا ابن عمر کی زندگی کا مقصد
اگر صرف اتباع سنت تھا۔ تو عمر کی زندگی کا مقصد محض مخالفت سنت۔ ابن عمر اگر ان درختوں کو پانی دیتے جس کے
سایہ میں حضرت بیٹھے تو حضرت عمرؓ درخت کو جس کے نیچے حضرت نے جہاد پر بیعت لی تھی جڑ سے کٹوا دیتے ابن عمر اگر اس
جگہ نماز پڑھتے جہاں حضرت نے نماز پڑھی تھی تو عمرؓ اس مسجد میں جانیے کھنٹی روکتے اور صحابہ کو کافر بتاتے۔
ابن عمر اگر حج میں رسول اللہ کے تمام سنن کا سحاط رکھتے تو عمرؓ کو اس درجہ مخالفت رسول پر اصرار تھا کہ
کہ متعہ اکج کو موقوف کیا۔ مقام ابراہیم کو بدل دیا جو عہد حضرت ابراہیم سے تا عہد رسول بلکہ تا عہد ابو بکر اپنے اصلی مقام پر تھا۔
اور اب دوسری جگہ ہے۔

مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں۔

”اسلام کا ایک اصول شاعر اللہ کی تعظیم ہے۔ اسی بنا پر کعبہ اور حجر اسود وغیرہ کے احترام کا حکم ہے
لیکن اسکی صورت صنم پرستی سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذہب میں اسی اصول سے رفقہ رفتہ
صنم پرستی قائم ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے مختلف موقعوں پر لوگوں کو اس غلطی میں پڑنے سے باز رکھا ایک بار
حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر علانیہ کہا اے اللہ! حجروانک کا تصرف و کلا تنفع
میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔“

حضرت عمرؓ کا یہ فعل مذاق عام سے جعفر الگ تھا اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بہت سے محدثین نے
جہاں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے وہاں یہ روایت بھی اضافہ کی ہے کہ اسی وقت حضرت رضی نے ان کو
ٹوکا اور ثابت کیا کہ حجر اسود فائدہ اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے کیونکہ وہ قیامت میں لوگوں کی نسبت شہاد
دے گا۔ لیکن یہ اضافہ محض غلط اور بناوٹ ہے چنانچہ متقدمین فن نے اسکی تصریح کی ہے (ص ۲۰ الفاروق)

ہم نے جو ابتدا میں لکھا تھا کہ اتباع سنت میں جو ابن عمرؓ کا نام لکھا گیا اسکی غرض نہ معلوم یہ ہے یا نہ۔ اسکی تصدیق
اس سے بخوبی ہو گئی کہ یہاں مخالفت سنت رسول میں عمرؓ کی اس درجہ تعریف کی گئی ہے کہ انھوں نے اسکو جہاں
مبالغہ کیا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی شبلی صاحب ابھی تک بوسنہ حجر اسود کو بت پرستی سمجھتے ہیں۔ اور رواج
صنم پرستی کا یہی سبب ہوا اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

تو ابن عمر کا یہ فعل کہ وہ اس درجہ اتباع رسول میں منہمک رہتے ضرور قابلِ مذمت فعل ہے۔ مولوی شبلی صاحب کو اس روایت کے انکار ہے جو جناب امیر نے بنی طہ عمر فرمایا تھا مگر انہیں تاسی علماء اہل سنت نے اس کی روایت کی ہے اور عمر کی ناقصیت کی بہت کامل دلیل ہے کیونکہ حضرت نے اپنے دعویٰ کو قرآن مجید سے ثابت کیا ہے جس پر عمر نے کہا: یا ابا الحسن لقد جعل الله بيننا وبينك ظهرا منك من الحلة غير قليل۔

اور بروایت سبل الہدیٰ والرشاد عمر نے کہا:۔

اعوذ بالله ان عيش في قوم مست فيهم يا ابا الحسن۔

یعنی ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم اس قوم میں زندہ رہیں جس میں آپ نہ ہوں۔ (ملاحظہ ہو تشیید المطامن ص ۵۵) عمر صاحب کو باخصوص احکام حج میں حضرت کی مخالفت میں اس درجہ کد رہی کہ حضرت نے اس خرچ میں بتایا کہ تمام حکم دیا تھا کہ عمرہ اور حج ایک ساتھ سجالاؤ مگر عمر کا حکم تھا کہ:۔

حج و عمرے میں فصل کرو کہ حج و عمرہ تمام ہو۔ اور عمرہ غیر ماہ حج میں ہونا چاہیے کہ عمرہ تمام ہو۔ (ازالۃ الخفاصہ) ابن عمر کی نسبت مولوی شبلی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم تھے مگر عمر اس درجہ اس سے بے علم تھے کہ ادالہ اخفا میں ہے۔

سئل عن العمرة وهو بمكة من اتي موضع اعمر قال ايت علي بن ابي طالب فسأله فقال علي حيث ابدت يعني من ميقات ارضه قال فاتي عمر فاخبره فقال ما اجد ذلك الا ما قال علي بن ابي طالب (ص ۵۳)

یعنی عمر سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص مکہ میں ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو کہاں سے شروع کرے۔ عمر نے کہا کہ حضرت علیؓ کے پاس جاؤ حضرت نے فرمایا ہاں سے شروع کیا ہے۔ یعنی جو میقات اُس کے اصلی وطن کا ہے وہاں سے احرام باندھنا چاہیے اُس نے اگر عمر سے بیان کیا کہا ہم بھی وہی پاتے ہیں جو حضرت علیؓ نے کہا۔ عمر نے چاہا تھا کہ خزائن و دفائن خانہ کعبہ کو جہاد میں صرف کریں۔ مگر جناب امیر نے روکا۔ (ص ۵۲) عمر سے سوال کیا گیا کہ شتر مرغ کے اندازوں کو اگر حالت احرام میں کوئی کھا جائے تو اُس کا کیا حکم ہے عمر نے اُس کو جناب امیر سے دریافت کیا۔ (ص ۵۴)

عمر کو یہ مسئلہ حج معلوم نہ تھا کہ طواف خانہ کعبہ کے پہلے عطر لگانا جائز و مباح ہے لہذا عمر نے حرمت کا حکم دیا۔ چنانچہ ازالہ الخفا میں ہے:۔

عمر نے عرفہ میں خطبہ دیا بغرض تسلیم حج تو کیا کہ جو شخص رمی الجمرہ کرے اُس پر سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں مگر عورت اور خوشبو لگانا۔ وہ نہ عورتوں کے پاس جائے نہ خوشبو لگائے جب تک طواف نہ کرے نہ صاحب کہتے کہ تمام فقہاء نے اس حکم عمر کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک حدیث عائشہؓ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حضرت نے قبل طواف خوشبو لگایا تھا۔ (ازالہ الخفاصہ ص ۵۵)

کہاں ابن عمر کی وہ حالت کہ مذاک حج کے وہ بڑے عالم مانے جاتے۔ اور کہاں عمر کی یہ حالت کہ خلیفہ بنو تعلیم احکام حج کر رہے ہیں مگر اس طرح کہ خلافت سنت رسول۔

عمر نے اجازت دی ازدواج بنی کہ حج کریں اور ان کے ساتھ عثمان و عبدالرحمان کو کر دیا شاہ ولی اللہ صاحب کہتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے عورتوں کو بغیر محرم جانا جائز ہے یا نہیں شافعی نے اسی فعل عمر سے استدلال کیا ہے جو از پر مگر جو لوگ منکر ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہو عمر نے بغرض محافظت توقیر ساتھ کیا ہو۔

جن لوگوں نے کتب سیر و تراجم کا مطالعہ کیا ہے ان کو معلوم ہے کہ اس حضرت نے حجۃ الوداع میں اپنے ازدواج کو حکم دیا تھا کہ یہ آخری حج تمہارا ہے اب اسکے بعد نہ کوئی حج کو کرے نہ گھر سے باہر نکلے۔ مگر عمر نے حکم رسول کے خلاف ان کو اجازت حج دی اور نامحرموں کو ان کے ساتھ کیا۔ اس سے بڑھ کر کیا مخالفت سنت ہو سکتی ہے پھر اسی ازالہ اسخفا میں ہے:-

حالت احرام میں حضرت عمر کی ناک میں خوشبو آئی آپ اس شخص پر جو خوشبو لگائے ہوئے تھا بہت خفا ہوئے۔ معاویہ نے وہ کان جو خوشبو دار اوڑھے تھے اُتر کر دیا شاہ صاحب فرماتے ہیں تمام فقہانے اس قول عمر کو نہیں مانا کیونکہ حدیث عائشہ سے رسول اللہ کا خوشبو لگانا ثابت ہے۔ (ازالہ اسخفا ص ۱۸)

اس سے بڑھ کر کیا مخالفت رسول ہو سکتی ہے۔ چونکہ اہل جاہلیت زمانہ حج میں خوشبو نہیں لگاتے تھے اس لیے عمر صاحب نے اپنے زمانہ میں اسکی ترویج چاہی۔

تمام صحابہ اسکے قائل تھے کہ اگر بروز قربانی عورت طواف کرے اُس کے بعد حیض شروع ہو جائے تو حج اسکا پورا ہو گیا۔ مگر عمر کہتے ہیں کہ نہیں اُس کو پھر طواف کرنا چاہیے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ تمام اہل علم نے قول عمر کو ترک کر دیا کیونکہ قصہ صفیہ وغیرہ سے اسکے خلاف ثابت ہے۔

عمر نے نکاح کو باطل کیا جو حالت احرام میں واقع ہو حالانکہ خود حضرت نے حالت احرام میں نکاح کیا ہے۔ یہ چند مسائل ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عمر صاحب کو کس درجہ کی مخالفت تھی سنت رسول سے کہ جہاں تک بن پڑا اسکے خلاف کیا۔ پھر مولوی شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابن عمر کو اس قدر اتباع سنت کا خیال تھا کہ جہاں جہاں حضرت نے تضائے حاجت کی تھی وہاں ابن عمر ضرور تضائے حاجت کرتے۔ کس قدر عبرت ناک ہے کہ اب کا وہ خیال بیٹے کا یہ خیال باپ تو اس درجہ مخالف رسول پر تلے رہتے۔ اور بیٹا یہ اثر دکھاتا۔

مگر ابن عمر کے اس حال پر وہ واقعہ یاد پڑا جو ملک العلماء و دولت آبادی کتاب ہدایت السعد کے جلد ۱۱۸ میں جس کا بیان ہے کہ ایذا الہیبت طاہرین کے ساتھ نہ نماز فائدہ دیتی ہے نہ دوسری کوئی عبادت۔ لکھتے ہیں

علامہ شعبی سے لوگوں نے پوچھا کہ زید بنی لوگ اہل قبلہ ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیجتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ایک اموی شخص نے ناکہ کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ کی ریش مبارک کا ایک بال لارہا ہے وہ اموی استقبال کے لیے کئی کس پابہ نہ گیا اور جس صندوق میں وہ ہوئے مبارک تھا اس کو اپنے سر پر رکھ کر شہر میں

میں لایا اور سات روز تک طلب بجا آ اور سترت و خوشی کا اظہار کرتا رہا ایسے شخص کے ایمان کے بار میں کیا کہا جائے گا۔ امام شعبی نے کہا اگر کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ کی نعلین مبارک اپنے سر پر رکھے اور قرآن مجید کی جوتیاں بنا کر پیر میں پہنے حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سم زدو جو اہر کیا تم ہار بنا کر گدھے میں پہنے اور عیسیٰ پر زنا کی تہمت رکھے جو حکم ایسے شخص کا ہو گا وہی اس اموی کا ہو گا۔ حضرت محمد مصطفیٰ کے زمانہ میں کچھ لوگ نماز میں شریک ہوتے اور اپنی نعلوں میں بت چھپا رکھتے ان کی یہ نماز، نماز نہیں۔

عبداللہ بن عمر کا ایسے ایسے جزئیات میں اتباع سنت کرنا کہ جہاں حضرت نے نعلین حاجت کی دہاں یہ بھی نفل حاجت کریں جہاں حضرت کسی درخت کے نیچے بیٹھتے تھے بالکل مشابہ اسی مرد کے جو حضرت کے موت شریف کے میٹوانی کو کئی کوس تک برہنہ پا گیا اور ضد دل کو اپنے سر پر رکھ کر لایا اور سات روز تک طلب بجا رہا کہ اگر حقیقت ابن عمر پر سنت نعلین تھے تو جناب امام حسین کی جان شاری میں حاضر ہوتے اپنی جان آفت تار کرتے نہ کہ دکھائی لے لیں اس طرح اتباع سنت کرتے اور باطن میں ایسے مخالف رہتے کہ نہ جناب امیر کی بیعت کی نہ جناب امام حسن کی نہ جناب امام حسین کی کسی طرح حمایت کی بلکہ جب اہل مدینہ یزید کو خلافت سے خلع کرنے لگے تو یہ مخالف بن گئے اور تلوار نکال کر فیصد کرنے چلے کہ جو یزید سے لڑے گا اس سے ہم جنگ کریں علامہ دولت آبادی اسی جلوہ سابعہ میں لکھتے ہیں :-

خزائنہ جلالی میں غرر السیر امام تعلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز عبدالملک بن مروان کے وزیر نے جو ایک بڑا بادشاہ اور مردانیوں کے لیے باعث فخر تھا امام شعبی سے جو اجلہ علم و تابعین میں سے تھے پوچھا کہ تم اس مسئلے کو جس نے امت کو مشکل میں ڈال دیا ہے کیوں حل نہیں کرتے ہو کہ خلفائے بنی امیہ جیسے یزید وغیرہ احکام شرع پر عمل اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگداشت کرنے کے باوجود اس حضرت کے فرزندوں اور جگر پاروں کی اذیت و ایذا رسائی کرتے اور اہلبیت رسول چنے بلا اختلاف اس حضرت کے خون اور گوشت ہست میں شریک ہیں قلبی عداوت رکھتے ہیں چنانچہ ان میں سے کسی کو زہر دیا کسی کو تہ نین کیا اور کسی کو قید کر کے اذیت پہنچاتے ہیں۔ ان کے بدستوں اور ہوا خواہوں کو تکلیف دیتے اور قتل کرتے ہیں۔ جو شخص محبت کے ساتھ ان کا نام لیتا ہے اس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور ہر منبر اہلبیت پر لعنت کرتے ہیں پس یہ لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ بعض اصحاب پیغمبر جو ابھی زندہ ہیں کیوں اس مسئلے کو حل نہیں کرتے؟ امام شعبی نے عبدالملک کے وزیر کی طرف رخ کیا اور اسی مجمع کے اندر کہا کہ میں اور جملہ تابعین حیرت زدہ ہیں اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ خلفائے بنی امیہ کو جن میں معاویہ اور عبدالملک بھی شامل ہیں اسی بنا پر کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، عیدین اور جمعے کی نمازیں پڑھتے ہیں، حج بجالاتے ہیں اور بظاہر نمازیں ادا کرتے ہیں ہم دشمن کہتے ہیں، انکو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ منافق جانتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ محض اپنی دولت و حکومت کے قیام و استحکام کی مصلحت سے احکام شرع کی پابندی کرتے ہیں۔

امام شعبی نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی رحلت کو ۵۰ برس گزر گئے چند روز سے لوگ باقی بچ رہے ہیں

اور جس تاریخ سے کہ یزیدوں نے امام حسینؑ اور دیگر سنی ہاشم کو کربلا میں انتہائی جانکاہ اور ہولناک طریقہ پر قتل کیا اعدائے اہل بیت کو گرفتار کر کے لوندیوں کی طرح دمشق میں لے آئے پیغمبرؐ کے وہ اصحاب زندہ تھے انھوں نے اس کے مسلمانوں کو منہ نہیں دکھلایا نہ نماز جماعت میں شریک ہوتے نہ جمعہ میں۔ بعض اپنے گھر دین میں گوشہ نشین ہو گئے بعض اپنے اہل و عیال گھر مکان کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں پر جا بسے لوگوں سے میل جول بات چیت ترک کر کے مصائب اہلیت کی یاد میں مشغول رہے۔ میں (شعبی) نے ان میں سے بعض لوگوں سے پوچھا آپ لوگ جمعہ، عیدین اور حج سے منہ موڑ کر بالکل گوشہ نشین کیوں ہو رہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ایسی امت والوں کا جو ظاہر کلمہ گو اور نماز گزار ہیں اور پیغمبرؐ کے جگر گوشوں کو ہلاک کرتے اور دنیا کے واسطے کفر و نفاق دل میں چھپاتے ہیں، منہ نہیں دیکھ سکتے اس امت نے جو حرکت کی ہے حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک کسی امت نے ایسی حرکت نہ کی ہوگی۔ جن اگلی امتوں نے انبیاء کو قتل کیا وہ انبیاء کے دین سے باہر ہو چکے تھے کسی شخص کو بھی دنیا میں ایسی قوم نظر نہ آئے گی۔ جو ان کے بظاہر کلمہ گو بھی ہوں انکی شریعت پر عمل بھی کرتے ہوں اور ان کے نواسوں کو ذبح کریں اور ان کے سردوں کو کاٹیں جنھوں نے پیغمبرؐ مصطفیٰؐ میں پرورش پائی ہو اور سردوں کو کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیں اور ان کے اہل و عیال کو مثل بندوں کے برد بیز کریں اگرچہ مصطفیٰؐ رحمۃ اللعالمین نہ ہوتے تو اس واقعہ کی وجہ سے کوئی مسلمان بھی زندہ باقی نہ رہتا سب مسوخت ہو جاتے اور ایسا قہر نازل ہوتا کہ زمین پر کوئی متنفس بھی زندہ نہ رہتا۔ پس صحابہ نے کہا ایسے ہولناک واقعہ کے بعد کیسے ممکن ہے کہ ہم اس امت کا منہ دیکھیں ہم پیغمبرؐ کے اصحاب ہیں پیغمبرؐ کی برسوں ہم نے خدمت کی ہے۔ عزیز من! اگر قوم کی ایک فرد بھی نافرمان ہو تو ساری قوم شرمندہ ہوتی ہے اور اگر عورتوں میں سے ایک عورت بھی بدکاری کرتی ہے تو وہ ساری عورتوں کو شرمندہ کرتی ہے اس لئے کہ دیگر کے ایک دلنے کو چمک کر اندازہ کر لیا جاتا ہے کہ ملک ہے یا نہیں چاول پک گئے ہیں یا کچے ہیں عبدالملک کے وزیر اور دیگر ثقہ لوگوں نے امام شعبیؒ سے جب یہ بات سنی تو انھیں بڑا تردد ہوا اور انھوں نے کہا بنی امیہ کے امن قابضان حکومت کا دھمکے ایمان در اسخا لیکہ انھوں نے اہلیت پیغمبرؐ کو اذیتیں پہنچائیں ان کے خون سے ہاتھ رنگے انھیں ہلاک و برباد کیا قطعی طور پر نفاق ہے اور جو شخص انھیں دیکھتے ان سے وابستہ ہو وہ صدمہ کی گمراہ ہے پس وزیر اور حاضرین مجلس نے پھر سے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوئے وزیر نے وزارت کے دست برداری کی اور توبہ و استغفار کیا۔ میرے عزیز تم اس سے قیاس کرو کہ جو حادثہ حسینؑ مظلوم پر گذرا اگر وہی سلوک غلام نے اپنے آقا کے فرزند کے ساتھ مرید نے اپنے پیر کی اولاد کے ساتھ اور شاگرد نے اپنے استاد کے فرزند کے ساتھ کیا ہوتا تو اس کا دھمکے شاگردی و مریدی نفاق ہوتا یا نہیں۔

اس عبارت کو پڑھیے اور ابن عمرؓ کے حالات کے لئے کہ ان کا اتباع سنت میں استقامت تمام اسی قسم کا ہے یا نہیں کہ بظاہر توبہ و استغفار ہے مگر باطن میں ایسے منافق ہیں کہ شہادت فرزند رسولؐ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا اسی طرح یزید کے طرفدار بنے رہے۔

غضب خدا حضرت نے ماہِ رجب میں جو ایک دفعہ عمرہ کیا تھا تو اسکی ان کو یہ پابندی ہوئی کہ ہر سال یہ عمرہ کرتے تھے مگر تیس سال تک جو اس حضرت کو دیکھا کہ شبِ دروزہ اہلبیت طاہرین سے محبت کرتے ہیں اُن کا لب و دندان چوستے ہیں اُن کے فضائل و مناقب میں ہزاروں نہیں لاکھوں حدیثیں بیان کرتے ہیں اُس کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس واقعہ کو المندوہ نے بڑے فخر و مباہات سے بیان کیا ہے کہ زمانہ جنگِ یمود ابن الزبیر میں جبکہ خاص کعبہ میں جنگ ہو رہی تھی یہ حج کو نکلے اند کسی کا کہنا نہ مانا۔

اس سے تو اور بھی ہمارا دعویٰ قوی ہو گیا۔ کیونکہ وہی صورت ہو سکتی ہے۔ یا یہ کہ ایسے شجاع اور بہادر تھے کہ اُن پر اُس جنگ کا کوئی اثر نہ تھا جس سے وہ اس طرح بے خوف و خطر چلے گئے تو اگر جناب امام حسینؑ کے ساتھ یہ ہوتے تو کسی فتحِ عظیم ہوتی۔

یہ کہ اُن کا اثر ایسا غالب تھا کہ ان کو دیکھ کر سب ادب کرتے اور جنگ موقوف کرتے تو اس صورت میں اور بھی ضرورت تھی کہ یہ جناب امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے کہ حضرت اس بیکی سے شہادت نہ پاتے کیونکہ یہ یقینی ہے یزید۔ یا ابن زیاد۔ حجاج سے زیادہ ظالم نہ تھا جب حجاج نے اُن کا اس قدر ادب کیا کہ جنگ میں اُن کو تکلیف نہ پہونچے۔ تو اگر یہ جناب امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے تو یقیناً ابن زیاد اور یزید اُن کا زیادہ ادب کرتے اور جناب سید الشہداء اس طرح پر شہید نہ ہوتے۔

المندوہ نے اس واقعہ پر بڑا فخر کیا ہے مگر اُن کو معلوم نہیں کہ حجاج کو تو عبد الملک کا حکم تھا کہ اُن کی پیروی کیا کر دچنانچہ اسد الغابہ میں ہے ترجمہ مولوی عبد الشکور۔ ص ۷۷ جلد ۱
”عبد الملک بن مروان نے اسی حجاج کو حکم دیا تھا کہ تو ابن عمر کی اقتدار پس حضرت ابن عمر تمام مقامات میں یعنی عرہ وغیرہ میں حجاج سے آگے رہتے تھے“

پھر جو شخص ایسا مخدوم و مطاع خلیفہ ہو تو کس کی مجال تھی کہ اُن کو اس جنگ میں مار لیتا۔ کیونکہ سیرتِ مخالف اس جنگ میں ابن الزبیر تھا جو ان کا گہرا دوست تھا اور فوجی سب اہل مکہ اور مدینہ و مملکت صحابہ کھے پھر وہ کیونکر اُن کو صدمہ پہونچاتے۔

ہم جو بار بار صحابہ کی عدم شرکت پر در رہے ہیں تو اسی بنیاد پر کہ اُن کی محض شرکت حضرت کے لیے بڑے بھاری سیر کا کام دیتی۔ کیونکہ معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت و خلافت سے جو چالیس برس تھی سب کو یہ سمجھا رہا تھا کہ جناب امیر اور حسینؑ خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کے دشمن ہیں۔ اس لیے اور بھی صحابہ پرست اشخاص ان حضرات کے دشمن تھے۔ اگر دو چار صحابی جو مشاہیر زمانہ سے تھے حضرت کے شریک ہوتے تو سب جان جلتے اُن کا قتل جائز نہیں چنانچہ جنگِ جمل و صفین میں چونکہ اہل بدر و دیگر صحابہ جناب امیر کے شریک رہے۔ اس لیے وہ غلبہ معاویہ کو نہ ہو سکا۔ حالانکہ عائشہ و طلحہ و زبیر بڑے با اثر اشخاص تھے مگر چونکہ بہت سے صحابہ جناب امیر کے ساتھ تھے خصوصاً وہ صحابہ جن کو ہر کس

و اُس جانتا تھا کہ یہ اعلیٰ درجہ کے صحابی ہیں مثل حضرت عمار یا سر وغیرہ بزرگان دین کے ایسے حضرت ہی کہ کامیابی ہوئی۔
 اسی طرح ابن عمر اگر جناب امام حسین کے ساتھ ہوتے تو پھر کسی کو شاید ہی اسکی جرأت ہوتی کہ حضرت پر ہاتھ اٹھاتا۔
 مگر وہ عداوت جو موردنی تھی۔ اور وہ برتاؤ جو اپنے باپ خلیفہ دوم کا دیکھ چکے تھے اُس نے ابن عمر کو نہ نکلنے دیا
 اور اُن کے نہ نکلنے نے حضرت کو اس طرح شہید کرایا۔

الندوة لکھا ہے کہ ابن عمر کو نہایت درجہ اقوال و افعال رسول کا احترام تھا مگر انبوس ہی مولوی شبلی
 الفاروق میں لکھتے ہیں:-

مکتب سیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ ہمسکے ایسے موقع پیش آئے کہ جناب رسول اللہ نے کوئی کام کرنا
 چاہا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی (صفحہ ۲۳۶)
 پھر یہ لکھتے ہیں:- و اقلوا الروایة عن رسول الله وانا شریککم۔

یعنی عمر نے حکم دیا کہ جہاں تک ہو سکے رسول اللہ سے روایت کم کی جائے اور میں تمہارا شریک ہوں (صفحہ ۲۳۷)
 ان عمر حبس ثلاثہ۔ ابن مسعود و بالدرعاء والمسعود الا نصاری فقال قد اکثرتم
 الحديث عن رسول الله۔

حضرت عمر نے عبد اللہ بن مسعود۔ ابو دردا اور ابو مسعود کو محبوس کیا۔ اور کہا کہ تم لوگوں نے آں حضرت سے بہت
 حدیثیں روایت کرنی شروع کیں (صفحہ ۲۳۴ الفاروق)

اس حبس بیجا کا اثر جو ابن مسعود پر پڑا اس کو خود مولوی شبلی صاحب ان الفاظ سے لکھتے ہیں:-
 مد عبد اللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے اُنکی نسبت محدثین نے لکھا ہے۔
 وہ روایت میں سخت کرتے تھے اور اپنی شاگردوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں پروائی
 نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کم حدیثیں روایت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سال بھر قال رسول اللہ
 نہیں کہتے تھے (صفحہ ۲۲۵ الفاروق)

عمر اور ابن عمر کا جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے کہ ان کے حالات و خیالات بالکل ضد میں واقع
 ہوئے تھے اپنے باپ کے کیونکہ عمر کی توبہ تاکید تھی کہ حضرت کی حدیثیں جہاں تک ہو کم بیان کی جائیں۔ اور ابن عمر کا یہ
 حال کہ اقوال و افعال رسول سے انھیں حصے زیادہ دیکھی تھی۔

یہ الزام ابن عمر پر۔ اسی زمانہ میں قائم ہوا تھا کہ وہ خلاف فتوائے عمر فتویٰ دیتے ہیں۔

کسی شخص نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا حج قیہ جائز ہے یعنی عمرہ و حج ایک ساتھ، تو عبد اللہ بن عمر نے کہا
 حلال ہے۔ شامی نے کہا مگر تمہارے باپ تو منع کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا اگر ہمارے باپ منع کریں اور رسول اللہ
 اجازت دیں۔ تو کس کا حکم مانا جائے۔ شامی نے کہا حکم رسول اُس پر ابن عمر نے کہا تو رسول اللہ نے ایسا
 کہلے۔ (صحیح ترمذی)

جس سے معلوم ہوا کہ خود ابن عمر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ تم اپنے بچے خلاف فتویٰ دیتے ہو جس کو ابن عمر نے تسلیم کیا اور جواب دیا مگر توبہ تباؤ باب کا حکم زیادہ قابل قبول ہے یا حکم رسولؐ۔
طرہ توبہ ہے کہ سنن نسائی میں ہے:-

باب التمتع من كتاب مناسك الحج

عن ابن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول والله اني لا اهاكم عن التمتع وانها الفى كتاب الله ولقد فعلها رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحج
ابن عباس کہتے تھے کہ ہم نے عمر کو کہتے سنا قسم خدا کی ہم منع کرتے ہیں حج تمتع سے حالانکہ وہ کتاب خدا میں ہے اور رسول اللہ نے خود کیا ہے۔

اس سے کمال درجہ کی جرأت عمر ظاہر ہے کہ باوصفیکہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حکم خدا و فعل رسولؐ سے ثابت ہو مگر ہم اس سے منع کرتے ہیں۔ مگر ابن عمر حکم خدا و رسولؐ کو حجت مانتے ہیں اور حکم پدر کو رد کرتے ہیں مگر افسوس تو یہ کہ یہاں تو ابن عمر نے اس دلیل کو پیش کیا مگر دوسری جگہ اسکو بھول گئے:-

کسی نے ابن عمر سے پوچھا کہ عورتوں سے منع جائز ہے یا نہیں؟ تو ابن عمر نے کہا وہ حرام ہے۔ اُس نے کہا ابن عباس تو اس کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ابن عمر نے کہا تو عمر کے زمانہ میں کیوں نہ بولے اگر عمر کے زمانہ میں کوئی متع کرتا تو ضرور سنگسار کرتے۔ (کنز العمال)

یہاں عقل انسانی حیران ہے کہ ابن عمر متع الحج میں تو رائے ظاہر کرتے ہیں کہ حکم رسولؐ ماننے کے لائق ہے نہ حکم عمرؓ اور یہاں بالکل الٹ گئے کہ متع النساء میں یہ کہا ابن عباس عمر کے زمانہ میں کیوں نہ بولے۔ اگر عمر کے زمانہ میں کوئی گمراہ تو سنگسار ہی کیا جاتا۔
الندوة کا لکھا ہے کہ:-

”ابن عمر کو خواب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو ایک روز دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے میں دیکھا کہ وہ کنوئیں کی طرح تہہ ہے اسکے دو کنارے ہیں اور اسیں کچھ لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں“
اقول۔ مگر افسوس اڈیٹر البختم نے ترجمہ اسد الغابہ میں اسکو الٹ دیا کہ:-

ابن عمر نے یہ خواب دیکھا میرے ہاتھ میں ایک ٹکڑا استبرق کا ہے میں جنت کے جس مقام کی طرف اشارہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا مجھے وہیں اڑا لیا ہے۔ (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۶ ص ۷)

اس افترا کا کیا جواب دیا جائے کہ اصل روایت کیا ہے اور انھوں نے کیا بنادیا۔ کیونکہ جواب رسول اللہؐ دونوں روایت میں ایک ہی ہے جس سے معلوم ہوا اصل خواب ایک ہی ہے:-
”حضورؐ نے فرمایا عبد اللہ کیا اچھا آدمی تھا کاش وہ رات کو نماز پڑھتا“
جس سے معلوم ہوا کہ حضرتؐ نے اُن کو جنتی نہیں کہا۔

الندوة۔ صحابہ میں رسول اللہ کے اقوال اور ادا امر کے بلا کم و کاست بجالانے میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا۔

اقول اگر انفسوس اس میں ہاں بالکل باپ کے مخالف تھے کیونکہ عمر صاحب کا حال معلوم ہو چکا ہے انھوں نے کوئی دوسری مخالفت سنت رسول میں اٹھانہ رکھا۔ پس اگر فیصل بن عمر مدوح تھا تو عمر کے حق میں وہی کہنا چاہیے جو مخالف رسول اللہ کے لئے حکم ہے۔

الندوة۔ اسی بنا پر عبد الملک بن مروان حجاج کو لکھا تھا کہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمر کی اقتدا کرو۔ اقول ابتداء اسکی یہ ہوئی کہ سسہ میں جب حجاج نے ابن الزبیر کا محاصرہ کیا ہے اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسانا شروع کیا تو عبداللہ بن عمر نے از خود حج کی ابتدا کی اور حجاج کو کہلا بھیجا۔

اتقوا الله والكف هذه الحجة عن الناس کہ خدا سے ڈرو اور سنگ باری موقوف کرتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ دربار خلافت میں ان کو کیا رسوخ تھا کہ حجاج ایسے ظالم و سفاک کے مقابلہ میں یہ اسطرح حج کرتے ہیں۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ اگر یہ ہمراہی جناب امام حسین سفر عراق کرتے تو مخالفین پر کیا پڑتا اور حضرت کیوں اس نیکی سے شہید ہوتے۔

مگر عجیب فقر لکھا "وہ موقع ریاضے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور اپنی اقتدا اُسی حد تک جالارہتے جہاں تک ابتداء سنت سے تعلق تھا اور اپنے ذاتی افعال کی تقلید وہ کبھی پسند نہ کرتے چنانچہ ایک دفعہ حج میں سر کے ساتھ سینہ کا بال بھی منڈوا دیا تو کہہ دیا یہ سنت نہیں بلکہ میرے بال مجھے تکلیف دیتے تھے اس لئے میں نے منڈوا لئے۔

اقول مگر اس تقریر کو مسئلہ ریاضے کیا تعلق کیونکہ اس کا اظہار تو ان پر واجب تھا ہاں یہ معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے صحابہ اور تابعین ایسے جاہل تھے کہ ان کو شریعت کے احکام کچھ نہ معلوم تھے جس صحابی کو کوئی فعل کرتے دیکھتے اس کو سنت سمجھ لیتے۔ جس سے نہ اسباب رعبہ کی بنیاد پڑی مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب امام الکلام میں لکھتے ہیں

كان الصحابة رضي يختلفون في الامور الشرعية وليقيمون على ما ذهبوا اليه
دلائل ظنية او نصوصاً صريحة

یعنی خود صحابہ امور شرعیہ میں اختلاف کرتے اور اپنی اپنی رائے پر دلائل ظنی یا نصوص صریحہ قائم کیا کرتے پھر بتائیے اختلاف نہ پیدا ہوا تو کیا ہو یہاں تک کہ حدیث ہی اس بارے میں بناؤ الی اختلاف اصحابی لکم رحمة جس پر اسحاق موصلی و عمر بن بحر جاحظ فرماتے ہیں۔

لو كان الاختلاف رحمة لكان الاتفاق نقمة (امام الکلام ص ۷)
کہ اگر اختلاف رحمت ہے تو چاہیے اتفاق نکت ہو (یعنی غضب خدا)

الندوة۔ ابن عمر نے اپنی تمام زندگی زیادہ اور اعراض عن الدنیا میں بسر کی۔

اقول مگر تو ایچ کہتی ہیں وہ ایسے طلوع تھے کہ دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالنا ہی نہ کال ہوا۔

فلما مات زیاد عزمه^۱ ربه على البيعة لانه يريد فارسل الى عبد الله بن عمر
ماثه الف درهم فقبلها فلما ذكر البيعة ليزيد قال ابن عمر هذا اراد ان ديني
عندي اذ الرخيض وامتنع (۱۹۹)

یعنی موت زیاد کے بعد معاویہ نے زید کی بیعت لینی چاہی تو عبد اللہ بن عمر کو لاکھ درہم بھیجا جس کو انھوں
نے قبول کیا اسکے بعد بیعت زید کا تذکرہ کیا گیا تو کہا اسی لئے یہ روپیہ بھیجا تھا۔ تو ہمارا دین بہت سستا ہے۔ اسکے
بعد بیعت سے انکار کیا۔

جبکی غرض تھی کہ اور بے چارے وہی ہوا اور پھر ایسے زید کے طرفدار بن گئے کہ جو اسکی مخالفت کرتا اس سے لڑنے کو تیار ہوتے۔
الندوة۔ زید و اعراض عن الدنيا کا صحیح اندازہ صرف جاہ پرستی کے موقع پر ہوتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر کے
لئے میں خلافت سلطنت بدل کر جاہ پرستی اور عیش پسندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہو گئی تھی اس بنا پر مدعیان خلافت میں
ہم جنگ و جدل رہتی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ انکی خلافت پر آمادہ ہو جاتے لیکن انھوں نے
اس کی خواہش نہیں کی۔

۲ قول۔ یہ سچ ہے کہ عبد اللہ بن عمر کی طبیعت بالکل خلاف طبیعت حضرت عمر پیدا ہوئی تھی۔ عمر صاحب کو
موجو شریعت رسول کا شوق تھا۔ تو ان کو بقول آپ کے اتباع سنت کا شوق تھا۔ عمر اگر ان دھتوں کو کٹوا دیتے۔ جہاں
رسول اللہ نے کوئی کام کیا تھا تو بقول آپ کے یہ پانی دیا کرتے۔ اس لئے ممکن ہوا کہ بخلاف عمر خلافت کی خواہش نہ ہو۔
مگر بات یہ تھی کہ ایک موقع پر حضرت عمر نے ان کی نااہلی خلافت کے لئے بیان کی تھی۔ اس سے پھر ان کو کبھی
رات نہ ہوئی اور سمجھتے تھے کسی طرح خلافت ان کو مل ہی نہیں سکتی کتاب الامامة والسياسة میں ہے۔
حضرت عمر نے قصہ ثورئی میں جب جناب امیر عثمان طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص عبد الرحمن کو نامزد کیا ہے کہ
انھیں چھ آدمیوں سے کوئی خلیفہ ہو تو کہا ہمارے بیٹے عبد اللہ کو شریک مشورہ کرنا مگر اسکو استحقاق نہیں ہے
اُس پر لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین وہ لائق خلافت ہیں اُن کو خلیفہ بنائیے ہم سب رضی ہیں عمر نے کہا کافی ہے
آل خطاب کہ ایک شخص اُن میں سے خلیفہ ہو۔ اس کو کوئی حق خلافت نہیں ہے۔ پھر کہا لے عبد اللہ (بن عمر)
تم ہرگز ہرگز خلافت کا جامہ نہ پہنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب کی خوشامد میں لوگوں نے اس وقت کہا تھا
اُن کو خلیفہ بنائیے۔ مگر عمر صاحب اُن کی قابلیت کو جانتے تھے اور سمجھتے تھے کسی طرح اُن کو
خلافت نہیں مل سکتی۔

عبد اللہ بن عمر کا یہاں نام لینا محض خوشامد میں ایسا ہے کہ خود عمر صاحب نے بھی اس تصریح کر دی۔
یعنی کسی نے عمر سے کہا کہ ابن عمر کو خلیفہ بناؤ تو عمر نے کہا خدا مجھے قتل کرے یا تجھ پر
لعنت کرے تو نے یہ کلمہ رضا خدا کے لئے نہیں کہا (بلکہ رضائے عمر کے لئے کیونکہ ہم اُس شخص کو خلیفہ

بنائیں جو اس کو بھی نہ جانتا ہو کہ اپنی زوجہ کو کیونکر طلاق دیتے ہیں کیونکہ عہد رسول اللہ میں اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دیا تھا جس پر حضرت نے عمر سے کہا کہ اپنے بیٹے کو کہو کہ رجوع کرے (راجع الخلفاء، صواعق محرقة ص ۱۸۳) بلکہ ازالۃ اکھفائیں ہے، قالک اللہ واللہ ما ارحمت اللہ بها باللہ لا استعبد لہ علیہا ولا علی غیرہا وانت فقہم فاخرج منہ الان لا اسمیک الا المناق فقام الرجل فخرج (۱۸۳ مقصد) یعنی عمر نے کہا تو نے خدا کے لئے یہ کلمہ نہیں کہا ہے نہ ہم اس کو کسی طرح حکومت دینگے تو فوراً نکل جا کہ آج کے روز سے ہم تجھے منافق کہیں گے۔

پھر کیونکر ممکن تھا کہ عبد اللہ بن عمر کو یہ خلافت ملتی اور وہ خلیفہ ہوتے کیونکہ سب کو انکی نااہلی معلوم تھی صرف دو چار خوشامدی اس طرح کی باتیں کرتے جس کو آپ اسکی دلیل بناتے ہیں کہ ان کو طبع خلافت نہ تھی حالانکہ وہ ایسے عیش پسند و آرام طلب ہو گئے تھے کہ حدیث بنی الاسلا حمر علی خمس سے لفظ جہاد کو بھی انھوں نے نکال دیا تھا اگر یہ لڑائی کو خلافت کے لئے ناجائز سمجھتے تو سب سے پہلے ان پر فرض تھا کہ ابو بکر صاحب کے زمانہ میں خلافت بکری سے علوہ ہو جاتے کیونکہ انھوں نے صد ہا نہیں ہزار ہا صحابہ کو صرف اس جرم پر قتل کیا تھا کہ وہ انکی خلافت کو نہیں مانتے تھے جس پر وہ مرتد بنا کر قتل کیے گئے۔

پھر عمر صاحب کی بیعت نہ کرتے جن کو صحابہ اہل شام نے خلافت سے خارج کیا تھا مگر وہ سب خلافتیں انکو بسر و چشم منظور ہوئیں اور خلافت جناب امیر کسی طرح منظور ہوئی حالانکہ احادیث رسول اللہ کے علاوہ جو ہزاروں میں خود اپنے باپ کے صد ہا مرتبہ سن چکے تھے کہ جناب امیر سے کوئی بڑھ کر مستحق خلافت نہیں ہے چنانچہ کتاب احکام سلطانیہ ابو الحسن اور دی میں ہے۔

ابن اسحق روایت کرتے ہیں کہ جب عمر زخمی ہو کر گھر میں داخل ہوئے تو کوئی آواز سنائی دی۔ پوچھا یہ کیا ہے

لوگوں نے کہا کچھ لوگ آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ اجازت دی تو انھوں نے کہا یا امیر المومنین عثمان بن عفان کو خلیفہ بناؤ۔ عمر نے کہا کیسے بناؤں عثمان دوست رکھ سکتا ہے مال اور جنت کو یہ سن کر چلے گئے تو دوسرے گروہ آیا اُس نے کہا حضرت علی ابن ابی طالب کو خلیفہ کر جائیے۔ کہا البتہ وہ تم لوگوں کو ایسی راہ پر لے چلے گا جو حق ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں یہ سن کر ہم ان کے پیروں پر گر پڑے اور کہا کہ اے امیر المومنین پھر کیا مانع ہے جو آپ انکو خلیفہ نہیں کرتے عمر نے کہا ایسے بیٹے کیا زندگی اور موت دونوں میں ہم اسکے متحمل ہوں۔ تشیید المطاعین ص ۱۵۳

اس روایت میں جو عمر صاحب نے عثمان کو حجب مال کہا ہے اُس سے تو ہم کو یہاں بحث نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے ابن عمر جو خود باپ کی زبانی اسکو سن چکے تھے کہ جناب امیر اگر خلیفہ ہوں تو سب کو راہ حق پر لے چلیں گے مگر اس پر بھی جناب امیر کی بیعت اُس زمانہ میں بھی نہ کی جبکہ سبے بیعت کی تھی۔

دیکھیے اس وقت تو عمر صاحب کی خوشامد کرتے ہیں اور پیر پڑتے کہ حضرت کو خلیفہ کر جاؤ۔ مگر آگے چل کر وہ ایسے مخالف بن جاتے ہیں کہ پناہ بخدا۔

استیعاب ابن عبد البر مکی میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال قال عمر لا اهل الشورى
 لله درهم لو لوها الا صلح كيف يحملهم على الحق ولو كان السيف على عنقه
 فقلت اقله ذلك منه ولو توليهم قال ان لما استخلف وارتكهم فقد تركهم
 من هو خير مني (ص ۲۸۵ جلد ۲)

یعنی عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ عمر نے اہل شوری سے کہا کس قدر بہتر ہوتا اگر یہ لوگ اصلح جناب امیر
 کو خلیفہ کرتے کہ کس طرح وہ انکو حق پر چلیں گے اگرچہ تلوار آپ کی گردن پر ہوتی۔ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم نے
 کہا آپ اس کو جانتے ہیں اور پھر خلیفہ نہیں کرتے تو عمر نے کہا اگر ہم نہ خلیفہ کریں تو اسنے بھی نہیں خلیفہ کیا جو ہم سے بہتر تھا۔
 یہ روایت ابن عمر مستدرک امام حاکم۔ کنز العمال۔ ریاض النضرۃ۔ طبقات ابن سعد فتح الباری سب میں
 موجود ہے کہ ابن عمر نے اپنے باپ عمر سے اس قسم کے کلمات سنے جس سے بعلم یقین معلوم تھا کہ ہدایت اور حق
 منحصر ہے خلافت جناب امیر میں مگر نہ عمر نے آپ کو خلیفہ بنایا اور نہ ابن عمر نے آپ کی بیعت کی۔ بلکہ برعکس
 اسکے یزید کی اور عبد الملک کی نہایت خوشی سے بیعت کی چنانچہ خود مولوی شبلی صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں۔
 عبد الملک بن مروان کی بیعت جب لوگوں نے کی تو انھوں نے ایک خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان
 نے تمھاری بیعت پر اتفاق عام کیا ہو۔ میں بھی اس چیز میں داخل ہوتا ہوں جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں۔
 یزید بن معاویہ کی بیعت کی خبر جب انکو پہونچی تو انھوں نے کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم اس پر راضی ہیں اور اگر
 بلا ہے تو ہم صابر ہیں (المحدث ص ۲۹ ذیقعدہ ۳۲ھ)

اب کون ان سے پوچھے کہ عبد الملک اور یزید کی بیعت آپ نے اس خوشی سے کی اور جناب امیر و امام حسن
 کی بیعت کسی طرح نہ کی حالانکہ وہاں بھی ایسا ہی اتفاق مسلمانوں کا ہو چکا تھا۔ اس کا باعث بجز عداوت جناب امیر
 کیا تھا جس پر علامہ سبط ابن الجوزی کتاب تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں۔

قال الزهري والعجب ان عبد الله بن عمرو وسعد بن ابی وقاص لم يبايعا
 عليا و بايعا يزيد بن معاوية

یعنی کہا امام زہری نے تعجب ہے کہ عبد اللہ بن عمرو و سعد بن ابی وقاص نے جناب امیر کی بیعت تو نہ کی اور
 یزید بن معاویہ کی بیعت کی۔ (استقصا، الانعام جلد ۲)

کتاب ندیم الفرید ابن مسکویہ میں ہے کہ عبد اللہ بن حارث نے ابن عمر سے کہا۔

تھے پہلے جناب امیر کی بیعت کی بلا جبر و اکراہ پھر اگر اس کا اقالہ کیا اور کہا کہ ہم کو معاف رکھئے اسکے
 بعد حجاج کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو اور کہتے ہو ہم سے بیعت لے لو کہ ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک
 رات بھی بلا بیعت کسی امام کے ہے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی پھر جب اضطراب پیدا ہوا تو تم نے گمان کیا کہ
 نہ ہم حق کو پہچانتے ہیں کہ اس کی نصرت کریں بلکہ نہ باطل کو کہ اہل باطل سے جنگ کریں۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا

بس کرو لے ابو محمد کہ ہم نے اس سے خیر کا ارادہ کیا تھا اور لوگوں نے بھی عبد اللہ بن حارث کو سمجھایا کہ جانے دو۔ (استقصاء الانحزام)

غرض مولوی شبلی صاحب اس ذریعہ سے چاہتے ہیں کہ ابن عمر کو ایک اعلیٰ درجہ کا مستحق اور زاہد قرار دیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ان میں اس درجہ کی عشرت پسندی تھی کہ اکثر روزہ جو افطار کرتے تو مجامعت سے روک دیتا تھا کہ جمعہ بکھارے اور میں ہے (صفحہ ۳۹۵ جلد ۳)

وابن عمر فقد كان يفطر بالجماع وانتهجوا مع ثلثة جوارى في رمضان قبل العشاء۔

یعنی ابن عمر روزہ کا افطار جماع سے کرتے تھے اور انھوں نے تین جاریہ کے ساتھ مجامعت قبل عشاء۔ پھر جو شخص ایسا عیش پسند ہو وہ کب خلافت کر سکتا ہے اسی وجہ سے عمر صاحب نے اس شخص کو جس نے ان کے خلافت کی رائے دی تھی منافق کا خطاب دیا کیونکہ باپ سے بڑھ کر مزاج بیٹے کا کون پہچان سکتا ہے غرض حضرت عمر اور ان کے فرزند عبد اللہ بن عمر کے مزاج اور فطرت میں کچھ ایسا تباہی واقع ہوا تھا کہ جو بات عمر کو پسند تھی وہ ابن عمر کو ناپسند۔

مولوی شبلی صاحب بار بار ان کے خلافت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ لوگوں نے مشورہ دیا مگر انھوں نے قبول نہ کیا حالانکہ ازالۃ الخفایں ہے۔

کہ معاویہ نے ایک روز دربار میں کہا جس میں ہمت کلام کی ہو وہ ہمارے سامنے آئے ہم اس خلافت کے بہ نسبت اس کے زیادہ مستحق ہیں اور نیز اسکے باپ۔

حبیب بن مسلمہ نے ابن عمر سے کہا تم کیوں نہ جواب دیا تو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم نے چاہا تھا کہ جواب دیں تجھ سے زیادہ وہ شخص مستحق خلافت ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ سے جہاد کیا مگر اس خیالی چہرے کہ کہیں اس کے دہرے سے خوزیری نہ ہو (یعنی خود قتل نہ کیے جائیں) اور ہمارے قول کا دوسرا مطلب نہ نکالا جائے لہذا خدا نے جو وعدہ جنت کیا ہے اس کو یاد کر کے چپ ہو رہے حبیب نے کہا تو خوب کیا اپنی حفاظت کی اور جان بچائی۔

اب اس سے بڑھ کر کیا بے عزتی ہو سکتی ہے کہ معاویہ اس طرح ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے کہ ہم عمر سے بھی زیادہ مستحق خلافت ہیں اور عبد اللہ بن عمر صرت جان کے خوف سے سکوت کرتے ہیں کیا ایسا شخص خلیفہ ہو سکتا ہو۔ اس واقعہ کو مولوی شبلی صاحب نے بھی لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

”بنو امیہ کی تضحیٰ ان کو بھی ناگوار تھی لیکن آخرت کے خوف سے رک جاتے تھے چنانچہ امیر معاویہ نے ایک دفعہ کہا ہم سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہو سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہوں وہ لوگ جنہوں نے تم کو

اور تمھارے باپ کو اسلام کے لئے مارا تھا (فتح مکہ) میں مگرفتہ و فساد کے خوف سے رُک گیا۔ مگر افسوس اُس جگہ کو حذف کر دیا جس میں معاویہ عمر پر بھی اپنی فضیلت ثابت کرتا ہے حالانکہ کوئی غیور بیٹا اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

مولوی شبلی صاحب کہتے ہیں ”حضرت عبداللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ اُن کی بیعت پر آمادہ ہو جاتے“ مگر یہ ایسا کلمہ ہے کہ اسکی حقیقت کو وہ خوب جانتے ہیں کیونکہ طلحہ، زبیر، سعد ابن وقاص تین مدعی خلافت موجود تھے جن کے استحقاق کو عمر بیان کر چکے اور عمر کا یہ قسم کہنا کہ کسی طرح خلافت کے قابل نہیں ہیں بلکہ یاد تھا پھر کیونکر وہ خلیفہ ہو سکتے تھے اور اگر دو چار اُنکی بیعت بھی کرتے تو وہ سب ہلاک کر دیے جاتے۔

دیکھئے تاریخ طبری میں ہے جلد ۵: ۵۔ ثم انهم اتوا ابن عمر عبد الله فقالوا انت ابن عمر فقم بهذا الامر فقال ان لهذا امران ما والله لا تعرض له فاتبعوا غيري يعني اس پر عبداللہ بن عمر کے پاس آئے تو انھوں نے جواب دیا کہ اس امر کا ضرور اتقام لیا جائے گا لہذا ہم اسکے متعرض نہیں ہوتے دوسرے کی تلاش کرو جس سے معلوم ہو کہ وہ ان دوہوہ سے خلافت کے متمنی نہیں ہوئے نہ کہ ازراہ زہد و تقاوت۔

رسالہ کا موضوع بحث یہاں ہے کہ صحابہ کا بڑاؤ اہلبیت اطہار کے ساتھ کیا تھا جس کو اپنے ابن عمر کے حالات میں اچھی طرح بلا حلف فرمایا کہ عبداللہ اس تقدس اور احتیاط کے ساتھ کہ بقول اہلسنت سنت رسول کو نہیں چھوڑتے اس معاملہ میں کیا سخت تھے کہ یزید کی بیعت کی۔ عبدالملک کی بیعت کی۔ حجاج کے پیچھے ناز پر بھی اور نہ معلوم کتنے فاسقوں اور فاجروں کو اپنا مقتدا بنایا۔ مگر نہ جناب امیر کی بیعت کی نہ امام حسن کی نہ امام حسین کی حالانکہ جس قسم کا اتفاق یا اجتماع یزید و عبدالملک پر ہوا اُس سے بڑھ کر جناب امیر اور امام حسن پر ہوا تھا۔ مگر اس شخص کے نفس نے اسکو گوارا نہ کیا کہ جناب امیر کی بیعت کریں۔

جناب امیر کی بیعت کے وقت جو حالت ہوئی وہ اس سے ظاہر ہے کہ تاریخ کامل میں ہے۔ جب ابن عمر بیعت کے لئے لائے گئے تو کہا جب تک سب بیعت نہ کریں گے ہم بیعت نہ کریں گے نہ کہا اچھا کوئی ضامن لا۔ اس نے کہا کوئی کھیل ہمارا نہیں ہے۔ مالک اشتر نے کہا اگر حکم دیکھیے تو گردن اڑا دیں جناب امیر نے فرمایا چھوڑ دو اس کے ہم ضامن ہیں کیونکہ ہم اسکو جانتے ہیں بچپن سے اس وقت تک یہ بدخلق رہا ہے۔ تاریخ کامل جلد ۳ ص ۵۷۳ یہی عبارت طبری کی بھی ہے تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۵۲

یہاں آپ کو واقعہ بیعت خلیفہ اول یاد آیا ہو گا کہ جب جناب امیر نے اُن کی بیعت سے انکار کیا تھا تو خلیفہ دوم آگ لکڑی لے کر گھر جلانے گئے تھے اور یہاں جناب امیر خود ابن عمر کی ضمانت اور کفالت میں اس واقعہ نے کہ ابن عمر نے جناب امیر کی بیعت نہ کی اور حضرت سے منحرف رہے حضرات اہلسنت کو بہت بیچین کیا ہے جس کے لئے یہ روایت نکالی جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے (جلد ۶)

حضرت علیؑ کیا تھا بھی اُنکے کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے مگر بعد میں حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر
لڑنے پر تادم ہوئے۔

عبداللہ بن حبیب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں :-

مجھے میرے والد نے خبر دی ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ کے وفات کا وقت آیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے
دل میں کسی بات کی آرزو نہیں پاتا ہاں اسکا مجھے افسوس ہے کہ میں نے گروہ باغی سے قتال کیوں نہ کیا
اس حدیث کو علامہ ابو عمرؒ نے بھی استیعاب میں لکھا ہے اور انھوں نے اپنی بات زیادہ روایت کی ہے کہ :-
”علیؑ کے ساتھ ہو کر میں نے گروہ باغی سے قتال کیوں نہ کیا“

مگر افسوس ابن حجرؒ نے اس پردہ کو فاش کر دیا اور بتا دیا کہ وہ کس کو باغی جانتے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ہم کو صحت اسکی حسرت رہ گئی کہ اس فتنہ باغیہ سے قتال نہیں کیا جس کا حکم
خدا نے دیا تھا تو حمزہؓ نے کہا تم کس کو فتنہ باغیہ قرار دیتے ہو کہا یہی ابن الزبیر جس نے بغاوت کی اس قوم
بنی امیہ پر کہ اُن کو اُن کے دیار سے خارج کیا اور اُن کے عہد کو توڑا۔ (فتح الباری جلد ۶ ص ۵۵۶)

جس سے معلوم ہوا کہ وہ کیسے طرفدار بنی امیہ تھے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو باغی قرار دیا جس نے فوج یزیدی
سے خانہ کعبہ میں جنگ کی تھی۔ پھر بھلا وہ بنی امیہ کو کب باغی قرار دے سکتے ہیں۔
عداوت جناب امیران میں اس درجہ پر تھی کہ حضرتؓ سے حدیث کی روایت بھی نہیں کرتے تھے
جیسا کہ اصحاب میں ہے :-

وهو من المكثرين عن النبي ﷺ وروى ايضا عن ابي بكر وعمر وعثمان وابی ذر
ومعاذ وعائشه وغيرهم۔ (ص ۱۰ جلد ۲)

کہ اُس حضرتؓ بہت روایت کرتے تھے اور نیز ابو بکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ - ابو ذرؓ - معاذؓ - عائشہؓ وغیرہ سے روایت
کرتے تھے مگر جناب امیرؓ کا نام نہ لیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امیرؓ سے اُنکو کیسی عداوت تھی
اب یہاں دوسری مصیبت سنئے کہ انھیں ابن عمرؓ نے یہ روایت کر دی جس سے عجب طرح کی پریشانی اہل سنت
میں پیدا ہوئی۔

عن ابن عمر قال كنا نقول على عهد رسول الله ابو بكر - ثم عمر ثم عثمان

ثم نسكت۔ (قرۃ العین شاہ دلی اللہ ص ۲۴)

کہ جاتے۔

یعنی ابن عمرؓ کی حدیث ہو کہ ہم عہد رسول اللہؐ میں کہا کرتے تھے۔ ابو بکرؓ۔ پھر عمرؓ۔ پھر عثمانؓ اسکے بعد سکوت

جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیرؓ کو وہ چوتھے درجہ میں بھی قابل فضیلت نہیں جانتے بلکہ کل صحابہؓ کو ایک
درجہ میں قرار دیتے تھے اس پر اہل سنت کے یہاں عجب شورش ہے چنانچہ ابو عمر ابن عبدالبرؒ مکی صاب استیواب لکھتے ہیں :-
جو شخص اس کا قائل ہے کہ ابن عمرؓ کہتے ہیں بعد عثمانؓ ہم سکوت کرتے تھے کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے تو

یہ ایسا امر ہے کہ سچے ابن معین نے اس پر سخت انکار کیا اور کلام غلیظ کہا کیونکہ اس کا قائل جماع اہل سنت و کلمہ سلف
خلف تک مخالف ہے کیونکہ تمامی اہل فقہ و اثر کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب امیر بعد عثمان سب افضل ہیں جس
کسی طرح کا اختلاف نہیں مگر اختلاف ہے تو ہمیں جناب امیر افضل ہیں یا عثمان بلکہ سلف میں تو یہ بھی اختلاف رہا ہے کہ جناب
امیر افضل ہیں یا ابوبکر مگر بعد عثمان حضرت کے افضلیت میں تو کسی طرح کا اختلاف ہی نہیں لہذا یہ حدیث
ابن عمر درہم اور غلط ہے۔ اور کسی طرح معنی اس کے صحیح نہیں ہیں اگرچہ اسناد اس کے صحیح ہوں۔ (قرۃ العینین ص ۱۲۱)
ہم کو یہاں اس حدیث سے صرف اسی قدر سروکار ہے کہ ابن عمر کے متعلق یہ حدیث بڑی معرکہ الار ہے
ہند یہ بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ابن عمر کو جناب امیر سے ایسی عداوت تھی کہ درجہ چہارم میں بھی حضرت کے خلافت یا
فضیلت کے روادار نہیں ہیں کہ بعد عثمان بھی کسی طرح کی فضیلت ثابت ہو بلکہ تمام صحابہ کو ایک درجہ میں مانتے ہیں
نہیں نہیں ابن عمر نے اس پر بھی قناعت نہیں کی کہ جناب امیر کو کسی طرح درجہ چہارم خلافت پر پہنچے دیں
بلکہ عام خلافت سے نکال دیا جیسا کہ تاریخ انخلفا میں ہے۔ (ص ۱۲۳)

داخرج ابن عساکر عن عبد الله بن عمر قال ابوبکر الصديق اصبتم اسماء
عمر الفاروق قرن من حديد اصبتم اسماء ابن عفان ذوالنورين قتل مظلوما يوتي
كفلين من الرحمة معاوية وابنه ملكا الارض المقدسة والسفاح رسلا
و منصور وجابر والمهدي والامين وامير الغضب كلهم من بني كعب بن لوى
كلهم صالح لا يوجد مثله قال الذهبي لصد طرق عن ابن عمر لم يرفع احد
يعني ابن عمر سے بارہ خلیفہ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ابوبکر صدیق کا نام تھے پالیا۔ عمر فاروق قرن
جدید میں جب کا نام پالیا عثمان بن عفان جو مظلوم قتل ہوئے دو حصہ رحمت کا دیا جائے گا۔ معاویہ اور اس کا
بیٹا۔ یزید جو الگ ارض مقدس (شام) ہوئے۔ سفاح۔ منصور۔ جابر۔ ہمدی۔ امین۔ امیر غضب۔ جو
بنی کعب سے ہیں اور سب صالح ہیں جن کا مثل و نظیر نہیں پایا جاتا۔ کہا ذمہ نے یہ روایت چند طریقوں سے ابن عمر
سے منقول ہے مگر کسی نے اسکی نسبت رسول کی طرف نہیں دی۔

اس روایت کو بہ غور ملاحظہ فرمائیے اور پھر ابن عمر کی ایمان داری کی داد دیجیے کہ اس وقت یہ بھی
ان کو گوارا نہ ہوا کہ جناب امیر کا اسم مقدس کسی طرح اس فہرست میں جو انھوں نے بارہ خلیفہ کی بنائی تھی معاویہ
یزید کو جو صالح و بنیظیر بتاتے ہیں اس سے ہم کو بحث نہیں کیونکہ اگر ابوبکر و عمر صالح تھے تو یہ ان سے زیادہ اصل تھے۔
اب آئیے اس زمانہ کو دیکھئے جب کہ جناب امام حسینؑ شہید ہو چکے اور لوگوں نے یزید کے افعال قبیحہ سے تنگ
آکر اس کو معزول کرنا چاہا ہے تو ان کو کیسی غیرت اور حمیت آئی۔

جب اہل مدینہ نے یزید کو خلافت سے خلع کیا تو ابن عمر نے اپنے اولاد و خدم و حشم کو جمع کیا اور کہا کہ ہم نے
رسول اللہ سے نامہ کہ آپ فرماتے تھے ہر غدر کرنے والے کے لئے ہر روز قیامت ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا کہ

فضیحت ہو) اور ہم نے اُس شخص کی بیعت کی ہے اور بیعت خدا اور رسول کے لہذا ہم جہاں تک جانتے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی عذر نہیں ہو سکتا کہ بیعت کرنے پر اس سے قتال کیا جائے تو اب جو شخص اس سے قتال کرے گا یا اُس کو خلع کرے گا تو ہمارے اُس کے درمیان جدائی ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری ص ۵۵۵ حاشیہ فتح الباری جلد ۶)

اب اس سے بڑھ کر کوئی طرفداری ہو سکتی ہے کہ یہ تو انکا امام اور مقتدا بنا اور جو اُس کو خلع کرنا چاہے اس سے آمادہ مخالفت ہوں پھر امام حسینؑ کی وہ کیا حمایت کرتے۔
چونکہ دنیا کو بڑا اور معادیہ کے فتنے و فجور کی خبر ہے لہذا ہم کو زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں مگر یہ تو اپنے دیکھ لیا کہ بڑید کو جب لوگوں نے خلع کرنا چاہا تو انکو یہ جوش آیا مگر امام حسینؑ کا خون ناحق اُن کے نزدیک اس قابل نہ تھا کہ اُس پر جوش و خروش دکھایا جائے۔

حضرات اہلسنت یہاں آکر صحابہ کی بے بسی و بے بسی دکھاتے ہیں کہ وہ کیا کر سکتے تھے اُن کے پاس نہ فوج تھی نہ لشکر نہ کوئی اختیار تھا مگر یہ سب اوصاف اُسی وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ اہلبیتؑ اٹھارے حقوق دکھاتے ہیں ورنہ دشمنان اہلبیتؑ کی تائید اور امداد میں اُن کو ہر طرح کی قوت و قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔
اس واقعہ بیعت عبداللہ بن عمرؓ نے جو بڑید کی تھی اہلسنت کو اس درجہ منفعل اور نام کیا ہے کہ ہم اُس کی تفصیل نہیں لکھ سکتے ہیں نہ ضرورت ہے کیونکہ ثمرۃ اسخلافہ اور تشبیر البالی میں بشرح و بسط مذکور ہے اور مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں اس کا جواب دیا ہے جس کی رکاکت قابل دید ہے لہذا ہم اُس سے بحث نہیں کرتے صرف یہی دکھاتے ہیں کہ ابن عمرؓ جو ایسے زاہد اور عابد تھے جلتے ہیں محبت اہلبیتؑ طاہرین سے اُن کا دل کس قدر خالی تھا جس کا سبب بجز حب دنیا اور محبت اہل دنیا اور کیا ہو سکتا ہے؟ چنانچہ خود مولوی شبلی صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں۔

”شافعی کا بیان ہے کہ میں نے انکو پانچویں تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے (المحدث ص ۲۵۱)

پھر بتائیے تو اگر یہ جناب امیرؓ کے طرفدار ہوتے یا جناب امام حسینؑ کے مددگار تو یہ چادر انکو پانچویں کی کہاں سے ملتی اس حالت کے ساتھ مولوی شبلی صاحب کا یہ فقرہ کیا دھچک ہے۔

”باوجود اس فقر و فاقہ کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ مستغنی اور قانع رہے۔“

کیونکہ جو شخص پانچ پانچ سو کی چادر اوڑھے اُس کو کوئی فقیر کب جان سکتا ہے حالانکہ اسی نافع کی روایت فتح الباری میں ہے۔

ان نافع انکران یكون علی عمر دین وقد باع من ورثة میراثہ بمائۃ الف (ص ۲۵۲ جلد ۲)

کہ عمر کے ایک وارث نے اپنے میراث کو ایک لاکھ پر فروخت کیا۔

تو انھیں ورثہ سے ابن عمرؓ بھی تھے انکو کہاں سے فقر آکر گھر سکتا ہے حالانکہ خود لکھتے ہیں۔

”ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان نے زمانہ فتنہ میں اُنکے پاس کچھ مال بھیجا تو انھوں نے بخوشی قبول کیا۔“
پھر خود ہی لکھتے ہیں:-

”ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم یا دینار (طبقات ابن سعد میں تعین نہیں ہے) بھیجے اور چاہا کہ اس لالچ سے یزید کی بیعت کر لیں حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ کیا میرا دین اس قدر سستا ہو؟“
اس سے اور بھی اُس کی تصدیق ہو گئی کہ بیعت یزید ہی لالچ میں کی تھی کیونکہ بیعت کرنا یقیناً صحیح بخاری سے ثابت ہے اور پھر اس قسم کا جوش و خروش دکھانا اسکی حمایت میں تو اب اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ اسی لالچ میں انھوں نے یہ بیعت کی وہ اگر اس بیعت کو جائز نہ جانتے تو اُس مال کو واپس کرتے اور مردانہ وار اُسکے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے مگر ہائے جس دنیا نے اُن کے باپ کو اس پر آمادہ کیا کہ مخالفت خدا و رسولؐ کر کے خود خلیفہ بنیں وہی دنیا اُن کو اس پر آمادہ کر رہی کہ معاویہ و یزید کے طرفدار ہوں۔ ورنہ دنیا میں کوئی عاقلندہ یزید ایسے شخص کو اپنا امام اور مقتدا بنا سکتا ہے جس پر سائے جہان کی لعنت برس رہی ہے۔

اس بحث کو اس وجہ سے طول ہو گیا کہ مولوی شبلی صاحب نے ابن عمر کے تعریف میں بڑا طو مار باندھا تھا اور اس مضمون کو اہل حدیث بلکہ مرزا ایوں نے بھی اپنے اخبار میں شائع کیا تھا لہذا حقیقت حال واضح کرنا پڑا کہ یہ کیسے دیندار تھے جس کا نتیجہ بھی انکو خود اس دنیا میں مل گیا کہ جن لوگوں کے خاطر انھوں نے اپنے دین و ایمان کو دنیا کے ہاتھ بیچا تھا انھیں نے قتل بھی کیا۔ چنانچہ اسد الغابہ میں ہے کہ:-

بحکم عبدالملک بن مروان حجاج حاکم مدینہ حج میں اُن کی افتد کرتا تھا یہ اُس پر بہت شاق تھا اُس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ زہر کا بچھایا ہوا حبرہ ابن عمر کے سر پر مارے چنانچہ ایسا ہی ہوا چند روز اُس کے اثر سے بیمار رہے پھر آخر مر گئے حجاج نے انکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ (ص ۶ جلد ۶)

دفن میں بھی وہی حجاج مزاحم ہوا استیعاب میں ہے:-

وکان اوصی ان یدفن فی اللعل فلم یقدر علی ذلک من اجل الحجاج و
دفن بذی طوی فی مقبرۃ المهاجرین (ص ۳)

یعنی ابن عمر نے وصیت کی تھی کہ (لعل) میں دفن کیے جائیں مگر حجلاج کی وجہ سے نہ ممکن ہوا لہذا ذی طوی میں دفن کیے گئے جہاں مقبرہ مهاجرین تھا۔

دیکھیے جو حالت عثمان کی ہوئی تھی کہ روضہ رسولؐ کے قریب نہ دفن ہو سکے۔ بلکہ یہودیوں کے باغ میں دفن ہوئے جہاں یہودی رفع حاجت کیا کرتے (وہی حالت ابن عمر کی ہوئی اور نیز ابن زبیر کی جس کو حجاج نے سولی دلوا یا تھا اور بے نماز پڑھے دفن کیا گیا۔

اب اس کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے مزار اقدس کو دیکھیے کہ خود حضرت پر کیسے کیسے ظلم ہوئے مگر آج آپ کا مزار اقدس کس عظمت و شان کا ہے کہ سب اُسکی عظمت کرتے ہیں بلکہ حضرت مسلم دہانی

کے مزار اقدس کو دیکھئے کہ اُسی کو نہ میں پشت مسجد کو نہ پر دفن ہیں جہاں ان کی کیسی بے عزتی کی گئی تھی
یہ نتیجہ اُس اخلاص کا جو ان حضرات کو خداوند عالم کے ساتھ تھا کہ دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود
اُن کو یہ عظمت ملی۔ ابن عمر کے حال میں یہ بھی لکھا ہے:-

ما ذکر ابن عمر رسول اللہ الا بکلی ولا مریر لجمہ الا عفض عینہ (ص ۱۱۱) ^{جلد}
یعنی رسول اللہ کا جب تذکرہ آتا تو یہ رو دیتے اور جب حضرت کے مکانات وغیرہ کی طرف سے
گزر ہوتا تو آنکھ پکچکایا کرتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس طرح اپنے محبت کا اظہار کرتے مگر حقیقت یہ تھی کہ اولاد رسول کی انھیں
ایسی محبت بھی نہ تھی کہ ان کے ساتھ کسی طرح اظہار عقیدت کرتے۔

اب ہم بقیہ اصحاب کے حالات پر ایک نظر اجمالی ڈالتے ہیں تاکہ اُن کے اعمال و انفعال سے معلوم ہو کہ وہ اس
فریضہ مودت اہلبیت کو کس طرح انجام دیتے تھے اگرچہ اہلسنت نے صرف چار ہی آدمی کا نام لیا ہے ابن عمر
جابر بن عبد اللہ۔ ابوسعید خدری۔ ابو واقد لیشی۔ ابن عباس جیسا کہ سابقہ ذکر ہو چکا۔ مگر ہر کوئی وجہ
نہیں معلوم ہو کہ ان لوگوں کو چھوڑ دیں لیکن قبل اس کے کہ ہم اُن صحابہ پر نظر ڈالیں ایک حدیث جناب امام جعفر صادق
کی کتاب کافی لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ فرائض مہاجرین و انصار کیا تھے اور اس کو کس قدر صحابہ نے نبایا۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں
لعنکم اللہ یا محشر الا فساد ثلثا ما علی هذا عاہدتم رسول اللہ ولا یعموہ

(صافی شرح کافی ص ۱۱۱)

یعنی خدا کی لعنت ہو تم پر اسے کہ تم نے اس طرح کا عہد نہیں کیا تھا رسول اللہ سے نہ ایسی بیعت کی تھی
یہ حدیث حضرت نے اُس موقع پر فرمائی ہے جب کہ اولاد امام حسن کو گرفتار کر کے حکم منصور دوانقوی لے گئے ہیں اور
صدمہ سے حضرت کو بیس روز تک بچا گیا ہے پھر اس زمانہ کا کیا ذکر ہو چکا خود فرزند رسول احیاء اسلام کو مدینہ سے مکہ
اور مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے اور کسی صحابی نے آپ کی بیعت نہ کی۔

(۱) ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف زہری۔ انکی عظمت ان کے نام سے ظاہر ہے کہ عبد الرحمن بن عوف کے
بیٹے ہیں جنھوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا سہ ماہ میں اُن کی وفات ہے (اسد الغابہ ص ۵۵)

خود صحابی بھی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں اگر یہ جناب امام حسین کی زلفت کرتے تو آپ سمجھ سکتے ہیں حضرت
کی قوت کس درجہ بڑھ جاتی۔

ان کے باپ عبد الرحمن بن عوف خلیفہ سادات مال دار تھے کہ اسد الغابہ میں ہے انھوں نے اپنے ترکہ
میں سونا بہت چھوڑا تھا وہ کلھاڑیوں سے کاٹا گیا اس سے مال کی اس قدر کثرت تھی کہ لوگوں کے ہاتھ بھر گئے اور
ایک ہزار ادنیٰ سو گھوڑے اور تین سو بکریاں جو بقیع میں چرا کرتی تھیں چھوڑیں اور اُن کی چابیاں انھیں
جس میں سے ایک عورت کو اتنی ہزار روپیہ دیکر ان کے وارثوں نے بھست کیا (ص ۱۲ ج ۲)

احنف بن قیس۔ ان کے بارے میں عمر نے خط لکھا تھا کہ احنف اب بصرہ کے سزا ہیں اُس وقت سے اُن کی عزت بڑھتی گئی جنگ جمل میں اُن لوگوں سے تھے جو کسی طرف نہ تھے اور جنگ صفین میں یہ جناب امیر کی طرف گزشتہ ایک معرکہ کر بلا نہیں ہوئے۔ استیعاب میں ہے:-

كان الاحنف احد مجلة العلماء هذه الحكماء العقلاء (ص ۵۶)

یعنی احنف بڑے جلیل القدر ہوشیار۔ عاقل حکیم تھے ۷۰ میں وفات ہے (ص ۵۶ اسد الغابہ)
 ۴۲) سود بن حارث ان کا سن حدیبیہ میں تیس برس کا تھا ۱۲ برس زندہ رہے مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی (اسد الغابہ)
 ۴۳) سود بن عوف۔ یہ بھی صحابی ہیں جو ابن زبیر کے طرف سے حاکم مدینہ تھے اور اُن کے بیٹے جابر بن اسود نے سعید بن اسیب کو اس جرم پر ذرے لگائے کہ ابن زبیر کی بیعت نہیں کی (ص ۱۲۵ اسد الغابہ)

(۵) سود بن بلال۔ بخاری کوئی مشہور مقام جہاں اُسے لگے (ص ۱۲۶ اسد الغابہ)

(۶) سود بن یزید بن قیس۔ کوفہ کے فقہاء اور وہاں کے مشاہیر میں سے تھے ۸۰ میں انکی وفات ہوئی (ص ۱۲۷)

(۷) اسیر بن ظہیر۔ انصاری مدینہ کے رہنے والے ہیں زمانہ عبدالملک میں انھوں نے انتقال کیا۔ (ص ۱۳۵)

(۸) اسیر بن عمرو درمکی۔ عبداللہ بن مسعود کے بڑے شاگردوں میں سے تھے حضرت ص کے زمانہ کے لوگوں میں سے

ہیں ہمیشہ میں انتقال ہے (ص ۱۳۵ اسد الغابہ)

(۹) اشعث بن قیس۔ یہ اشعث بن لوگوں سے ہیں جو رسول اللہ کے بعد مرتد ہو گئے اور ابوبکر کے پاس قید

ہو کر آئے تو کہا اپنی لڑائی کے لئے ہمیں چھوڑ دیجئے اور اپنی بہن کا نکاح ہم سے کر دیجئے اور یہی محمد بن اشعث کی

ماں تھیں۔ (ص ۱۳۶ اسد الغابہ)

ہم نے اس نام کو صرف اسوجہ سے لکھا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو محمد بن اشعث قاتلانِ امام حسینؑ سے ہے اور وہ خلیفہ کا حقیقی بھانجا ہے، جعدہ بنت اشعث بھی شاید اسکی بیٹی ہے جو قاتلِ امام حسنؑ علیہ السلام ہے۔

(۱۰) انس بن حارث۔ شہید کر بلا ان کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ میرا بیٹا یعنی حسینؑ سرزمین

عسراق میں شہید ہو گا پس جو شخص انکو پائے اُن کی مدد کرے چنانچہ انس بھی حسینؑ کیساتھ شہید ہوئے (ص ۱۳۷ اسد الغابہ)

استیعاب ص ۳۴ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور نیز اصابع ج ۱ ص ۱۷ میں ہے:-

مگر بہت سے اکابر اہلسنت کو یہ ناگوار گذرے کہ کسی صحابی کا نام بھی نہرست شہداء کے کر بلا میں آنے پائے اسی

سے ذہبی نے توصیف صاف صاف کہہ دیا لاصحۃ لہم مگر شکر خدا کہ بہت سے علماء اسکے طرفدار ہو گئے چنانچہ ابن ابی حنیفہ

ابن سکین۔ ابن شاہین۔ دعویٰ۔ ابن زبیر۔ مالدی۔ ابن مندہ۔ ابو نعیم وغیرہ سب نے ان کے صحابی ہونے کا اقرار

کیا مگر امام بخاری نے دوسری روش اختیار کی کہ ان کے صحابیت کو تو مانا مگر حدیث کو چاہا کہ ضعیف کر دیں چنانچہ

اصابع میں ہے:-

انس نے حضرت سے روایت کی ہے کہ ہم نے ناہے آں حضرتؑ فرماتے تھے میرا فرزند حسینؑ زمین کر بلا

کے مزار اقدس کو دیکھئے کہ اُسی کو نہ میں پشت مسجد کو نہ پر دفن ہیں جہاں ان کی کیسی بے عزتی کی گئی تھی۔
یہ نتیجہ اُس اخلاص کا جو ان حضرات کو خداوند عالم کے ساتھ تھا کہ دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود
اُن کو یہ عظمت ملی۔ ابن عمر کے حال میں یہ بھی لکھا ہے:-

ما ذکر ابن عمر رسول الله الا بکى ولا مر بهما الا عفض عینیه (مشاہدہ)

یعنی رسول اللہ کا جب تذکرہ آتا تو یہ رو دیتے اور جب حضرت کے مکانات وغیرہ کی طرف سے

گزر ہوتا تو آنکھ پچکایا کرتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس طرح اپنے محبت کا اظہار کرتے مگر حقیقت یہ تھی کہ اولاد رسول کی انہیں
ایسی محبت بھی نہ تھی کہ ان کے ساتھ کسی طرح اظہار عقیدت کرتے۔

اب ہم بقیہ اصحاب کے حالات پر ایک نظر اجمالی ڈالتے ہیں تاکہ اُن کے اعمال و افعال سے معلوم ہو کہ وہ اس

فریضہ مودت اہلبیت کو کس طرح انجام دیتے تھے اگرچہ اہلسنت نے صرف چار ہی آدمی کا نام لیا ہے ابن عمر۔

جابر بن عبد اللہ۔ ابوسعید خدری۔ ابو داؤد لیشی۔ ابن عباس جیسا کہ سابقہ ذکر ہو۔ مگر ہر کوئی وجہ

نہیں معلوم ہو کہ اولاد کو کس طرح چھوڑ دیں لیکن قبل اس کے کہ ہم اُن صحابہ پر نظر ڈالیں ایک حدیث جناب امام جعفر صادقؑ

کی کتاب کافی لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ فرائض مہاجرین و انصار کیا تھے اور اس کو کس قدر صحابہ نے نبایا۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں

لعلکم الله يا معشر الانصار ثلثا ما على هذا عاهدتم رسول الله ولا بالعموه

(صافی شرح کافی ص ۵۷)

یعنی خدا کی لعنت ہو تم پر اگر وہ انصار کہ تم نے اس طرح کا عہد نہیں کیا تھا رسول اللہ سے نہ ایسی بیعت کی تھی

یہ حدیث حضرت نے اُس موقع پر فرمائی ہے جب کہ اولاد امام حسن کو گرفتار کر کے حکم منصور و دانیق لے گئے ہیں اور

صدمہ سے حضرت کو بیس روز تک بچلایا ہے پھر اس زمانہ کا کیا ذکر ہو جبکہ خود فرزند رسول احیاء اسلام کو مدینہ سے مکہ

اور مکہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے اور کسی صحابی نے آپ کی بیعت نہ کی۔

(۱) ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف زہری۔ انکی عظمت ان کے نام سے ظاہر ہے کہ عبد الرحمن بن عوف کے

بیٹے ہیں جنہوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا ہشتم میں اُن کی وفات ہے (اسد الغابہ ص ۵۵)

خود صحابی بھی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں اگر یہ جناب امام حسینؑ کی زناقت کرتے تو آپ سمجھ سکتے ہیں حضرت

کی قوت کس درجہ بڑھ جاتی۔

ان کے باپ عبد الرحمن بن عوف خلیفہ ساداتنے مال دار تھے کہ اسد الغابہ میں ہے انھوں نے اپنے سردار

میں سونا بہت چھوڑا تھا وہ کلھاڑیوں سے کاٹا گیا اس سے مال کی اس قدر کثرت تھی کہ لوگوں کے ہاتھ بھر گئے اور

ایک ہزار ادنیٰ سو گھوڑے اور تین سو بکریاں جو بقیع میں چرا کرتی تھیں چھوڑیں اور ان کی چابیاں تھیں

جس میں سے ایک عورت کو اتنی ہزار روپیہ دیکر ان کے وارثوں نے رخصت کیا (ص ۱۶۹ ج ۲)

ایقع بن عبد کلامی۔ بھی صحابی ہیں شہدہ میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ص ۲۲۳)

ایمن بن حریم۔ بھی صحابی ہیں ان کے باپ بدری تھے مردان کے عہد خلافت تک زندہ رہے۔ (اسد الغابہ ص ۲۲۴)
مگر جناب امام حسینؑ کی مدد نہ کی حالانکہ ایسے جلیل القدر تھے کہ خود مردان اُن سے طالب نصرت ہوا تھا۔
برابر بن عازب۔ بڑے پایہ کے صحابی ہیں رسول اللہ کے ساتھ چودہ ہجادیں سال تک مکہ میں ملک رے کو فتح کیا جنگ جمل و صفین و نہروان میں جناب امیرؑ کے ساتھ تھے بالآخر کوفہ میں رہ گئے اور وہیں گھر بنالیا تھا اور مصعب بن زبیر کے زمانہ میں وہیں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ص ۲۲۳)

اصابہ میں ہے:- ابن حبان نے شہدہ ان کے وفات کا سن بتایا ہے اور بہت سی حدیثیں انہوں نے آں حضرتؑ سے روایت کی ہیں اور ابو بکر و عمر وغیرہ سے بھی جو اکابر صحابہ سے ملے اور خود صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ (اصابہ جلد اول ص ۱۴)

مگر ہائے نصرت امام حسینؑ نہ کر سکے حالانکہ خود کوفہ میں رہتے تھے جہاں کے لوگوں نے حضرتؑ کو دعوت دی تھی مگر ایسا جلیل القدر صحابی نصرت امام حسینؑ کو نہ نکلا حالانکہ حضرتؑ نے نامی انصار سے اس شرط پر بیعت لی تھی ”میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ تم جن باتوں اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو ان سے میری بھی حفاظت کرنا“ کہ اب بن مالک کہتے ہیں کہ برابر بن معرور نے حضرتؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا قسم اس کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا کہ ہم ضرور ان باتوں سے آپ کی بھی محافظت کریں گے جن سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اے رسول خدا ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں اور قسم خدا کی ہم لوگ بڑے جمیت اور اتفاق والے ہیں۔

(صفحہ ۲۲۱ اسد الغابہ)

یہ برابر بن عازب ایسے مقدس صحابی تھے کہ ریاض مستطابہ میں ہے کہ قبل تشریف آوری رسول اللہؐ میں یہ بہت سے سوئے قرآن کے یاد کر چکے تھے مفصل سورتوں سے صحیح اسعد دیکھ لایا کی ایسی سورتیں پڑھ چکے تھے یہ اور ابن عمر ایک سن کے تھے اس وجہ سے جناب بدر میں نہیں شریک کیے گئے

ان سے چالیس حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہیں جن میں پندرہ حدیثوں میں بخاری متفق ہیں اور چھ میں مسلم بانی دونوں کے یہاں متفق علیہ ہیں۔ (ریاض مستطابہ ص ۵)

ان حالات سے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے تو کیا فرزند رسولؐ اس آسانی سے قتل ہو جاتا مگر ہائے کہاں تھا وہ درودین جس سے وہ اس وعدہ کو پورا کرتے جو وقت اظہار اسلام کہا تھا کہ ہم آپ کی ہی حفاظت کریں گے جیسا کہ اپنے بال بچوں کی کرتے ہیں۔

تو ارتح در حال سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ آخر انہوں نے فرزند رسولؐ کی نصرت کیوں نہ کی۔ مگر یہ کہ کہا جائے ابن زیاد نے روکا ہو جیسا کہ اور اہل کوفہ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا مگر یہ عذر جنہاں منقول نہیں ہے کیونکہ حضرت حبیب ابن مظاہرؓ مسلم بن عوسجہ بھی تو کوفہ ہی میں رہتے اور اسی محاصرہ ابن زیاد میں مبتلا تھے

مگر نصرت امام کو کر بلا پہنچ گئے۔

بریدہ بن حبیب اسلمی۔ یہ بھی بزرگان صحابہ سے ہیں بعد جناب احد خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور جناب حدیبیہ اور بیعتہ الرضوان میں شریک سے پہلے یہ بصرہ میں جا کر رہے پھر خزانہ چلے گئے اور بمقام مرد سکونت اختیار کی رسول اللہ نے جب جناب امیر کو مین کی طرف بھیجا کہ خالد بن ولید سے خمس وصول کریں تو بریدہ بھی خالد کے ساتھ تھے انھوں نے اگر جناب امیر کی شکایت کی رسول اللہ سے ”آپ نے فرمایا کہ اے بریدہ کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو“ میں نے عرض کی کہ ہاں آپ نے فرمایا ان سے بغض نہ رکھا کرو اور روح کبھی یوں کہنے لگے کہ ہفت نے فرمایا ان سے محبت رکھا کرو کہ خمس میں ان کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ (اسد الغابہ ص ۲۲۹)

اس واقعہ کو صحیح ترمذی میں اس طرح لکھا ہے :-

”حضرت نے ایک لشکر کا سردار بنا کر جناب امیر کو بھیجا تو آپ نے ایک لوطی کو اپنے حصہ میں لیا جس پر چار صحابی نے باہم عہد کیا کہ جب خدمت رسول اللہ میں پہنچیں گے تو آپ کی شکایت کرینگے چنانچہ جب وہ لوگ آئے تو پہلے ایک کھڑا ہوا اور شکایت کرنے لگا آں حضرت نے اس کے طرف سے منہ پھیر لیا اسی طرح دوسرے تیسرے صحابی نے شکایت کی ہر مرتبہ حضرت نے منہ پھیر لیا۔ جب چوتھا کھڑا ہوا تو حضرت اس کے طرف متوجہ ہوئے اس حال کے کہ آثار غضب آپ کے چہرہ سے نمایاں تھے اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو علی سے تم کیا چاہتے ہو علی سے۔ میں علی سے ہوں دروغی مجھ سے ہیں وہ ہمارے بعد ہر مومن و مومنہ کے ولی ہیں۔ صحیح ترمذی ص ۲۲۹

بروایت بریدہ اسلمی سے بھی مروی ہے اور اصل اس کی صحیح بخاری میں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے دل میں کیسا بغض جناب امیر بھرا تھا کہ باخود ہاتھ دکر کے خدمت رسول میں آتے تھے اور شکایت کرتے تھے۔

اور روضۃ الصفا میں ہے :-

بریدہ اسلمی نے اپنے قبیلہ میں ایک علم آرا سے لیکر مدینہ آئے اور حضرت علی کے دروازہ پر نصب کر دیا حضرت عمر کو اس کی اطلاع ہوئی انھوں نے بریدہ سے کہا سب لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے اب تم ابو بکر کی مخالفت کیوں کر رہے ہو بریدہ نے کہا میں اس گھروالے (علی ابن ابی طالب) کے علاوہ کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد صحابہ اکٹھا ہوئے اور انھوں نے بریدہ کو بلایا بھیجا بریدہ آئے لوگوں نے کہا تمہیں کیا ہوا ہے اور یہ کیسی باتیں تمہارے متعلق بیان کی جا رہی ہیں بریدہ نے کہا صورت حال یہ ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا نے مجھے اور خالد بن ولید کو علی کی ماتحتی میں مین کی طرف روانہ کیا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اس زمانہ میں علی سے بڑھ کر میں کسی اور کا دشمن نہ تھا جب میں سفر سے واپس آتا تو میں سب سے پہلے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا پیغمبر نے مجھ سے پوچھا تم نے علی کو کس حال میں چھوڑا ہے میں نے بنا براس کہ درت کے جو میں علی کی طرف سے دل میں کھتا تھا۔ علی کی برگونی کی میری باتوں سے پیغمبر کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا پیغمبر نے فرمایا بریدہ کیا تم ایسے شخص کی

ہر گونی کر رہے ہو جو میرے بعد تمام لوگوں سے بہتر اور ان کا ولی و سید و سردار ہے میں نے جب ان حضرت کی زبان سے یہ بات سنی عرض کیا یا رسول اللہ میں ہر اس چیز سے توبہ کرتا ہوں جو آپ کی راہ کی ذریعہ کا باعث ہو میری درخواست ہے کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیے اور میری بخشائش کی خدا سے درخواست کیجئے پیغمبر نے فرمایا علیؑ کو آئیے دو اتنے میں علیؑ آئے اور مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر نعلین ٹھیک کرنے لگے میں نے پیغمبر خدا سے عرض کی یا رسول اللہ علیؑ آچکے ہیں اب اپنا دھڑہ پورا کیجئے پیغمبر نے حضرت علیؑ کو مخاطب کیے فرمایا اے خالصت النعل یہ بریدہ آئے ہیں اور تمھاری شکایتیں کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا کلیجہ تھکے خلاف مشعل ہے میں نے ان سے کہا ہو کہ تم ایسے شخص کی ہر گونی کر رہے ہو جو میرے بعد تم لوگوں کا سید و سردار اور حاکم ہے ان بریدہ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے لئے استغفار کروں میں بھی استغفار کروں ہوں تم بھی استغفار کرو۔ بریدہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد پیغمبر نے میرے لئے دعا کی مغفرت کی اور علیؑ نے بھی دعا کی اسکے بعد میں اپنے گھر واپس آیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بریدہ جنگ جمل و صفین میں حضرت علیؑ کے ہر کاہ رہے۔ (روضۃ الصفا ص ۳۳)

مگر انہوں نے یہ بھی شریک بمعہ کہہ دیا نہیں ہوئے جس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ بہت دور رہتے تھے وفات ان کی ۳۵ء میں ہوئی بزمانہ حکومت یزید۔ (اصابہ ص ۱۵۱)

سیر بن ارطاة۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں بوقت وفات رسول یہ کس تھا مگر اہل شام کہتے ہیں اس نے رسول اللہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ اسکو عمر بن الخطاب نے فتح مصر میں عمرو عاص کے مدد میں بھیجا تھا۔ جنادہ بن امیہ کی روایت ہے کہ سفر دریا میں ایک چور اسکے سامنے لایا گیا تو کہا ہم نے رسول سے سنا ہے کہ سفر میں چور کا ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

سیر خگ صفین میں معاویہ کے طرف تھا اور حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کے لئے بہت سخت تھا یحییٰ بن یعین کہتے ہیں کہ سیر صحابی نہیں ہیں اور وہ کہتے تھے کہ وہ بڑا آدمی تھا اس وجہ سے کہ اسلام میں اس سے بہت ناشائستہ کام ہوئے منجملہ اس کے وہ جو مؤرخین اور محدثین نے نقل کیا ہے کہ اس نے عبدالرحمان اور ختم کو جو دونوں عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے بیٹے تھے ان کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا اور یہ دونوں بچے کس تھے معاویہ نے اسے حجاز اور یمن کی طرف بھیجا تھا کہ شیعہ علیؑ کو قتل کرے اور معاویہ کے لئے لوگوں سے بیعت لے۔ چنانچہ یہ مدینہ (منورہ) آیا اور وہاں بہت بُرے بُرے کام کیے اور یمن گیا اور ہوت یمن میں عبید اللہ بن عباس حضرت علیؑ بن ابی طالب کی طرف سے عامل تھے۔ عبید اللہ وہاں سے بھاگ گئے پس سیر وہاں پہونچا تو یہ فعل (یعنی ان صاحبزادوں کو ذبح کرنا) وہیں کیا اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ سیر نے یہ فعل مدینہ میں کیا مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے کہ ابو عمر نے کہا ہے کہ دارقطنی نے لکھا ہے کہ سیر بن ارطاة صحابی تو ہے مگر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ مستقیم نہیں آیا جب اُس نے حضرت عبید اللہ کے صاحبزادوں کو قتل

کیا تو انہی والدہ عائشہ بنت عبد المذان کو سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے یہ چند اشعار کہ جن میں ایک شعر یہ ہے
 ہا من احسن یحییٰ الذین ہما ۱
 کالدوتین تشطی عینما الصدت

یہ اشعار مشہور ہیں پھر انہیں جن دن ہو گیا موسم حج میں (لوگوں کے سامنے) کھڑے ہو کر اس شعر کو پڑھتی تھیں اور اپنے
 منہ پر طابچہ دیتی تھیں اس واقعہ کو ابن انباری اور میرزا اور طبری اور ابن کلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے پھر بسیر مدینہ
 گیا مدینہ کے بھی بہت سے لوگ بھاگ گئے جن میں جابر بن عبد اللہ اور ابوالیوب انصاری وغیرہ تھے وہاں بھی بسیر کرنے لگے
 لوگوں کو قتل کیا اور مین میں بھی قبیلہ ہمدان پر تاخت کی اور ان کی بیبیوں کو لوندی بنایا یہ سب سے پہلی مسلمان عورتیں
 تھیں جو اسلام میں لوندی بنائی گئیں بسیر نے مدینہ میں بہت سے گھر بھی گرا دیے تھے یہ حادثہ کتب تواریخ میں مذکور ہے اس میں
 طول دینے کی حاجت نہیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ بسیر نے مدینہ میں بعد خلافت معاویہ وفات پائی اور بعض لوگوں کا
 قول ہے کہ بعد عبد الملک بن مروان ملک شام میں وفات پائی آخر عمر میں سٹھایا گیا تھا۔ (عقل زائل ہو گئی تھی) اس کا تذکرہ نینوں
 نے کیا ہے (ص ۱۲۹ اسد الغابہ جلد اول)

معنی انکا حال سو حیرت سے لکھا ہے کہ اہلسنت کے یہاں یہ بھی صحابی ہیں اور ان کے ایسے افعال تھے نہ اس خیال سے
 کہ ان سے نصرت امام حسین کی امید تھی مگر ان کے ایسے افعال تھے کہ خود اہلسنت کو بھی اقرار کرنا پڑا چنانچہ مترجم
 اسد الغابہ اس پر حاشیہ لکھتے ہیں "بسر کو اگر صحابی ماں لیں تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم ان صحابہ کے
 فضائل کے متقد ہیں جو تادم مرگ شریعت پر مستقیم رہے اب ان کا شریعت پر مستقیم رہنا خواہ ہمیں روایا کے معلوم ہو یا ہو
 و ان عظیم سے مثلاً قرآن مجید میں انکی تعریف ہو یا خدا نے اپنی رضامندی ان سے ظاہر فرمائی ہو جیسے ماجرین و نصار
 اور اصحاب بیعت الرضوان کے لئے ان صحابہ کے مستقیم رہنے کا ہم کو قرآن سے علم ہو کیونکہ خدا عالم اقیب ہے
 اگر ان کا انجام اچھا نہ ہوتا تو ہرگز ان کی تعریف نہ فرماتا اسے اپنی رضامندی نہ ظاہر کرتا باقی رہے وہ بعض بعض صحابہ
 جو بتائے فتن ہوئے ان کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں بحسب روایا انبیاء صلعم انکا سبب شتم جابر بن
 اقول اکھڈتہ معلوم ہماری کن جانکا ہیوں نے آپسے یہ کلمہ کہلوا یا جبکہ بعد ہمارے آپ کے کل اختلافات رفع ہو جاتے ہیں
 اگر صدق دل سے یہ کلمہ کہا ہو کیونکہ شیعہ سنی میں اختلافی امر یہی ہے کہ آیا کل صحابہ مغفور ہیں یا نہیں اہلسنت اسکے قائل ہیں
 الصحابہ کلہم عدول بایہم اقتدیتم اہتدیتم
 صحابہ سب سے بے عادل ہیں ان میں سے جس کی پیروی کر دے گے ہدایت پاؤ گے۔

شیعہ اور اہل فہم اہلسنت بھی اسکے قائل ہیں کہ یہ نص قرآن و منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرة صحابہ میں ممدوح و مقدوح دونوں ہیں جو تادم مرگ شریعت پر مستقیم رہے وہ ممدوح ہیں۔
 اکھڈتہ کہ آپ نے بھی اسکا فتہ راکھا "ہم ان صحابہ کے فضائل کے معتقد ہیں جو تادم مرگ شریعت پر مستقیم رہے"
 جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو شریعت پر مستقیم نہیں رہے تو وہ کلیہ غلط ہوا الصحابہ کلہم
 عدول بایہم اقتدیتم اہتدیتم

ذریعہ تحقیقات جو آپ نے قرار دیا یعنی آیات و روایات وہ بسرو چشم کل مسلمانوں کو منظور ہے مگر انہوں نے کہ قرآن کا

کوئی آیہ نہیں کہ خداوند عالم کل مہاجرین و انصار سے راضی ہے بلکہ اور شرط بھی اسکے ساتھ ہیں۔
چنانچہ خود آیہ رضوان سورہ نوح میں ہے:-

وعدا اللہ الذین امنوا و عملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظیما۔

یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ایمان قبول کیا اور عمل نیک کیا ان سے خدا نے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا
منہم نے بتا دیا کہ سب ایسے نہیں ہیں بلکہ بعض ہیں پھر آیہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یأییونک
تحت الشجرة میں بھی قید ایمان ہے جو دے جس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ یا کل مہاجرین و انصار مغفور نہیں ہیں بلکہ وہی جو
مؤمن ہیں لہذا قرآن تو تائید کرتا ہے اس سے تائید بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ کل صحابہ مدوح ہیں نہ کل مغفور بلکہ منکم
من یرید الدنیا و یمیز الخبیث من الطیب موجود ہے جس سے اکثر صحابہ کا طالب دنیا اور خبیث ہونا ظاہر ہے۔
رہے روایات تو تائیدی صحاح ستہ میں لن یزالوا مرتدین منذ قالوا فقتلہم اور من اصحابی میں لا یرد فی
موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ عموماً تائیدی صحابہ مدوح نہیں ہیں لہذا بجز اس کے چارہ نہیں کہ عموم آیت کے ساتھ خصوص
روایات ملا کر نتیجہ نکالا جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ وہ روایات قبول ہوں جو متفق علیہ فریقین ہوں کہ سنی شیعہ
کسی کو بھی اسکے قبول میں عذر نہ ہو پھر دیکھیے نتیجہ کس کے حسب خواہ نکلتا ہے۔

بہر حال آپ کا یہ جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ "باقی رہے وہ بعض صحابہ جو بتلائے فتن ہوئے انکے فضائل کے
ہم معتقد نہیں" جس سے بخوبی ظاہر ہوا کہ اگرچہ وہ بظاہر صحابی ہیں مگر جو بجا بتلائے فتن آپ انکے فضائل کے معتقد نہیں
تو آپ غور فرمائیے خلفائے ثلاثہ سے بڑھ کر کون بتلائے فتنہ ہوا۔ چونکہ فتنہ و رسول کے بعد شروع ہوتا پھر دیکھیے کون بتلائے فتنہ
ہوا کیا آپ کہہ سکتے ہیں جن لوگوں نے بطعم دنیا جنازہ رسول میں شرکت نہ کی ان سے بڑھ کر کوئی بتلائے فتنہ ہوا خدا فرماتا ہے۔

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا و ہم لا یفتنون لقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلموا
اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین۔

کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے وہ فتنہ میں ڈالے نہ جائیں گے۔ حالانکہ پہلے لوگوں کو
یعنی فتنہ میں ڈالا ہے کہ خدا معلوم کرے (ظاہر کرے) صادقوں کو اور کاذبوں کو۔

رہا آپ کا یہ جملہ "صرف بیاس ادب صحبت سرور انبیاء ان کا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے" تو اس خیال سے عام مخلوق
خدا زیادہ قابل احترام ہیں کیونکہ وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور حضرت آدم و حوا کے نسل سے ہیں پھر ان کا سب و شتم
بلکہ قتل کیوں واجب ہوا۔ آپ کے خلفاء تو ایسے صحابی کے سب و شتم بلکہ قتل کو بھی واجب کہیں جو ان کے مخالف رکے
ہوں لیکن آپ دشمنان رسول و اہلبیت اطہار کے احترام کو ضروری قرار دیں۔ ان ہذا شئی عجیب۔

دوسرا حاشیہ پھرتے ہیں "منافقوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو شیعہ علیؑ کہتا تھا یہ نہیں باغیوں کا گروہ
تھا جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کئے انہیں کا قتل معاویہ کو منظور تھا یہ ظلم و
ستم جو بکسر نے حضرت عبید اللہ کے معصوم بچوں پر کیے جن کے سننے سے ہمارے دل آج کانپتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اقول یہ تحقیقات سب کے نزالی ہے کہ منافق اپنے کو شیعہ علی کہیں حالانکہ خود صحیح مسلم وغیرہ صحاح میں ہے۔
انا کنا نعرف المنافقین بدينهم

علی ابن ابی طالب
پھر یہ کلام آپ کا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ منافقوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو شیعوں کا کہتا تھا۔ کیونکہ
اگر صحیح مسلم کی حدیث صحیح ہو تو یہ کلام غلط ہے اور اگر آپ سچے ہیں تو وہ غلط۔

اگر صحیح مسلم کی حدیث صحیح ہو چکا کلام غلط ہے اور اگر آپ نے اس پر اعتراض کیا ہے تو اس کے قبل لکھ چکے ہیں۔ شیعیان علی سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت
محمد مترجم صاحب تذکرہ اسود میں اس کے قبل لکھ چکے ہیں۔ شیعیان علی سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت
علیؑ کا ساتھ دیا تھا اور ان کے ساتھ ہو کے ان کے مخالفین سے لڑتے تھے جو تا مبراہنت کے عقائد رکھتے تھے گویہ لفظ
یعنی شیعہ زیادہ تر مخالفین البرہنت پر اطلاق یا آپے مگر زمانہ قدیم میں البرہنت ہی کے لئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا اور باعتبار
لنت کے یہ لفظ بالکل عام ہے جو شخص کسی کے گروہ میں ہو اس کو اس کا شیعہ کہتے ہیں اسی معنی کے لحاظ سے خود قرآن مجید
میں حضرت ابراہیمؑ کو نوح علیہ السلام کا شیعہ فرمایا ہے (ص ۱۱)

میں حضرت ابراہیمؑ کو روح علیہ السلام ہدیہ فرمایا تھا۔
 کیوں صاحب وہاں بھی اسی بسیرن ارطاة کا ذکر تھا کہ معاویہ نے قتل شیعان علیؑ کے لئے اسے بھیجا تھا جس پر آپ نے
 شیعہ کی یہ تعریف کی کہ وہ قدامت الہنت تھے اور وہ ہمراہیان جناب امیرؑ سے تھے یہاں آکر کیا ہو گیا جو شیعہ کا خطاب
 منافقوں کو عنایت کیا گیا ہاں اگر یہ مطلب ہو کہ وہی منافق قدامت الہنت تھے تو یہ دوسری بات ہے مگر وہ تو کسی زمانہ
 میں بھی شیعہ نہیں کہے گئے کیونکہ شیعہ اور منافق میں تو وہی نسبت ہے جو روز اور شب میں ہوتی ہے کہ دونوں کبھی
 جمع نہیں ہو سکتے۔

بہر حال ڈیڑ صاحب انجم کا یہ کہنا کہ معاویہ کا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کو قتل کریں جو شریک قتل عثمان ہوئے
محض غلط ہے کیونکہ خود تاریخ کمال میں ہے۔ (صفحہ ۱۵۵ جلد ۵)

کہ بسرن ارطاة جب داخل مدینہ ہوا تو منبر پر جا کر آواز دی۔ یا دینار۔ یا بخار یا زریق۔ یہ تین قبیلے تھے جن سے اسکو
رشتہ قرابت تھا اسکے بعد کہا ہمارا شیخ یعنی عثمان کہاں ہے اگر معاویہ نے اس کا عہد نہ لیا ہوتا تو ہم مدینہ میں ایک
جوان کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ باشندگان مدینہ قاتلان عثمان سے تھے مگر تبصر نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

رہا واقعہ شہادت فرزند ان عبید اللہ بن عباس تو ایسی کمال میں اس طرح ہے کہ
 کہ بسر مدینہ سے جانب مکہ روانہ ہوا تو ابو موسیٰ اشعری اُسکے خوف سے بھاگ گئے اس کے بعد جانب یمن روانہ
 ہوا۔ عبید اللہ بن عباس وہاں کے عامل تھے وہ بھاگ کر جناب امیر کے پاس آئے اور عبید اللہ بن عبد اللہ ان
 حارثی کو اپنا نائب کیا بسر نے جا کر انھیں قتل کیا اور اُنکے بیٹے کو گرفتار کر لیا اور دونوں فرزند ان عبید اللہ بن عباس
 کو جو کس تھے اُن کا نام عبد الرحمان اور قثم تھا اور وہ دونوں ایک شخص کے پاس تھے جو قبیلہ کنانہ سے تھا اور صحرا
 میں رہا کرتا تھا جب بسر نے اُن لڑکوں کو گرفتار کیا اور چاہا کہ قتل کریں تو اس کنانی نے کہا انکو کیوں قتل کرتا ہے
 حالانکہ دونوں بے قصہ ہیں اور اگر تم نے انکو قتل کر دیا تو تمہارا خون انکے خون سے بھرتا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ پہلے وہ لڑا ہے اور مارا گیا اور ان دنوں لڑکوں کو بھی اس کے ساتھ دفن کر دیا۔
 فخرج نسوة من بغا كنانه فقالت امرأة منهن يا هذا قتلت الرجال فغلام
 يقتل هذين والله ما كانوا يقتلون في الجاهلية والاسلام والله يا بن ابی اسرطاة
 ان سلطان لا يقوم الا بقتل الصبي الصغير والشيخ الكبير ونزع الرحمة وعقوق
 الارحام لسلطان سوء وقتل بسرق مسيرة ذالك جماعة من شيعة علي
 باليمن (ص ۱۵۳)

یعنی بنی کنانہ کی عورتوں نے نکل کر غل مجایا کہ بنی اسرطاة نے مردوں کو قتل کیا پھر ان لڑکوں کو کیوں قتل
 کرتا ہے حالانکہ بچے تو جاہلیت میں قتل کیے جاتے تھے نہ اسلام میں۔ جو سلطنت ایسی ہو کہ بغیر قتل اطفال
 و شیخ کبیرہ قائم ہو اور جب تک بیرحمی اور عقوق ارحام اس میں شامل نہ ہو تو وہ سلطنت نہایت بد ہے۔ اسی
 سفر میں بسر نے بہتے شیعان جناب امیر کو قتل کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا جرم صرف اسی قدر تھا کہ وہ شیعہ جناب امیر تھے نہ یہ کہ کوئی ان میں قاتلان عثمان
 سے ہو بلکہ قاتلان عثمان کو تو اسنے دید و دانستہ مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔

اس واقعہ قتل فرزدان عبید اللہ بن عباس کا اثر جناب امیر پر کیا ہوا اسی تاریخ کامل میں ہے ص ۱۵۴
 یعنی جناب امیر نے جب اس واقعہ کو سنا تو بہت رونے اور بسر پر بد دعا کی کہ خدایا اسکے عقل و دین کو سلب
 کر لے چنانچہ یہ بد دعا قبول ہوئی اور وہ دیوانہ ہو گیا کہ کہا کرتا تلوار لاؤ لوگ لکڑی کی تلوار دیدار کرتے اور وہ مشک
 وغیرہ پر مارا کرتا۔ جب معاویہ کی حکومت قائم ہوئی تو ایک روز عبید اللہ بن عباس اسکے پاس گئے اور بسر بھی
 وہاں بیٹھا تھا تو عبید اللہ بن عباس نے کہا ہم تو چاہتے تھے جس وقت تو نے ہمارے لڑکوں کو قتل کیا زمین
 ہم کو گھاس بنا کر وہاں اگا دیتی بسر نے کہا یہ میری تلوار حاضر ہے عبید اللہ نے چالے لیں معاویہ نے روکا اور
 کہا خدا تجھے رسوا کرے کہ شیخ خرف ہو گیا ہے اگر یہ تلوار ان کے ہاتھ میں پڑ جاتی تو پہلے ہم کو قتل کرتے عبید اللہ
 نے بیشک پہلے تجھے قتل کرتے تب اس ملعون کو۔

انوس کہ صاحب اسد الغابہ نے اسکو تو لکھا ہے کہ بسر آخر میں مجنون ہو گیا تھا مگر اس کو نہ لکھا کہ یہ اثر بد دعا
 جناب امیر تھا نہ معلوم اس میں کیا مصلحت تھی۔

بہر حال بسر بن اسرطاة بھی قریش سے اور لوی بن غالب بن فہر کے اولاد سے تھا استیعاب میں ہو کہ خلیفہ دوم
 نے اسکو بھی مدد و اعاص کے لئے مصر روانہ کیا تھا دگیا یہی اسکی ابتدائی تاریخ ہے (دو حدیثیں رسول اللہ سے روایت کرتا
 ہے مصنف استیعاب لکھتے ہیں "یہ اسلام میں بہت سے امور عظیم کا مرتکب ہوا جس میں سے یہ بھی ہے کہ عبید اللہ بن
 عباس کے دونوں فرزند صغیر کو ان کے ماں کے سامنے ذبح کیا دارقطنی کہتے ہیں بعد رسول اس میں استقامت نہیں ہی
 لما وجه معاویہ بسر بن اسرطاة لقتل شیعة علی رضی اللہ عنہ اس کو معاویہ نے اس غرض سے۔ مکہ

مدینہ یمن کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جا کر شیعیان جناب امیر کو قتل کرے۔

اغاربہ بن ارطاة علی ہمدان و قتل و سبی نساءھم فکن اول مسلمات بنیدین
فی الاسلام و قتل حیاء من بنی سعد۔

یعنی بسر بن ارطاة نے قبیلہ ہمدان کو غارت کیا اور لوگوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قید کیا یہ پہلا واقعہ
ہے کہ مسلمان عورتیں قیدی بنائی گئیں۔ اسلام میں پہلی عورتیں یہ جو قید کی گئیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ بنی حنیفہ کی عورتیں جو جنگ یا مسہ میں قید ہوئیں زمانہ ابوبکر
میں انکو یہ لوگ مسلمان نہیں مانتے تھے ورنہ پہلا قید تو انھیں عورتوں کا ہوا تھا اور چند قبیلوں کو بنی سعد سے قتل کیا۔ حضرت ابو ذر
سے روایت ہے کہ وہ دو دراز سے بچا گئے تھے ایک اس دراز سے کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں۔ دوسرے اس دراز سے
کہ مسلمان عورتیں قید کی جائیں۔ بعد ازاں عثمان معاویہ نے بسر بن ارطاة کو یمن کی طرف روانہ کیا تو مسلمان عورتیں قید کر کے لائی
گئیں اور بازار میں انکی قیمت لگائی گئی۔ بسر کو معاویہ نے جیاد کیا تو وہ شام سے مدینہ آیا وہاں ابوالیوب انصاری جناب امیر کے
عالی تھے بھاگ کر خدمت جناب امیر میں حاضر ہوئے اور بسر منبر رسول پر گیا اور کہا ہمارا وہ شیخ کہاں ہے جس کو کل ہم چھوڑے
تھے مقصود اس سے عثمان تھے اس کے بعد اہل مدینہ سے خطاب کر کے کہا اگر معاویہ سے ہم عہد کر کے نہ آئے ہوتے تو اس
مدینہ میں کسی کو زندہ نہ چھوڑتے مگر سب کو قتل کر ڈالتے اسکے بعد حکم دیا کہ سب معاویہ کی بیعت کریں اس کے بعد بنی سلمہ کو بلوا بھیجا
اور کہا جب تک جابر بن عبد اللہ انصاری کو حاضر نہ کرو گے تم کو امان نہ ملے گی۔ حضرت جابر۔ ام سلمہ زوجہ نبی کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور حالات بیان کئے اور کہا یا تو بیعت ضلالت ہم اختیار کریں یا قتل کئے جائیں حضرت ام سلمہ نے کہا جا کر
بیعت کر لو تب جابر بسر کے پاس آئے اور بیعت کی اس کے بعد بسر نے بہتے مکانات مدینہ گروا دیے وہاں سے مکہ کا قصد
کیا۔ ابو موسیٰ اشعری وہاں کا حاکم تھا یہ خبر سن کر وہ بھاگ گیا تو بسر نے کہا وہ ناحق بھاگا ہم اسکو قتل نہ کرتے کہ نہ اس نے
تو جناب امیر کو خلاف سے خلع کیا تھا اسکے بعد یمن گیا اور وہاں نائب عبید اللہ بن عباس عبید اللہ بن عبد اللہ بن حارثی کو اور اسکے
بیٹے کو قتل کیا اور حضرت عبید اللہ کے دونوں کمسن فرزندوں کو ذبح کیا تب جا کر شام لوٹ آیا۔

بسر کو معاویہ نے صفین کی لڑائی میں حکم دیا تھا کہ جا کر جناب امیر سے مقابلہ کرے کیونکہ اگر حضرت کو قتل کرے گا
تو پھر دنیا و آخرت دونوں کا کام بن جائے گا۔ آخر وہ مقابلہ کے لئے نکلا اور جناب امیر نے اسکو زمین پر گرا دیا تو اسکے
ساتھ بھی وہی پیش آیا جو عمر بن العاص کے ساتھ پیش آیا تھا جس پر یہ اشعار اسی زمانہ میں تصنیف ہوئے۔

وفی کل یوم فارس لیس ینتھی
ہر روز نیا سوار آتا ہے جس کی انتہا نہیں ہوتی
یکف لها عنہ علی سنانہ
بزرگتھے ہیں بسبب اسکی شرمگاہ کے علی اپنے نیزہ کو
بدت امس من عمر فتنع راسک
و عورتہ بسر مثلاً حذو حاذیہ
د عورتہ وسط الجاحرہ بادیہ
حالانکہ شرمگاہ اس کی سربراہ کھلتی والی ہے
و یضوٹ منها فی الخلاء معاویہ
اور ہنستا ہے اس پر تنہائی میں معاویہ
و عورتہ بسر مثلاً حذو حاذیہ

کل عمرو عاص کی شرمگاہ کھلی کہ حضرت نے منہ چھپا لیا
 فقولا لعمر و ابن ارطاة انظر
 پس کہو عمرو عاص اور سب بن ارطاة سے کہ دیکھو
 ولا تحمد الا الحیا و خصاکما
 اور نہ شکر گزار ہو مگر اپنی شرمگاہ اور خصلوں کا
 فلولاً هما لم یخو من سنان
 پس اگر وہ دونوں نہ ہوتے تو ہرگز حضرت کے نیزہ نے نیچے
 متی تلقیا الخیل المغيرة صبة
 جب کسی شکر غارت دار کو دیکھو
 و کو نابعدا حیث لا یلنقی القنا
 اور دور کھڑے ہو کہ نیزہ نہ پہنچ سکے
 اسی طرح بسر کی شرمگاہ کھلی برابر برابر
 سبیدکما لا تلقیا اللیث ثانیہ
 اپنی راہ کہیں پھر شیر سے دوبارہ سامنا نہ ہو
 ہما کانتا و الله للنفس واقبہ
 کہ یہی دونوں نجد احسان کے بچانے والے ہیں
 و تلك بما فیہا عن الحود ناهیہ
 اور یہ بات سبب اس عار کے دوبارہ مقابلہ سے مانع ہو
 و فیہا علی فاترک الخیل ناخیہ
 کہ اس میں علی ہوں تو لشکر سے نکل بھاگو
 خور کما ان التجارب کافیہ
 خور کما ان التجارب کافیہ
 تم لوگوں کے گلے تک کیونکہ تجربہ کافی ہو چکا ہے

واضح رہے کہ یہ طریقہ کشف عورتین کا جو عمرو عاص نے اور بسر بن ارطاة نے کہ دونوں مشہور صحابی ہیں اختیار کیا۔ اس میں ان دونوں نے شاگردی کی ہے طلحہ کافر کی کیونکہ جنگ اُحد میں جو ۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے ہونی جناب امیر نے علمدار لشکر کفار پر کہ نام اُس کا طلحہ بن ابی طلحہ تھا حملہ کیا تو اُس کی عورتیں بھی کھل گئی یعنی بے ستر ہو گیا تو جناب امیر نے اُسکو چھوڑ دیا جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں:-

اسکے بعد طلحہ بن ابی طلحہ جو علمدار لشکر قریش تھا باہر آیا اور دعوت مبارزت دی میدان جنگ کے سورا اور لڑائی کے شیر علی مرتضیٰ میدان میں آئے اور اُسکے سر پر ایسی تلوار لادی کہ اس کا سر سگافہ ہو گیا اور وہ بھاگ کر اپنی صف میں آگیا علیؑ کے ساتھیوں نے علیؑ سے کہا آپ نے طلحہ کا کام کیوں نہیں تمام کر ڈالا آپ نے جواب دیا کہ جب طلحہ زخم کھا کر نیچے گرا اسکی شرمگاہ کھل گئی اس نے مجھے قسم دی کہ میں اسکی جان بخشی کر دوں مجھے شرم معلوم ہوئی کہ پھر اس پر حملہ کر دوں مجھے یقین تھا کہ طلحہ عنقریب مر جائے گا۔

مدارج النبوة جلد دوم صفحہ ۱۲۶ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۲۶ پس یہ حرکت عمرو عاص اور بسر بن ارطاة کی باقتدا اُسی کافر کے تھی مگر فرق یہ ہے کہ اُس سے بے اختیاری میں یہ فعل سرزد ہوا اور ان دونوں نے قصداً یہ حرکت کی۔ علامہ ابن اثیر اسکے بعد لکھتے ہیں:-

جناب امیر نے جو ان دونوں کے کشف عورت پر منہ پھیر لیا تو اس وجہ سے کہ حضرت کا علی باغیوں کے ہاتھ میں یہ تھا کہ نہ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے اور نہ زخمی پر حملہ کیا جائے اور نہ قیدی قتل کیا جائے حضرت کے جتنے حرد ہیں اسلام میں ب میں آپ کی یہی سیرت رہی اور یہی مذہب علما و امصار کا ہے حجاز و عراق میں ابوحنیفہ کہتے ہیں باغی اگر بھاگ کر فتنہ مسلمان میں جائے تو اسکا تعاقب کیا جائے اور اگر کسی گروہ میں جائے

تو اُس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ (تاریخ کامل جلد دوم ص ۶۷)

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:-

یعنی معاویہ نے اُسکو اور اہل سنت میں حجاز و دین کی طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر دیکھے جو شخص اطاعت

جناب امیرؓ میں ہوا اُسکو قتل کرے اسکی موت بقولے شمش میں ہے۔ (اصابہ جلد اول ص ۱۵۳)

اب کہاں ہیں مولوی عبدالشکور مترجم اسد الغابہ جو اس عبارت کو دیکھیں اور پھر اپنے تحریف پر نظر کریں کہ آیا معاویہ نے قاتلان عثمان کے قتل کو بھیجا تھا یا صرف ان لوگوں کے قتل کو جو اطاعت جناب امیرؓ میں تھے کیونکہ اگر قاتلان عثمان منظور تھا تو حضرت جابرؓ کے ساتھ کیوں وہ سبک کیا گیا کیا وہ بھی قاتلان عثمان سے تھے۔ ہر حال حضرات اہلسنت کو ایسے ایسے صحابہ پر جہاں تک نماز ہو سکتا ہے ناز کریں جو ظلم میں سب سے آگے اور جب شر سے مقابلہ ہو جائے تو..... غریاں کر دیں۔

نصائح کافیر میں ہے کہ معاویہ نے قصہ حکیمین کے بعد ہی جناب امیرؓ کے زندگی میں بسرن ارطاة کو ایک لشکر کے ساتھ غارتگری کے لیے بھیجا اور ضحاک بن قیس فری کو دوسرے لشکر کا سردار بنا کر روانہ کیا اور قبیلہ غامد سے ایک شخص کو تیسرے لشکر کا سردار بنایا اور ہسوان یسیر وافی البلاد فیقتلوا کل من وجدہ من شیعہ علی بن ابی طالب واصحابہ حکم دیا کہ تمام شہروں میں جائیں اور جہاں جہاں شیعہ علیؓ ابن ابی طالب علیہ السلام پائیں ان سب کو قتل کریں اور جو طرز عمل ان کا ہو سب میں فساد کریں اور حضرتؓ کے اصحاب کو قتل کریں ولا تبغوا بایدیکھو من النساء والصبیان نہ عورتوں کو چھوڑیں نہ بچوں کو، بسرن ارطاة یہاں سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچا اور ہمسکے اصحاب جناب امیرؓ کو قتل کیا و ہمد مرہا دوسرا اور ہمسکے لوگوں کے مکانات کو گرا دیا اور وہاں سے مکہ کی طرف گیا اور خاندان آل مہلب کے لوگوں کو قتل کیا پھر سراۃ گیا اور وہاں بھی جس جگہ اصحاب جناب امیرؓ سے پایا قتل کیا پھر نجران آیا اور عبداللہ بن عبداللہ ان حارثی اور اُسکے بیٹے کو قتل کیا جو عبید اللہ بن عباس کے سردار تھے اور جناب امیرؓ کی طرف سے عامل تھے پھر یمن آیا وہاں عبید اللہ بن عباس عامل جناب امیرؓ تھے ان کو نہ پایا و وجد ابنین لہ صبیبن فاخذہما بسیر لعنہ اللہ وذبحہما بیدہ بحدیر کانت معہ اُنکے دو کمسن بچے مل گئے اُنکو بسرنے پر مار کر اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کیا اسکے بعد معاویہ کی طرف لوٹ گیا۔

معاویہ کے اور لشکروں نے بھی اسی قسم کی کارروائی کی چنانچہ غامدی نے انبار کے طرف رخ کیا اور وہاں ابن حسان بکری کو قتل کیا و قتل رجال اکثرین و نساء من الشیعہ صحت یعنی بہت سے مردوں اور عورتوں کو قوم شیعہ سے قتل کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ غارتگری اور یہ سب خونریزی اس غرض سے ہوئی کہ خون عثمان کا قصاص لیا جائے کیا عورتیں اور بچے بھی اس میں شریک تھے جن اہلسنت کے مقدس صحابیوں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

کاسنہ وفات نہیں لکھا ہے مگر یہ بایں ہاتھ سے کھاتے تھے حضرتؓ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے کھا اُس نے کہا اُس ہاتھ سے نہیں کھا سکتے تو حضرتؓ نے اخوش ہو کر اُس سے کہا اب

بسرن راعی البعر

نہ کھاسکے گا۔ چنانچہ پھر اُس کا دایاں ہاتھ اُسکے منہ تک نہ اٹھتا تھا (صفۃ السداغابہ)

ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت کو ناز ہے کہ وہ رسول کے فرمانبردار اور مطیع تھے حالانکہ کیسے کیسے سرکش اُن میں ہیں اس اُسیبت کو صحیح مسلم میں لکھا ہے مگر نام غائب کر دیا اور دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بسبب کبر سنی کے اُس نے کہا جس کے معنی یہ ہوئے کہ رسول نے ناحق بدو عادی قاضی عیاض فرلتے ہیں کہ وہ منافق تھا مگر امام زیدی اس کو رد کرتے ہیں کہ لوگوں نے اُس کو صحابہ میں لکھا ہے مگر ابن حجر اُس کو بھی رد کرتے ہیں (اصابہ ص ۱۵ ج اول)

بشر بن خنظلہ جعفی کا بیان ہے کہ ہم دائل بن حجر حضرمی کے ساتھ جا رہے تھے کہ اُن کے دشمنوں نے آکے گھیر اور پوچھا کہ ان میں دائل ہے کہا نہیں انھوں نے پہچان کر کہا یہ دائل ہیں تو پہلوگوں نے قسم کھائی

یہ پہلے بھائی ہیں پہلے ماں باپ کے بیٹے ہیں (ص ۲۵۵)

کیا اب بھی کوئی سنی تقیہ پر اعتراض کرے گا جبکہ ان کے صحابہ کا اس پر عمل تھا اور حضرت نے اُنکی تائید فرمائی۔

بسر بن عامر بن سفیان ثقفی یہ حضرت عمر کے طرت سے قبیلہ ہوازن کے صدقات وصول کرنے پر مامور تھے عمر نے جب اُنکو مقرر کیا تو یہ نہ گئے عمر نے کہا تم جانتے ہو میری بات کا

ماننا اور سننا تم پر فرض ہے کیوں نہیں گئے اُنھوں نے کہا یہ تو پہلو معلوم ہے مگر میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کام پر مامور کیا جائے گا وہ قیامت کے دن جہنم کے پل پر لاکھڑا کیا جائیگا اگر اچھا کام کیا ہو تو نجات پائیگا اور بُرا کام کیا ہو تو وہ پل پھٹ جائیگا اور وہ جہنم میں بقدر تیریس کی مسافت کے گہرائی کے گر جائے گا عمر وہاں سے بہت غمگین اور محزون اُٹھے راہ میں حضرت ابوذر سے ملاقات ہوئی تو عمر نے اس حدیث کو بیان کیا اُنھوں نے کہا میں نے بھی رسول خدا سے یہ حدیث سنی ہے اور اُنھوں نے زہری کے بعد ذفات پائی اور زہری نے ۱۲۴ھ میں ذفات پائی۔ (ص ۲۵۵ السداغابہ - اصابہ جلد ۱ ص ۱۵)

افسوس کہ ایسا صحابی ۱۲۴ھ تک زندہ رہا اور امام حسین کی مدد نہ کرے اُنھوں نے جو اس حدیث کو بیان کیا تو غالباً عمر کے تنبیہ کے لئے مگر وہاں نشہ حکومت چڑھا ہوا تھا اسکی کب شنوائی تھی۔

بشر غنوی اُنھوں نے سلمہ بن عبد الملک سے بیان کیا کہ حضرت نے فرمایا تم لوگ قسطنطنیہ کو فتح کر لا گے اُس وقت مسلمانوں کا سردار بہت عمدہ شخص ہوگا اور وہ لشکر بھی بہت عمدہ لشکر ہوگا تب اُس نے قسطنطنیہ کا جہاد کیا (ص ۲۶)

اس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ محض خوشامد میں سلمہ بن عبد الملک کے یہ حدیث وضع کی گئی ہے ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ایسی حدیث فرمائیں جبکہ مروان کے آخری نسب تک حضرت لغت کر چکے ہیں جیسا کہ تاریخ حمص میں ہے۔

استاذن للحکوم بن ابی العاص علی رسول اللہ صلعم اذنا نواللھ لعلہ اللہ ومن

خروج من صلیہ الا المومنین وقلیل ما هم یشر فون فی الدنیا ویتضعون فی

الآخرۃ - (ص ۳۲۳)

یعنی حکم بن ابی العاص نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا اُسکو اجازت دو خدا اُس پر لغت کر

اور جو اُس کے صلیب پیدا ہو بہ استثناء مومنین کے جو بہت کم ہیں دنیا میں تو عزت پائیں گے اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔

بشر بن عقر بہنی | اصحاب میں ہے کہ اس نے ۵۰ھ کے بعد وفات پائی۔ (ص ۱۵۹) مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دست کش رہا عبدالملک کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ حضرتؑ نے فرمایا ہے جو شخص

بغرض زیاد مکہ خطبہ کہے تو خدا اسکو داخل جہنم کرے گا۔

بشر بن حارث انصاری | آتے تبا سکوئے کے ساتھ لکھ دو۔ (ص ۲۶۵ اسد الغابہ)

بشر بن خصاصیہ | کیا اچھی تعلیم ہے اور کیا خوب قرآن کی تعظیم ہے اس پر اہلسنت کو قرآن و انی کا دعویٰ ہے خدا رحم کرے۔

بشر بن ابی زید | بصرہ کے رہنے والے ہیں حضرت نے ان سے شہادتین حج و زکوٰۃ جہاد کی فرمائش کی تو کہا ہمارے پاس دس اونٹ کل ہیں پھر زکوٰۃ کیونکر دیں جہاد کے بارے میں سنا ہے کہ جو بھاگ جاتا ہے خدا اس پر عذاب کرتا ہے لہذا ہم خوف ہے کہ موت کے خوف بھاگ جاؤں تو حضرت نے ان کے ہاتھ کو زور سے حرکت دی اور فرمایا نہ صدقہ دو گے نہ جہاد کرو گے پھر داخل جنت کیونکر ہو گے۔ (ص ۲۲۶)

بشر بن ابی زید | نام ان کا ثابت بن زید ہے ابو زید ان چھ آدمیوں میں تھے جنہوں نے رسول اللہ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا جنگ حرہ میں مارے گئے مگر افسوس کہ ان کو بھی شریک جمع قرآن نہیں کیا نہ اور لوگوں کو جو جامع قرآن تھے نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دست کش رہے۔ (ص ۲۶۸)

بشر بن سعد بن ثعلبہ | بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے انصار میں سب سے پہلے انھیں نے بیعت کی (ص ۱۶۸)

بشر بن عیسیٰ | ان کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس نے ان سے کہا فلاں فلاں حدیث پھر پڑھو جب وہ پڑھ چکے تو ابن عباس نے فرمایا ہم رسول خدا سے حدیثیں روایت کرتے تھے جب آپ پر جھوٹ نہ جوڑا جاتا

تھا مگر جب لوگوں نے ہر قسم کی حدیثیں بنا کر شروع کیں تو ہم نے حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا۔ (ص ۲۴۵ اسد الغابہ)

بشر بن ربیعہ ہمہ | اب تو صحابہ کرام کے دروغ گوئی اور افتراء رسول میں کسی کو شبہ نہ ہو گا کہ خود حضرت ابن عباس کا بیان ہے۔

بشر بن ربیعہ ہمہ | سعد بن ابی وقاص نے مال خراج تقسیم کیا تو اس میں کچھ بچ رہا عمر کو لکھا کیا کریں تو انھوں نے لکھا حالان قرآن پر تقسیم کر دو عمرو بن معدیکرب اس میں سے حصہ لینے آیا تو سعد نے پوچھا قرآن کس قدر یاد ہے اس نے کہا ہم تو جہاد میں مشغول تھے لہذا قرآن کچھ نہ یاد کیا تب بشیر خنقی آیا اس سے پوچھا کیا تو کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کو بھی کچھ نہ دیا۔ اور عمر کو لکھا گیا وہاں سے حکم آیا بسبب تلوات بسم الرحمن الرحیم دو دو ہزار ان دنوں کو دے دو۔

دو سے سال پہر اسی طرح کچھ مال سچا عمر کو لکھا گیا کہ پہلے تو سات قاری قرآن تھے اب ستر ہو گئے عمر نے لکھا وہ روپیہ ان لوگوں کو دو جو جہاد میں زیادہ محنت کرتے ہیں۔ (ص ۱۷۱ اصحابہ)

اس روایت سے جہاں سے تقدیر عافیت صحابہ کی معلوم ہوئی کہ بجز یسوع اللہ انکو کچھ بھی یاد نہ تھا اور اس پر مقدس

صحابی رسول کہ جلتے ہیں وہاں مال کی قدر و منزلت بھی معلوم ہوئی کہ اس سال سات تھے تو انعام پانے پر وہ ستر ہو گئے پھر عمر صاحب کی محبت قرآن کو دیکھئے کہ جب تعداد ان کی بڑھ گئی تو انعام موقوف کر دیا گیا اس پر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے صحابہ کی روایت یا بیان کوئی وقعت رکھتا ہے اور عمر صاحب کو کس درجہ قرآن کی محبت تھی۔

اللہ اللہ کیا یہ صحابی نماز بھی نہ پڑھتے تھے جو کسی کو سورہ اکھرا در قل ہو اللہ احد یاد ہوتا جو صرف ایک آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم لاکر نہایا۔

کیا ہزاروں صحابہ میں جو مصروف جنگ و پیکار تھے یہی سات صحابی تھے جو مستحق انعام قرار پائے کیونکہ اس کی تشریف نہ تھی کہ پورا قرآن یاد ہو ایک سورہ پر بھی انعام کے مستحق ہو سکتے تھے مگر انفس کہ سات ہی آدمی ایسے نکلے جواتے بڑے جم غفیر میں قرآن کے پڑھنے والے تھے اسکے ساتھ انھیں صحابہ کے اجماع و تواتر سے قرآن کی ترتیب ہوئی۔

کہتے ہیں کہ ہم دس برس کے تھے کہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے حضرت کو دکھا **بشیر بن معاذ اسدی** کہ جناب جبریل کی طرف نظر کرتے ہیں جو مثل غل ابر تھے وہ حرکت کرتا تو آپ رکوع کرتے۔ ایک سو ساٹھ برس کے سن میں وفات پائی۔ (اصابہ ص ۱۷۴)

مگر نصرت امام حسین علیہ السلام دستکش رہے۔

یہ بھی صحابی ہیں جن کے باپ نے عہد رسول میں قرآن جمع کیا جنگ حرہ میں ۶۶ھ میں قتل ہوئے۔ (اصابہ ص ۱۷۳)

مگر نصرت امام حسین ۷۷ھ سے مخدوم رہے۔

یہ بھی جنگ حرہ میں مارے گئے۔ (اصابہ ص ۱۷۵)

بشیر بن نعمان مگر شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے۔

یہ ان لوگوں میں جو فد بنکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت سے ایک تحریر چاہی جس میں چند باتوں کی اجازت ہو حضرت نے کہا لکھو والا

وہ جناب میرے لکھوانے گئے اس میں سود اور زنا کی اجازت مانگی حضرت نے انکار کر دیا تب وہ خالد بن سعید بن عاص (صحابی) کے پاس لکھوانے گئے لیکن جناب امیر نے فرمایا کہ دیکھو یہ لوگ ان چیزوں کو لکھوانا چاہتے ہیں خالد نے کہا ہم کو کیا جو یہ کہیں گے وہ ہم لکھ دینگے جب حضرت کے پاس یہ تحریر پیش ہوئی آپ نے ربا اور زنا کے متعلق آیتیں پڑھ کر لکھوا دیا۔ (ص ۲۲ ج ۲ اسد الغابہ)

اس جہاں ان تازہ مسلمانوں کا حال معلوم ہوا وہاں قدیم صحابیوں کا بھی حال معلوم ہوا کہ انھوں نے بے تاملی لکھ دیا اور یہ نہ سمجھے کہ ان جاہلوں کو پسے ہی سمجھا دینا چاہیے کہ حضرت کو دوبارہ زحمت نہ کرنی پڑے۔

۱۸۰ھ میں ان کی وفات ہے۔

تابع حمیری مگر نصرت امام ۷۷ھ نہ کی۔ (اصابہ ص ۱۹۵ ج ۱)

میتیم بن مقتل

ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔

مگر نصرت امام ۴ نہ کی۔ (ص ۱۹۵ اصباہ)

ثور بن ثلثہ

یہ وہی شخص ہے جس نے معاویہ سے کہا تھا
امیہ بن عبد الشمس ادرکتہ وقد عی یقود عبده ذکوان فقال معاویہ

انما هو ابنہ قال هذا شی قلموہ انتہ۔ (ص ۱۱۵ اصباہ)

یعنی معاویہ نے بوجھاتم نے ہمارے اجداد سے کسی کو دیکھا ہے کہا امیہ بن عبد الشمس کو جو اندھا ہو گیا تھا اور غلام

اسکا ذکر ان لئے پھرتا تھا تو معاویہ نے کہا وہ اس کا بیٹا تھا ثور نے کہا یہ قول تم لوگوں کا ہے۔

یہ ۱۲۰ھ میں مرا مگر نصرت امام ۴ نہ کیا۔ اس روایت سے حال دیانت معاویہ بھی معلوم ہوا کیونکہ
خود صحابہ اسکو کاذب کہتے ہیں۔

میتیم بن زید بن عبد اللہ بن زید انصاری

کی روایت ہے کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ آپ نے وضو فرمایا

ہے ادا اپنے دونوں پیروں پر پانی پھیر لیا۔ (ص ۱۲۲ اسد الغابہ جلد ۲)

اس پر اڈیٹر النجم حاشیہ دیتے ہیں "اصل لفظ عربی کا یہ ہے مسح الماء علی رجلیہ ہمارے زمانہ کے بعض وضو کرنے والے لوگوں نے اپنے رسالہ الوضو میں اس قسم کے الفاظ بعض حدیثوں سے نقل کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اہل سنت کے یہاں بھی وضو میں پیروں کا مسح آیا ہے"

(رسالہ وضو حضرت حجۃ الاسلام آقا مولانا السید علی انظر طاب ثراہ کے تصنیفات سے ہے جس میں بہت سے روایتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ طریقہ رسول وضو میں ہی تھا جو حکم قرآن ہے کہ پیروں پر مسح کرو مگر خلیفہ دوم نے اسکی ایجاد کی کہ بجائے مسح غسل کیا کرو پھر ان روایات بخاری کی بھی نقد کی گئی جس سے وہ غسل قدیم کا حکم نکالتے ہیں اس رسالہ نے تاملی اہل سنت میں تہلکہ ڈال دیا اور ہزار ہا اہل حدیث مسح رجلین پر عمل کرنے لگے۔)

اڈیٹر النجم سے چونکہ جواب اس کا ممکن نہ تھا اس لئے یہاں اس قدر لکھ دیا ملا خطہ ہو رسالہ وضو صف ۹
جس میں تبصرہ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے راوی امام بخاری۔ احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن ابی عمر۔ یعقوبی۔ طبرانی۔ باوردی سب ہی ہیں جسکے آخر میں لکھا رجالہ ثقات کل رواۃ اسکے معتمد ہیں بلکہ ابو عمر نے جو ضعیف کہا تو اسکو رد بھی کیا۔

ثابت بن ضحاک

جنگ حدیبیہ میں شریک تھے وفات انکی بقول بعض فتنۃ الزبیر میں ہوئی (ص ۲)
مگر معرکہ کربلا سے محروم ہی رہے۔

ثابت بن قیس

جو جنگ بمانہ میں مارے گئے ان کے بدن پر نہایت قیمتی زرہ تھی دوسرے صحابی کا جو
گدڑ ہوا تو اس مردہ جسم سے وہ زرہ اتار لی ثابت نے خواب میں دکھایا کہ فلاں شخص نے
ہماری زرہ اتار لی زرہ کے اوپر اس نے ایک دیگ بند کر دی ہے اور دیگ پر کجاوہ رکھ دیا ہے خلیفہ سے کہہ کر اس

ذره کو لینا میرے پر اس قدر قرض ہے اور فلاں فلاں غلام میرا آزاد ہے ابو بکر نے اس وصیت کو قبول کیا (صلی اللہ علیہ وسلم)
یہ خواب تھا اور صرف ایک شخص نے دیکھا تھا اسکی تو تصدیق کر لی گئی جس پر مصنف لکھتے ہیں نہیں معلوم ان کے سوا
اور کسی کی وصیت بعد موت جائز رکھی گئی، مگر رسول اللہ کو نہ وصیت نامہ لکھنے دیا نہ دعویٰ ہے جناب سیدہ کو مانا جس پر جناب
امیر اور ام المین نے گواہی بھی دی تھی۔

دوسرا فائدہ اس روایت کا یہ بھی ہے کہ وہ بھی مقدس صحابی تھے جنہوں نے اس طرح ذرہ چرائی اور اس ترکیب سے
چھپائی تو محض صحابی ہونے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے جب تک ایمان نہ ہو۔

ثابت بن مخلد ضبی صحابی تھے جو خجگ حرہ میں مارے گئے۔
مگر کربلا میں نہ شریک ہوئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ثعلبہ بن خاطب حضرت کے دعا سے بڑے مالدار ہو گئے تھے مگر جب صدقہ دینے کا حکم ہوا تو انہوں نے
انکار کیا اور حضرت نے اُن پر بد دعا کی (رو ۵۳)

جابر بن سمرہ سعد بن ابی وقاص کے بہن کے بیٹے ہیں کوفہ میں رہتے تھے وہیں گھر بنا لیا انہوں نے رسول اللہ سے
بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ۶۶۱ھ میں بعد مختار وفات کی: (صلی اللہ علیہ وسلم)
مگر کوفہ سے نکل کر جناب امام حسینؑ کے نصرت کو نہ گئے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری رسول اللہ کے ساتھ سترہ غزوہ میں شریک ہوئے صفین میں جناب امیر
کے ساتھ تھے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ۶۶۱ھ میں وفات پائی جبکہ آپ کی
عمر ۹۴ سال کی تھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ادنیٰ النجم نے ان پر بھی اعتراض کیا ہے کہ شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے مگر شاید یہی سبب ہو کہ وہ آخر میں نابینا
ہو چکے تھے ورنہ بڑے بزرگ صحابی تھے زیارت اربعین سے پہلے انہیں نے پڑھی ہے جب ۶۶۱ھ میں
غرض سے کربلا آئے تھے ان کے فضائل و مناقب سے کتب رجال و فقیہین مملو ہے جناب امام محمد باقرؑ کے زمانہ تک آپ زندہ
رہے اور رسول اللہ کا سلام حضرت کو پہنچایا اصابہ میں ہے کہ انکا بھی ایک حلقہ دوس تھا مسجد رسول میں۔

جابر بن عیتک ۹۱ برس کے سن میں وفات پائی ۶۶۱ھ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)
واقعہ کربلا کے ایک برس بعد مگر شریک جہلم نہ ہوئے۔

جابر بن سمرہ ان کا بیان ہے کہ دو ہزار مرتبہ سے زیادہ انہوں نے حضرت کیساتھ نماز پڑھی کوفہ میں رہتے تھے
مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی ۶۶۱ھ میں وفات ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

جابر ابو مسلم الصدقی اس حدیث کے راوی ہیں۔ اس
ان احصاء ہذا القرآن من انتہی منا فقوہم (۱۲۵ صاب جلد اول)

یعنی اس قرآن کے بارے میں انتہی سے زیادہ حافظہ رکھنے والے ہیں جو منافق ہیں۔

اہل سنت کو مبارک باد کیونکہ نثر حقائق پر وہی فخر کرتے ہیں۔

جد بن قیس

مناقب تھا جو بیعت الرضوان سے دست کش رہا حسب بیان حضرت ابن عباس و منہم من
يقول ان ذن لي ولا تفتني اسي کے بارے میں نازل ہوا۔ (ص ۱۳۹ ص ۱۳۹)

جر حد بن خولید

یہ اصحاب صفہ سے تھے گھر بھی مدینہ میں تھا آخر خلافت یزید میں انکی وفات ہوئی۔ (ص ۱۳۲ ص ۱۳۲)

جد بن قیس مرادی

مگر حضرت امام حسینؑ سے یہ بھی دست کش رہے۔
شعبہ بر سر کا ہو کر مرا۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

جند بن عبد اللہ بن سفیان

یہ زمانہ مصعب بن زبیر تک زندہ رہا۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

جند بن کعب

انے ایک ساحر کو سوجھ سے قتل کیا کہ وہ یہ تلاش دکھا تا کسی کی گردن مار دیتا پھر آواز دیکر اس کو زندہ کر دیا
اُس نے یہ کہہ کر تلوار کا ہاتھ مارا کہ اگر تجھ میں قدرت ہے تو زندہ ہو جا۔

یہ واقعہ ولید بن عقبہ کے سامنے کا ہوا جو عثمان کی طرف دالی کو نہ تھا اسے جند کو قید کیا جب عثمان تک یہ مرافقہ
گیا تو کہا اگر رسول سے ہم تیرے پاس میں نہ سنے ہوتے تو دین کے سب سے عمدہ تلوار سے تجھے قتل کر ڈالتے اسکے بعد
دیا کہ جبل دغاں کی طرف جلا وطن ہو جا۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

یہ ہے ایمان حضرت عثمان کہ بحایت اپنے بھائی ولید کے ایک مہاجر کو قتل کیا چاہتے ہیں کہ کیوں اس
ساحر کو قتل کیا۔

جراد بن طہیہ کا بیٹا شیب جند امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوا۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

جبر بن حارث اعرابی ۶۱ھ تک زندہ رہا۔ (ص ۱۳۹ ص ۱۳۹)

جعفر بن نسطور رومی بھی ۳۲۰ برس زندہ رہا۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

جبر بن عبد اللہ قبلی ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

مگر شریک معرکہ کربلا نہیں ہے حالانکہ حضرت صادقؑ نے کر معوقش کے یہاں سے آئے تھے۔ (ص ۱۳۲ ص ۱۳۲)

جبر بن عینک

۶۱ھ تک وفات ہے ۹۲ھ مگر اصحاب میں ۱۳۶ھ ہے۔

جر ثوم بن ناسب

بیت حدیبیہ میں شریک تھے ۵۱ھ میں بعد عبد الملک وفات پائی۔
مگر حضرت امام حسینؑ سے محروم رہے۔

جنادہ بن ابی امیہ

۶۱ھ میں بمقام شام وفات پائی۔ مگر حضرت امام حسینؑ سے محروم رہے۔ (ص ۱۳۶ ص ۱۳۶)

جند بن عبد اللہ بن سفیان بجلی علفی

کنیت ان کی ابو عبد اللہ ہے کو نہ میں رہتے تھے پھر بصرہ
مصعب بن زبیر کے ساتھ کو نہ گئے تھے ان سے حسن بصرہ

وغیرہ روایت کرتے ہیں (صفحہ ۱۲۷)

مصب بن زبیر کا واقعہ ۶۵ء کا ہے انکی شرکت کی مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ کوفہ میں رہتے تھے۔

بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص عمر امیرؑ اور پر جھوٹ
جنید انصاری اوسی بے اُسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے اور میں نے اس حضرتؑ سے

سنا ہے اگر نہ سنا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں، حجۃ الوداع سے دو دن پہلے غلہ و خمد میں پہونچے تو آپؐ لوگوں کے سامنے

خطبہ پڑھنے کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے علی مرتضیٰؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: **كنت وليه فخذ اوليه اللهم وال من**

والا له وعاد من عاداه عبید اللہؑ را دی کہتے تھے میں نے زہری سے کہا کہ یہ حدیث تم ملک شام میں نہ بیان کرو تم خود

اپنے کانوں سے سن رہے ہو زہری نے کہا ابس اسی حدیث پر تم کو ایسا خیال آیا۔ خدا کی قسم میرے پاس علیؑ کے

فضائل اس قدر ہیں کہ اگر میں انھیں بیان کروں تو قتل کر دیا جاؤں۔ (صفحہ ۱۵۳ اسد الغابہ جلد ۱)

اس بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ کیسا پر آشوب تھا پھر بھی وہ خیر القرون کہا جاتا ہے پھر بتائیے جب

امام زہری اس خوف سے فضائل جناب امیرؑ نہ بیان کر سکتے تھے کہ قتل کیے جائیں گے تو اور کسی تابعی یا صحابی کا کیا حال ہو گا

کیونکہ امام زہری خلفائے بنی امیہ میں بہت مقرب تھے۔ اُن کے سامنے جناب امیرؑ کو گالیاں دی جاتی تھیں اور

انھیں کچھ بھی اسلامی جوش نہ آتا تھا اگر یہ حدیث محض فضائل کے متعلق ہوتی تو کیوں اس قدر خوف ہوتا لہذا معلوم

ہو کہ یہ نص ہے خلافت پر۔

اس حدیث کے راوی ہیں کہ جو شخص امامت جماعت کرے اُس حال میں کہ لوگ اُس کے
جنادہ بن امیہ جماعت سے کراہت کرتے ہوں تو اسکی نماز ترقوہ سے آگے نہیں پڑھتی انھوں نے شام میں اقامت

کی ۶۷ھ میں وفات ہے۔ (اصابہ صفحہ ۱۲۵ ج ۱)

مگر افسوس نہ نصرت امامؑ کی اور نہ جب اہلبیتؑ داخل شام ہوئے تو کوئی خدمت انجام دی۔

یہ حضرت عمرؓ کے لشکروں کے سردار رہے ہیں زمانہ عبد الملک میں ان کی وفات، عراق میں
جبیر بن حبیبہ کتاب دیوان تھے پھر زیارتی کو حکم صنفان بنایا۔ (صفحہ ۲۳۵ اصابہ)

مگر معرکہ کربلا میں انھوں نے شرکت نہ کی نہ کسی طرح امامؑ کی نصرت کی۔

کا بیان ہے کہ میں نبیؐ کے ہمراہ شریک تھا جب آپؐ کے اصحاب کے قدم ہٹ گئے

حارث بن بدل سعدی سوا عباس بن عبد المطلب اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے (صفحہ ۱۶۸)

اہلبیتؑ غور کریں کہ آپؐ کے خلفائے ثلاثہ کیسے بہادر تھے کہ رسول اللہؐ کو تنہا جھڑک کر چلے گئے اور بجز جناب

امیرؑ و حضرت عباسؑ و ابوسفیان بن حارث کوئی نہ رہا کیونکہ انکی روایات سب اس پر متفق ہیں کہ جناب

امیرؑ ہی السلام موجود تھے۔

حارث بن عمرو بدلی ۱۹۸ھ میں انتقال کرتے ہیں۔ (صفحہ ۱۹۸ اسد الغابہ)

مگر نصرت امام سے دست بردار رہتے ہیں۔

حارث بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے شادی کر لی تھی مجھے حکم دیا کہ میں اسکی گردن اردوں۔ (صفحہ ۱۹۵)

مگر امام ابو حنیفہ ایسے شخص پر حد زنا بھی نہیں جاری کرتے خدا رحم کرے۔

کی وفات ۱۹۹ھ میں ہوئی۔ (صفحہ ۱۹۹)

حارث بن عمرو بن غزیہ مزی مگر نصرت امام سے محروم رہے۔

حارث بن عوف ابو اقلیشی بڑے مقدس صحابی ہیں حنین میں حضرت کے ساتھ تھے ۲۵ھ ۶۲ھ میں انکی وفات ہوئی۔ (صفحہ ۲۰۱)

استیعاب میں سنہ وفات ۲۵ھ لکھا ہے اور یہ کہ مدینہ میں مقبرہ ہاجرین میں دفن ہوئے فتح مکہ میں علیہ السلام تین قبیلہ کے تھے۔ بنی لیث۔ ضمیرہ۔ سعد بن بکر۔ (صفحہ ۲۰۲)

مگر اہلبیت رسول سے آپ کو کبھی قسم کا تعلق نہ تھا جو نصرت امام کرتے۔

حارث بن مسلم مسمی ان کے باپ کا بیان ہے کہ رسول نے ہکو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا ہم نے آگے بڑھ کر اُن لوگوں سے کہا لا الہ الا اللہ کہہ دو تو جان بچ جائے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی

کیا جب میرے ساتھ آئے تو انھوں نے میری ملامت کی تم نے ہمیں مال غنیمت سے محروم کر دیا حالانکہ وہ ہمارے لیے ثابت ہو چکی تھی ہم جب وہاں سے لوٹے تو لوگوں نے رسول خدا سے شکایت کی حضرت نے ہکو بلا کر تعریف کی اور فرمایا کہ انہیں ہر شخص کے عوض اس قدر تیرے لئے نیکیاں لکھی ہیں یہ زمانہ عمر بن عبدالعزیز تک زندہ رہے اُس نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (صفحہ ۲۰۵)

یہ ہے ان صحابہ کرام کا ایمان کہ لوگوں کے مسلمان ہونے سے اس وجہ سے ناراض ہوتے ہیں کہ مال غنیمت اب نہ ملے گا کیا اسی کا نام محبت اسلام ہے پھر اُن سے کب اس کی امید ہو سکتی ہے کہ امام کی نصرت کریں۔

حارث بن نبیہ انس بن حارث نے منہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا میرا فرزند سرزمین عراق میں شہید کیا جائے گا جو شخص اس وقت کو پائے اُس کی مدد کرے۔ چنانچہ انس بن حارث حضرت

امام حسین ع کے ساتھ شہید ہوئے۔ (صفحہ ۲۰۷)

مگر افسوس اور صحابہ کو اسکی توفیق نہ ہوئی کہ امام ع کی مدد کریں۔

حارث بن نعمان کہتے ہیں کہ حضرت جبریل نے رسول اللہ سے کہا یہ اتنی لوگوں میں سے ہیں رسول خدا نے پوچھا اسکے کیا معنی جبریل نے کہا انہی آدمیوں کے سوا اور سب لوگ آپ کے پاس بھاگ جائیں گے (صفحہ ۲۰۸)

کیا اس پر بھی اہلسنت اپنے کل صحابہ کے ایمان و اسلام کو ثابت کر سکتے ہیں۔

حبیب بن بدیل بن ورقا کہتے تھے کہ ایک روز حضرت علی ع محل سے برآمد ہوئے تو چند سواروں نے

جو تلواریں لئے تھے آپ کا استقبال کیا اور کہا السّلام علیک یا امیر المومنین السّلام علیک یا مولانا
ورحمة اللہ وبرکاتہ حضرت نے پوچھا کہ یہاں اصحاب بنی سے کون کون لوگ ہیں بارہ آدمی کھڑے ہو گئے
جن میں قیس بن ثابت بن شماس اور ہاشم بن عقبہ اور حبیب بن بدیل بن ورقا بھی تھے ان لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے
بنی کو فراتے سنا ہے کہ من گنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (ص ۲۳ جلد ۲ اسد الغابہ)

حبیب بن سباع کہتے تھے ایک روز صبح کو ہم رسول خدا کے حضور میں گئے ہمارے ہمراہ ابو عبیدہ بن جراح بھی تھے ابو عبیدہ
نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم سے بھی بہتر کوئی شخص ہے۔ ہم اسلام لائے اور ہمراہ آپ کے جہاد کیا اور ہم آپ پر
ایمان لائے حضرت نے فرمایا تم سے بھی بہتر لوگ ہیں کچھ لوگ میں کچھ لوگ تمہارے بعد ہوں گے جو تم پر ایمان لائیں گے۔ (رض ۱)
کیا اس پر بھی اہلسنت اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صحابہ خصوصاً اہل ثمانیہ سب افضل ہیں حالانکہ نبض رسول اس زمانہ
کے مسلمان ان سے یقیناً افضل ہیں الا من فضلہ اللہ۔

حات بن یزید بن علقمہ رسول خدا صلعم نے ان کے اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان میں مواخات
کرادی تھی جب حضرت معاویہ کو خلافت حاصل ہوئی تو حقات اور جاریہ بن خدا
اور احنف بن قیس ان کے پاس گئے یہ دونوں بھی قبیلہ بنی تمیم سے تھے حقات عثمان کے دوستوں سے اور جاریہ بن احنف
حضرت علی کے اصحاب سے تھے حضرت معاویہ نے ان دونوں کو حقات سے زیادہ دیا تو حقات نے ان سے کہا کہ تم نے محرق
یعنی جلاوینے والے اور محذل یعنی پریشان کرنے والے کو مجھ پر فضیلت دی حضرت معاویہ نے کہا میں نے فضیلت نہیں
دی بلکہ میں نے ان سے ان کا دین مول لیا ہے اور تم کو اس محبت پر چھوڑ دیا ہے جو تم کو حضرت عثمان کے ساتھ ہے حقات
نے کہا مجھ سے بھی میرا دین مول لیا جلاوینے والا انھوں نے جاریہ بن قدامہ کو کہا کہ انھوں نے ابن حضرمی کو جلاوایا تھا اور پریشان کر دیا
حنف بن قیس کو کہا کہ انھوں حضرت عائشہ وطلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم سے لوگوں کو پریشان کر دیا تھا بعض لوگوں کا
بیان ہے کہ حقات حضرت معاویہ کے پاس گئے اور انھیں کے یہاں وفات پائی اور حضرت معاویہ اس اخوت کے سبب
ان کے وارث ہوئے حضرت معاویہ اس زمانہ میں خلیفہ تھے فرزوق نے اس معاملہ میں معاویہ سے مخاطب ہو کر یہ اشعار کہے تھے۔

ابولک و عمی یا معاوی اوسی اوسر مشا ترا نا فیمتاز التوات اقاربہ

اے معاویہ تمہارے چچا اور میرے باپ نے اپنے ترکہ کا اپنے وارثوں کو وارث بنایا اور یہ قاعدہ ہی ہے کہ
مرنے والے کے قریبی رشتہ دار میراث پاتے ہیں۔

فما بال میراث الحتاة کثرتا ومیراث صخر جامد لک ذاتہ

تو حقات کا ترکہ تم نے کیسے کھا لیا جبکہ صخر کی میراث تم کو مل ہی چکی ہے۔

فلو کان هذا الامر جاعلیت فلو کان هذا الامر جاعلیت علمت من المرء القلیل خلائہ

اگر یہ معاملہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص کون ہے جس کے دوست کم ہیں۔

اس قصیدہ میں اس سے زیادہ اشعار ہیں اور فخریہ اشعار میں اس کے عہد کلام سے ان کا تذکرہ ابو عمر نے

کیا ہے۔ (ص ۲۵۱ الفایہ ج ۲)

ہم نے اسکو صرف اس غرض سے لکھا ہے کہ اولاً ایسا انداز معاویہ معلوم ہو کہ حکم میلث بذریعہ مواخات منوخ ہو چکا مگر معاویہ نے اس کو بھی منوخ کیا اس سے بڑھ کر کیا محبت مال ہو سکتی ہے کہ تمام ممالک اسلامی کا مالک اسطرح ہوا اور دلا بتا ہے پھر یہ لوگ جائز وارث کو کیوں نہ محروم کریں۔ ثانیاً صحابہ ایسے تھے کہ چند بیسوں کے لالچ میں اپنا دین بیچ ڈالتے تھے پھر ان سے کیا امید ہو سکتی ہے ثالثاً حیات ایسا دیں فروش تھا کہ خود کہہ رہا ہے کہ ہمارا ایمان مولیٰ لے لو مگر معاویہ نہیں لیتا۔ رابعاً معاویہ بھی اسکا اقرار کرتا ہے کہ محبت جناب امیر عین ایمان ہے جس کو معاویہ جاریہ اور اخف سے مولیٰ لے رہا ہے تو کیا اب بھی اہنت کو کفر و نفاق معاویہ میں شہہ ہو سکتا ہے جو ایسے ایسے مقدس صحابہ کا ایمان مولیٰ لینا چاہتا ہے۔ خامساً اشعار فریق سے جہاں معاویہ کا دین سے خارج ہونا معلوم ہوا وہاں تمامی صحابہ کے نسب کا حال بھی معلوم ہوا کیونکہ وہ صرف ال نبی کو ہر عیب سے پاک و صاف کہہ رہا ہے ورنہ اپنے قبیلہ کو سیئہ افضل و اعلیٰ کہہ رہا ہے۔ اللہ صلی علی محمد وال محمد۔

یہ حیات جو اپنا دین بیچ رہا ہے ان لوگوں سے ہے جو جناب میرے پیار سے بھاگ کر معاویہ کے پاس آیا تھا جیسا کہ استیعاب میں ہے۔ و ہرب من علی رضی الی معاویہ۔ (ص ۱۵۳)

تین چار شعر اور بھی اس کے استیعاب میں منقول ہیں۔

لقد ذهب الخیر الا قليلا
لعمرا بیک فلا تکذب
وخلی ابن عفان شرا طویلاً
لقد فتن الناس فی دینهم
فما تستطيع الیہا سبیلاً
وحال ابو الحسن درد نہا

اور اصحاب میں ہے۔ (ص ۳۲۵ ج اول)

والبقی ابن عفان شرا طویلاً جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خیر تو سب جاتا رہا صرف کھوڑا بیچ رہا عثمان بن عثمان بڑا شر چھوڑ کر چلا گیا جناب امیر کی حالت ان سے جدا گانہ ہے کہ وہاں کسی کا گزر نہیں۔ یہ اشعار ہیں اس مقدس صحابی کے جو طرفدار حضرت عثمان تھا اور اپنا دین بیچنا چاہتا تھا مگر معاویہ نے نہ لیا۔ وہ کہہ رہا ہے کہ عثمان سے تو بجز شر طویل کچھ نہ باقی رہا۔ افسوس کہ اس الفایہ میں ان اشعار کو جگہ نہیں ملی حالانکہ استیعاب و اصحاب میں موجود ہے۔

حجاج بن علاط | جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا یا رسول اللہ مکہ میں میرا کچھ مال ہے اور وہیں میری بی بی بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہاں جاؤں تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں آپ کی کچھ برائیاں کر دوں یا کچھ کہہ دوں۔ ہمیں عبید اللہ بن احمد بن علی نے اپنے سند سے یونس بن یحییٰ کے حوالہ سے خبر دی وہ محمد بن اسحاق سے روایت کرتے تھے کہ انھوں نے مجھ سے کہا مجھے بعض اہل مدینہ نے بیان کیا کہ جب حجاج بن علاط سلمیٰ اسلام لائے تو خیبر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے اور عرض کیا کہ یا

رسول اللہ مکہ میں کچھ مال میرا تاجروں کے پاس ہے اور کچھ مال میری بی بی ام ابی شیبہ بنت ابی طلحہ کے پاس ہے جو بنی عبد الدار کی بہن ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ میرے اسلام سے واقف ہو جائیں گے تو میرا مال ہضم کر لیں گے پس آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں وہاں جاؤں شاید اپنا مال لے آؤں رسول خدا صلعم نے فرمایا میں نے تمہیں اجازت دی پھر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہاں مجھے یہ بھی ضرور سکے کہ کچھ کہوں رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تم کو اجازت ہے چنانچہ حجاج گئے وہ کہتے تھے کہ جب میں (مقام) ثنیہ بیضاء میں پہنچا تو وہاں قریش کے کچھ لوگ ملے جو خبروں کا تجسس کر رہے تھے جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہا کہ یہ حجاج ہیں ان کے پاس کچھ خبر ہوگی میں نے کہا کہ اس شخص (یعنی محمد صلعم) کو تو بڑی شکست ہوگئی تم نے سنا ہو گا اور اس کے اصحاب بھی مقتول ہو گئے اور محمد قید کر لئے گئے لوگوں نے کہا کہ ہم ان کو قتل نہ کریں گے ان کو مکہ لے جائیں گے اور وہاں سب لوگوں کے سامنے قتل کر دیں گے پھر ہم مکہ پہنچے تو ان لوگوں نے مکہ میں شور مچا دیا کہ یہ حجاج آئے ہیں اور خبر لائے ہیں کہ محمد قید کر لئے گئے اب صرف اس بات کا انتظار ہے کہ وہ یہاں لائے جائیں اور تم لوگوں کے سامنے قتل کیے جائیں میں نے کہا تم لوگ میرا مال جمع کر دو کیونکہ میں خبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں محمد کا جو مال بٹا گیا ہے اس کو مول لوں گا قبل اسکے کہ تاجر لوگ وہاں پہنچیں۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے اچھی طرح میرا مال جمع کر دیا اور میں نے اپنی بی بی سے کہا کہ میرا مال لاؤ تاکہ میں خبر جاؤں اور وہاں سے سستا مال خرید لاؤں میں نے بھی میرا مال مجھے دیدیا جب اس خبر کا مکہ میں بہت چرچا ہوا تو عباس میرے پاس آئے اس وقت میں ایک تاجر کے خیمہ میں کھڑا تھا وہ نہایت شکستہ خاطر اور رنجیدہ میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے حجاج یہ خبر کیسی ہوئی کہ آپ ٹھہر جائیے مجھے غلوت میں ہے وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے حجاج تمھارے پاس کیا خبر ہوئی ہے کہا میرے پاس اللہ وہ خبر ہے کہ آپ کو خوش کر دیگی میں نے حاضر آپ کے بھتیجے کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اللہ نے خیر ان پر فتح کر دیا اور وہاں کے بہت سے لوگ مقتول ہوئے اور ان کے مال آپ کے بھتیجے کو اور ان کے اصحاب کو ملے اور میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ انھوں نے خیر کی شانہزادی حضرت ام المومنین صفیہ سے نکاح کیا ہے اور میں تو مسلمان ہوں یہاں صرف اپنا مال لینے آیا ہوں پھر رسول خدا صلعم کے پاس لوٹ جاؤں گا آپ اس خبر کو تین دن تک محفوظ رکھیے ورنہ مجھے خوف ہے کہ میرا تعاقب کیا جائے گا بعد اسکے میں چلہ یا جب تیسرا دن ہوا تو حضرت عباس نے اپنا لباس پہنا اور خوشبو لگائی بعد اسکے عصا لے کر مسجد میں گئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا قریش کے لوگوں نے ان کو دیکھا تو کہلے ابو الفضل تم اس سخت مصیبت پر ایسی سنگ دلی کرتے ہو حضرت عباس نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم خیر فتح ہو گیا اور محمد اور ان کے اصحاب کو مل گیا اور محمد نے وہاں کی شانہزادی سے نکاح کیا ہے ان لوگوں نے پوچھا کہ تم سے یہ خبر کس نے بیان کی حضرت عباس نے کہا حجاج بن علاط نے وہ تو مسلمان ہو گئے ہیں اور انھوں نے محمد کے دین کی پیروی کر لی یہاں وہ صرف اپنا مال لینے آئے تھے وہ پھر وہیں لوٹ جائیں گے کفار قریش نے (یہ سننے کے بہت) واویلا کیا کہا اب خدا کے بند دیکھو وہ خدا کا دشمن ہیں دھوکہ دے گیا پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد (فتح خیبر کی) خبر ان لوگوں کو پہنچ گئی ان کا تذکرہ تینوں نے لکھا کہ ترجمہ اسد اللغات ص ۵۵۰ کیا اسکے بعد بھی کوئی سنی تقیہ پر اعتراض کر سکتا ہے کہ خود رسول اللہ اس کو اپنی برائی بیان کرنے کی

اجازت دیتے ہیں اور یہ صحابی ایسا سفید چھوٹ بول رہا ہے جکی کوئی حد نہیں۔ استیعاب میں ہے۔

واخص لہ رسول اللہ ان یقول یہی بما شاء عند اهل مكة عام خیبر من اجل

مالہ و ولدہ۔ (جلد اول)

حجر بن عدی

بنی صے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ اور ان کے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے اور جنگ قادیسہ میں شریک تھے فضائل صحابہ میں تھے جنگ صفین میں قیدیہ کزہ کے پہ سالار تھے اور ہندوستان میں شکر کے میسر پر تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علیؑ کے ساتھ تھے شاہیر صحابہ سے ہیں جب زیاد عزیق کا حاکم ہوا اور اس نے سختی اور بد چلنی شروع کی تو حجر نے اس کی بیعت و اس کو دی اور حضرت معاویہ کی بیعت انھوں نے واپس نہ کی تھی شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت ان کی پیروی ہو گئی ایک دن تاخیر نماز کی بابت انھوں نے اور ان کے اصحاب نے زیاد پر طعن و تشنیع کی تو زیاد نے ان کی شکایت حضرت معاویہ کو لکھ بھیجی حضرت معاویہ نے لکھا کہ انکو معہ ان کے اصحاب کے میرے پاس بھیج دو چنانچہ زیاد نے سب لوگوں کو دائل بن حجر حضرمی کے ساتھ بھیج دیا ان کے ساتھ بڑی جماعت تھی جب یہ مقام مرج عذرا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ میں پہلا مسلمان ہوں جو اس مقام میں تکبیر کہتا ہوں پھر یہ اور ان کے اصحاب مرج عذرا نامی قریہ میں جو دمشق کے قریب ہے آئے حضرت معاویہ نے ان کے قتل کا حکم دیا مگر حضرت معاویہ کے اصحاب نے بعض لوگوں کی سفارش کی وہ چھوڑ دیے گئے۔ اور حجر اور ان کے ساتھ چھ آدمی قتل کر دیے گئے اور چھ آدمی چھوڑ دیے گئے جب لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی بعد اسکے کہا کہ اگر تم میری طرف کسی ایسی بات کا لگان نہ کرتے جو مجھ میں نہیں ہے (یعنی بزدلی) تو بیشک میں ان حدودوں رکعتوں کو طول دیتا بعد اسکے انھوں نے کہا کہ میرے ہتھیار نہ اتارنا اور میرے خون کو نہ دھونا میں قیامت کے دن) معاویہ سے اسی حال سے ہوں گا جب حضرت عائشہ کو حجر کے ساتھ زیاد کی اس سلوکی کی خبر ملی تو انھوں نے عبد الرحمن بن حارث کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا کہ خد کے لئے حجر اور ان کے اصحاب کی بھرتی نہ کرنا مگر عبد الرحمن ایسے وقت میں پہنچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے تو عبد الرحمن نے حضرت معاویہ سے کہا کہ ابو سفیان تو حجر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت بردباری کیا کرتے تھے یہ بات تم میں کیوں ہوئی تھیں انکو قیدیہ کیوں نہ کر دیا کسی دہائی مقام میں کیوں نہ بھیج دیا حضرت معاویہ نے کہا اس وقت میری قوم میں تمھارے ایسے نیک مشورہ دینے والے لوگ نہ تھے عبد الرحمن نے کہا خدا کی قسم اب اہل عرب نہ حکم سمجھیں گے اور نہ صاحب عقل تھیں ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو مسلمان بھی تھے اور تمھارے پاس قہر کے بھیجے گئے حضرت معاویہ نے کہا میں کیا کرتا زیاد نے مجھانکے بہت سخت حال لکھے تھے اور لکھا تھا کہ یہ لوگ ایسا رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں جو پھر ہندوہ کے جب حضرت معاویہ مدینہ میں آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے حضرت عائشہ نے سب سے پہلے حجر کے قتل کے متعلق ایسی طویل گفتگو کی کہ حضرت معاویہ نے کہا میرا اور حجر کا معاملہ چھوڑ دے کیے یہاں تک کہ ہم دونوں اپنے پروردگار کے یہاں ملیں نافع کہتے تھے کہ حضرت ابن عمر بازار میں تھے جب ان کو حجر کے وفات کی خبر ملی تو ان سے صبر نہ ہو سکا انھوں نے کھڑے ہوئے اور رونے کی آواز ان سے بلند ہو گئی

محمد بن سیرین سے قتل کے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا مسئلہ بوجھا گیا انھوں نے کہا ان دونوں رکعتوں کو حجر اور خبیث نے پڑھا ہے اور یہ دونوں بڑے فاضل تھے حسن البصری (حجر اور بصری) اصحاب کے قتل کو براہِ حدیث سمجھتے تھے ربیع بن زیاد حارثی کو جو حضرت معاویہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے حجر کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ بھیجے اگر تیرے پاس بھائی ہو تو اسے انہی طرف اٹھلے اور بھائی کو چنانچہ وہ اس مقام سے ہٹے نہیں پائے گئے کہ انکی وفات ہو گئی حجر کا و خلیفہ دو ہزار پانچو تھان کا قتل شدہ میں ہوا ان کی قبر مقام عذرا میں مشہور ہے مستجاب الدعوتہ تھے ان کا تذکرہ ابو عمر والہ موسیٰ نے لکھا ہے۔ (ترجمہ اسد الغابہ مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر انجم لکھنؤ)

اس تحریر پر اڈیٹر صاحب انجم حاشیہ دیتے ہیں "شیعیان علی سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ رہتے تھے نہ زرقہ نہ و انض"

اقول۔ معلوم نہیں کہ آپ نے رو انض اور شیعہ میں کیا فرق نکالا ہے کیونکہ شیعہ ہی کو تو آپ انضی کہتے ہیں گذشتہ صفحات میں اس رسالہ کے آپ کے تحقیقات کا جواب ہو چکا ہے کہ کبھی تو آپ شیعہ کو قدما سے اہلسنت کہتے ہیں اور کبھی منافق کا خطاب دیتے ہیں یہاں آکر شیعہ اور رو انض کو الگ کر دیا ہر حال آپ کو اپنے معاویہ کی فکر کرنی چاہیے کہ اُس نے کیسے کیسے مقدس صحابی کو بلا جرم و خطا قتل کیا جس پر ابن عمر صاحبانی زور سے رد کیا ہے اور حضرت عائشہ نے اس قدر معاویہ کی کی ملامت کی تو کیا اب بھی معاویہ کے انجام میں آپ کو کوئی شبہ ہو سکتا ہے کہاں تک آپ آیات و احادیث کی تکذیب کرینگے۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:-

کہ معاویہ جب داخل مدینہ ہوا اور عائشہ کے ملاقات کو گیا تو عائشہ نے کہا اگر ہم کسی کو چھپا رکھتے جو مبوض محمد ابن ابی بکر تھے قتل کرتا تو تیرا کیا نتیجہ ہوتا کیا دوبارہ حجر تھے خدا کا خوف نہیں ہوا کہ تو نے اُنکو قتل کیا معاویہ نے کہا اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے مجھوں نے اُس پر گواہی دی مسروق روادی ہیں کہ عائشہ کہتی تھیں کہ اگر معاویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ ہمت و غیرت ہے تو ہرگز وہ اس کی جرات نہ کرتا مگر ہندہ جگر خوار کے بیٹے نے سمجھ رکھا تھا کہ آدمی جتنے تھے کوفہ میں وہ سب بے گے قسم خدا کی حجر اور اسکے اصحاب تجھ عرب تھے ازراہ فقہ و قوت و استیواب خدا ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:-

حجر ابن عدی جناب امیر کی صحبت میں آئے اور حضرت عائشہ کے شیعہ ہوئے۔ ایک اختراہ حجر بن عدی مشرک و فاجر کفن حضرت ابوذر تھے بمقام زبذہ و جہاں عثمان نے ابوذر کو نکلوا دیا تھا

وجہ قتل زیاد جو معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا اس نے خطبہ میں مقدسوں دیا کہ نماز عصر کا وقت جاتا تھا اُس پر حجر نے اسکو یاد دلایا کہ نماز جاتی ہے مگر وہ خطبہ پڑھتا رہا اُس پر حجر نے اور لوگوں نے بھی اُس پر کنکریاں پھینکیں زیاد غضب سے اُترا اور معاویہ کو لکھ بھیجا۔ معاویہ نے لکھا کہ ہمارے پاس بھیج دو جب حجر معاویہ کے پاس پہنچے تو کہا السلام علیک یا امیر المومنین معاویہ نے کہا کیا ہم امیر المومنین ہیں اُنکو لیجاؤ قتل کرو حجر نے کہا دیکھو ہمارے جسم سے بیڑیاں وغیرہ نہ نکالتا نہ ہکو غسل دینا ہم اسی طرح سے خدا کے سامنے معاویہ سے مناجات کریں گے۔ ابن عمر نے جب

ان کے شہادت کی خبر سنی تو وہ بازار میں تھے روتے ہوئے بازار بلند وہاں سے روانہ ہوئے عائشہ نے معاویہ پر اس بارہ میں عتاب کیا اور کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا کہ ہمارے بھائی کو قتل کیے جائیں گے جس پر خدا غضبناک ہوگا اور اہل آسمان۔ ابراہیم بن عقیل نے کتاب لایا وہاں میں نقل کیا ہے کہ یہ جب معاویہ کے پاس جا رہے تھے تو راہ میں ضرور غسل جنابت ہوئی آپ نے نوکری سے کہا جو پانی تو ہو تو کھول دینے والا ہے وہ آج ہی دیر سے کہ ہم غسل کر لیں کل نہ دینا موکل نے کہا خوف ہے کہ راہ میں تم پیاسے مر جاؤ اور معاویہ ہم کو اسوجہ سے قتل کیے کہ راند اپانی نہیں دیا، پھر نے خدا سے دعا کی جس پر ایک ابر کا ٹکڑا نمایاں ہوا اور پانی ہر سا جس سے بقدر ضرورت انھوں نے لے لیا لوگوں نے کہا دعا کیجئے کہ خدا ہم کو اس بلا سے نجات دے تو انھوں نے دعا کیا خداوند بڑا جہل حق میں بہتر ہو اسکو اختیار کر اسکے بعد وہ قتل کیے گئے شہادت آپ کی ۳۵ میں ہوئی آپ کے دو بیٹے تھے عبداللہ بن ولید و اس غمار کے ساتھ شہید ہوئے جبکہ مصعبؓ کو ذہ پر غلبہ

پایا۔ (اصحاب جلد ۱ ص ۲۲۹)

اب تو کچھ بتانیکی ضرورت نہ رہی کیونکہ ان کے مستجاب اللہ عا ہونیکو اصحاب۔ استیعاب۔ اسد الغابہ سب میں لکھا ہے مگر انفس معاویہ نے کسی کا خیال نہ کیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ اس کی خبر دے گئے ہیں کہ خدا اور فرشتے ان کے قتل پر غضبناک ہوں گے۔

جرم ان کا صرف اس قدر ہے کہ زیادہ نماز کا وقت یاد دلایا کہ خطبہ کی وجہ سے نماز جاتی ہے کیا اب بھی کسی کو لفاق معاویہ میں شبہ ہو سکتا ہے دو سر زندان کے تھے وہ بختیار کے شریک تھے کہ امام حسینؓ کے خون انتقام لیں مگر یہ سب ان دونوں کو بھی قتل کیا۔

ان وقائع عظیم سے ہے جس پر تاریخ و حدیث کی ساری کتابیں رہی ہیں نصاب شہادت حجر بن عدی میں ہے جو فاضل اجل محمد بن عقیل حسینی کی تصنیف ہے اور وہ حیدر آباد

میں مدرس اعلیٰ ہیں۔

یعقوب بن سفیان اپنی تاریخ میں اور بیہقی دلائل النبوة میں روایت کرتے کہ جناب امیر نے فرمایا اے اہل کوفہ بہت قریب ہے کہ تم میں سے سات آدمی قتل ہونگے مقام عذرا میں جن کی مثال اصحاب اخذود کی ہوگی (جن کا ذکر قرآن میں ہے) و ذلک اصحاب اخذود (مگر ہا کھو و کمر رہنے والے قتل کیے گئے سورہ واذ السماء انشقت) پس قتل کیے گئے حجر اور اصحاب انکے کہا امام بیہقی نے کہ حضرت علیؓ کا اس طرح کہنا بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ سے ناہو ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ معاویہ جب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عائشہ نے کہا تو نے حجر اور ان کے اصحاب کو قتل کیا حالانکہ ہم نے یہ حدیث سنی ہے کہ مقام عذرا میں سات آدمی قتل کیے جائینگے جن کے لئے خدا اور اہل سما غضب میں آئینگے۔ یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ عائشہ نے معاویہ کے اس حرکت پر نہایت ناراضی دکھائی کہ حجر کو اور انکے اصحاب کو بمقام عذرا قتل کیا اور کہا کہ ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ مقام عذرا میں سات آدمی قتل کیے جائینگے جن کے لئے

خدا و رسول غضبناک ہوگا۔

ابن احادیث کو دیکھ کر اب اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَ

أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ (سورہ نسا پ ۵ ع ۱۰)

یعنی جو شخص کسی مومن کو عمدًا اور ڈالے تو اُسکی جزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کا غضب

اُس پر ہے اور اُس پر خدا لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے عذاب عظیم مہیا کیا گیا ہے۔

اب ہم اہلسنت کو مبارک باد دیتے ہیں کہ کیسے امام کو آپ نے مقتدا بنانا ہے جس پر خدا کی لعنت ہے اور اسے رسول کی

اصلی وجہ قتل اُسکو تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ زیاد نے صرف اس جرم پر انھیں معاویہ کے پاس بھیجا تھا کہ انھوں نے

نماز عصر کو یاد دلایا تھا کہ تیرے خطبہ کی وجہ سے اُسکا وقت نکلا جاتا ہے مگر وقت شہادت جرات جیت لئی اُس سے پوری حاکمیت

معلوم ہو جاتی ہے۔ نصائح کافیہ میں ہے۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ معاویہ نے ہر بن فیاض تضاوی حصین بن عبد اللہ کلابی آیا شریف بدری

کو حجر کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا ہے ان لوگوں کو جاکر قتل کہے تو قتل قتل ہو رہے۔

کہا ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم سے کہیں کہ اگر تم لوگ تیرا کردگے علی سے اور ان پر لعنت کر دگے تو تم کو

چھوڑ دینگے اور اگر ایسا نہ کر دگے تو تم کو قتل کرینگے۔ جواب دیا ہم اسکو نہیں کر سکتے لہذا حکم دیا کہ قبر کھود دی جائے

اور کفن حاضر کیا جائے حجر اور انکے اصحاب نے اُس شب کو تلم شب عبادت کیا صبح کو جب بارادہ قتل حجر کے طرف

بڑھے تو کہا ہکو دو رکعت نماز پڑھ لینے دو اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم کہو گے ہم موت سے ڈرتے ہیں تو ضرور زیادہ

پڑھتے۔ اسکے بعد حجر اور انکے اصحاب چھ آدمی قتل کیے گئے۔

عبد الرحمن بن حسان غسری کریم ختمی (منجملہ قیدیان) نے کہا ہم کو معاویہ کے پاس لے چلو کہ جو وہ چاہتا ہے

ہم بھی کہیں گے معاویہ نے اجادت دی جب داخل ہوئے تو ختمی نے کہا اے معاویہ خدا سے ڈر کہ تو اس دنیا سے

دارالآخرت کے طرف جا نیوالا ہے وہاں تجھ سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں ہم لوگوں کو ناحق قتل کیا معاویہ نے

پوچھا تو علیؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے ختمی نے کہا جو تو کہتا ہے وہی ہم بھی کہتے ہیں ہم اس دین سے برارت کرتے

ہیں جس دین پر حضرت علیؑ عبادت خدا کیا کرتے تھے معاویہ سن کر چپ ہو رہا شمر بن عبد اللہ نے کہا اس کو

ہم کو بخش دیجئے معاویہ نے دیدیا۔ یہ شرط لیا کہ کوفہ میں نہ داخل ہو لہذا انھوں نے موصل میں قیام کیا۔

پھر عبد الرحمن بن حسان سے پوچھا کہ تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو اُس نے کہا اس بارے میں نہ سوال کرو

کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے معاویہ نے کہا قسم بخدا ہم اس سوال کو نہیں چھوڑ سکتے اُس نے کہا ہم خدا کو گواہ کرتے ہیں

کہ حضرت علیؑ ان لوگوں سے تھے جو خدا کو بہت یاد کرتے اور حکم بحت کرتے اور عدل کے ساتھ قیام کرتے اور لوگوں سے

درگزر کرتے معاویہ نے کہا پھر عثمان کے بارے میں کیا کہتا ہے عبد الرحمن نے کہا وہ پہلا شخص ہے جس نے باطل

کو کشادہ کیا اور باب حق کو بند کیا معاویہ نے کہا تو نے اپنے کو قتل کیا عبدالرحمان نے جواب دیا بلکہ تجھے قتل کیا معاویہ نے اس کو زیاد کے پاس دے دیا اور لکھ بھیجا کہ سب سے بدتر طریقہ سے قتل کر دینا پھر زیاد نے اُسے زندہ کر دیا۔
علاء ابن ابیجرزری نے اس واقعہ کو تاریخ کامل جلد ۳ میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے ملاحظہ ہو ص ۱۸۰

نوائت ۱۹۴ جو اس رسالہ مختصرہ میں نہیں آ سکتا مگر چند فقرات اس کے ضروری ہیں:-

(۱) معاویہ نے جب مغیرہ بن شعبہ کو ۳۱ھ میں حاکم کو فہ بنا کر بھیجا ہے تو کہا:-
وقد اردت ایضاً ان انا انارکھا اعتماداً علی بصرک ولست تارکاً ایضاً
بمصلحة لا تترك شتم علی وذمہ والترحم علی عثمان والاستغفار لہ والعیب کا صاحب
علی والا قضاء لہم والاطراء بشیعة عثمان والادناء لہم فقال المغیرہ قد جربت
وجربت وعلمت قبالتک لغیرک۔ (ص ۱۸۰)

ہم نے چاہا تھا کہ بہت سے باتوں کے بار میں تجھے وصیت کریں مگر چونکہ تیری عقل و فہم پر پورا اعتماد ہے لہذا
سب کو چھوڑ دیتے ہیں مگر یہ وصیت ضروری ہے جس کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے کہ تو اس کو کبھی نہ چھوڑنا کہ حضرت
علی کو گالیاں دیا کرے اور ان کی مذمت بیان کرے اور عثمان پر رحمت بھیجا کرے اور ان کے لئے استغفار کیا کرے اور
حضرت علی کے اصحاب کا عیب بیان کرے اور ان کو دور رکھا کرے اور شیعیان عثمان کی تعریف کیا کرے اور ان کو اپنے سے
نزدیک کر مغیرہ نے کہا تم کو بھی تجربہ ہو چکا ہے اور ہم کو بھی اور پہلے خلفا کی طرف سے بھی ہم کام کر چکے ہیں۔

(۲) فاقام للمغیرہ عاملاً علی الکوفہ وهو احسن شیئ سیرہ غیر انہ لا یدع شتم
علی والوقوف فیہ والدعاء لعثمان والاستغفار لہ۔

یعنی مغیرہ نے طرح نظام کیا مگر جناب امیر کے گالے دینے اور مذمت کرنے کو کبھی نہ چھوڑا اسی طرح عثمان کے لئے دعا
اور استغفار کر کبھی نہ ترک کیا۔

اس کے بعد وفات مغیرہ ہے اور حکومت زیاد اور مجربین عدی کے گرفتاری کا حکم اور ان کا کوفہ سے بھاگنا اور
صیفی کا گرفتار ہونا۔ اس کے بعد زیاد کا لوگوں کا گواہ بنانا۔

(۳) فشهد اسحق وموسیٰ ابنا طلحہ بن عبید اللہ والمنذر بن الزبیر وعمارہ بن
عقبہ بن ابی معیط وعمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہم وکتب فی الشہود شریح
بن الحریث القاضی وشریح بن ہانی فاما شریح بن ہانی فكان یقول ما شہد وقد۔ (ص ۱۹۱)
یعنی زیاد نے جو خط بنام معاویہ لکھا اُس پر اسحق بن موسیٰ بن طلحہ نے گواہی کی اور منذر بن الزبیر نے اور عمارہ
بن عقبہ (جو غالباً برادر اموی حضرت عثمان بن عفان بن سعد بن ابی وقاص (قاتل امام حسین) اور شریح بن
حارث کا نام لکھ دیا اور شریح بن ہانی کا حالانکہ شریح بن ہانی اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاندان طلحہ و زہر و سعد بن ابی وقاص کے کسی عداوت تھی جناب امیر سے کہ اس چھوٹی شہادت

میں وہ شریک ہوئے۔

اب ہم اس واقعہ کو تمام کرتے ہیں، حجر کے ساتھ یہ لوگ بھی شہید کیے گئے شریک حضرت صفی بن مسلمہ شیبانی قبیصہ بن ضمیمہ حبشی۔ محمد بن شہاب سعدی تمیمی۔ کدام بن جابر غزلی۔ عبد الرحمن بن حسان غزلی جن کو زیاد نے زندہ دفن کیا۔ (صفحہ ۱۹۱ کمال)

(۴) یعنی امام حسن بصری کہتے ہیں: ہم فصلتیں معاویہ میں اسی تھیں کہ ان میں سے ایک بھی اسکے ہلاکت کو کافی تھی ایک یہ کہ امت محمدی پر بزدلوار مسلط ہوا بغیر مشورہ کے حالانکہ بہت سے اصحاب صحابہ ان فضیلت ان میں موجود تھے دوسرے اپنے بیٹے کو خلیفہ کیا جو شراب خوار تھا ہر وقت ہرست ہر تاشم ہنتا اور طنبورہ بجاتا۔ تیسرے یہ کہ زیاد کو اپنا بھائی بنایا حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا الولد للفراش واللحا للحدود۔ چوتھے یہ کہ حجر اور اس کے اصحاب کو قتل کیا پس واسطے ہوا میں ہر حجر کی طرف سے اور دائے ہوا اس پر حجر کے اصحاب کی طرف سے

حضرت حجر نے بوقت شہادت کہا تھا ہم کو یوں ہی بیڑوں سمیت دفن کرنا ہم معاویہ سے سمجھ لیں گے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصاب کا فیہ یہ ہے۔

قال ابن سدين بلغنا ان معاوية لما حضر بجة الوفاة جعل يقول يوحى

منك يا حجر طويل۔ (صفحہ ۵۹)

کہ جب وقت وفات معاویہ قریب ہوا تو کہنے لگا اے حجر بہار دن تم سے بہت طویل ہے۔

چونکہ اس رسالہ کی بنا اختصار پر ہے اس لیے زیادہ طول دینا مناسب نہیں اگر اس سے زیادہ مفصل حال دیکھنا ہو تو نصاب کا فیہ اور تشیید المطاعن وغیرہ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ ہم جو کچھ لکھا ہے وہ اصحاب، استیعاب۔ اسد الغابہ۔ تاریخ کامل نصاب کا فیہ سے جس سے آل و اصحاب کے تعلقات پر پوری روشنی پڑتی ہے صرف اس جرم پر اصحاب کبار قتل کیے جاتے تھے کہ وہ شیوہ جناب امیر تھے اس شرط پر زندہ چھوڑے جاتے تھے کہ وہ جناب امیر سے بترکریں ورنہ زندہ دفن کر دیے جاتے کیسے کیسے مقدس صحابی سب بترکری جناب امیر کو علانیہ منبروں پر ادا کرتے پھر دنیا میں نہ جھگڑتے کیونکہ باقی رہ سکتا تھا مگر یہ بھی معجزہ جناب امیر و آلہ اطہار ہے کہ اب بھی وہ نہ سب حق باقی ہے اور مطابق وعدہ خدا و وعدہ رسول سب پر غالب ہے اگرچہ عدد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔

نبی صلعم کے حضور میں حجت کر کے آئے تھے اُن کا نام اس طرح لیا جاتا تھا حذیفہ

صاحب سر رسول اللہ فی المنافقین منافقوں کے حالات رسول خدا نے سوائے

حذیفہ بن یمان

حذیفہ کے اور کسی کو نہ بتائے تھے۔ حضرت عمر نے ایک دفعہ ان سے پوچھا کہ کیا میرے عمال میں کوئی منافق ہے حضرت حذیفہ نے کہا ہاں ایک ہے حضرت عمر نے پوچھا وہ کون ہے انھوں نے کہا میں نہ بتاؤں گا حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس منافق کو معزول کر دیا۔ نبی صلعم سے فتنہ کے حالات بہت پوچھا کرتے تھے تاکہ اس سے بچیں

ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت فتنہ کون ہے انھوں نے کہا یہ کہ یہی اور بدی دونوں
 تمھارے سامنے پیش کی جائیں اور تم نہ سمجھ سکو کہ کس کو اختیار کریں ان کی وفات حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس
 دن بعد ہوئی ۳۲ سال اسد الغابہ ص ۲۶ ج ۲

اصابہ میں ہے:-

درہدی مسلم عن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن حذیفۃ قال لقد حدثنی
 رسول اللہ ما کان وما یكون حتی تقوم الساعة

یعنی صحیح مسلم میں ہے کہ حذیفہ نے کہا رسول اللہ نے ہم کو خبر دی ہے کل ان باتوں سے جو ہو چکیں یا ہونگی

روز قیامت تک۔

کیا اس حدیث کو کبھی دیکھ کر اہل حدیث اس پر ایمان نہ لائیں گے کہ رسول اللہ کو علم ماکان وما یكون یعنی
 علم غیب تعظیم خدا حاصل تھا۔

روایت اسد الغابہ میں یہ ہے کہ عمر اپنے عمال کے نسبت پوچھتے تھے کہ ان میں کوئی منافق ہے یا نہیں
 حالانکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

کسی نے حذیفہ سے سوال کیا کہ تمکو نام منافقین کا کیونکر معلوم ہوا حالانکہ ابو بکر و عمر تک نہ جانتے تھے حذیفہ
 نے کہا شب عقبہ ہم سواری رسول خدا کے پیچھے پیچھے جاتے تھے حضرت کو کچھ شبہ آگئی تھی کہ ہم سنہرا کچھ لگے
 ہیں اگر ہم لوگ حضرت کو اونٹ سے گواہیں کہ گردن ٹوٹ جائے تو ان کے ہاتھ سے خلاصی پائیں حذیفہ کہتے
 ہیں کہ یہ سنکر ہم درمیان میں آگئے اور آواز کو بلند کیا حضرت بیدار ہو گئے پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا میں
 ہوں حذیفہ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں میں نے سب کے نام بتائے حضرت نے فرمایا یہ سب منافق ہیں کسی کا
 نام نہ بتانا اور تاریخ سے منقول ہے کہ رسول خدا نے بجز حذیفہ کسی کو منافقین کے نام نہ بتائے ہم لوگ
 بارہ آدمی تھے۔ (اسماء الرجال ص ۱۱)

پھر اسی کتاب میں ہے:-

دکان عمر ایصال حذیفہ عن حدیث العقبة و لیسلہ عن علامات النفاق
 هل ترى فیہ شیئاً۔

کہ عمر پوچھا کرتے تھے حدیث عقبہ کو اور علامات نفاق کو اور اس بات کو کہ آیا ہم میں بھی کچھ علامت نفاق پاتے ہو۔

پھر تعجب ہے کہ اصل واقعہ کو یہ لوگ چھپا کر کیوں ایسی باتیں بناتے ہیں۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں ہے
 کہ عمر نے کہا:-

یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین (۳۲۶)
 کہ اے حذیفہ قسم خدا کی ہم منافقوں سے ہیں۔
 پھر نہ معلوم اس قسم کے افتراء برداری سے کیا کیا فائدہ۔

عرب بن قیس یہ بھتیجے ہیں عیینہ بن حصین کے صرنے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی عمر نے اجازت دی تو عیینہ نے عمر سے کہا اب بن خطاب خدا کی قسم تم ہمیں مال نہیں دیتے اور ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے۔ (اسد الغابہ جلد ۱)

اب اس سے بڑھ کر کونسی شہادت ہو سکتی ہے اسکی کہ عمر نا انصافی کرتے کیونکہ خود صحابی رسول گواہی دے رہا ہے۔

حرام بن ملحان اصحاب میں اسی کے ترجمہ میں ہے۔
وکان مسلماً کہ اپنا اسلام خوف سے ایک عورت کے مخفی رکھتا تھا۔

بکتہ اسلام لا امراً من قومہ (۲۴۵)
کیا اب بھی تقیہ پر اعتراض ہو سکتا ہے جب ایسا صحابی اپنے اسلام کو مخفی رکھتا تھا۔

حرقوص بن اسیر سعدی عمر نے ان کو مسلمانوں کے مرد کے لیے بھیجا تھا یہ پہلے جناب امیر کے ساتھ بھی جنگ صفین میں تھے مگر آخر میں خارجی ہو گئے جب حضرت علیؑ نے خوارج سے قتال کیا تو یہ خوارج کے ساتھ اور اسی زمانہ میں شکستہ میں مقتول ہوئے (اسد الغابہ جلد ۲)

حریر بن شریل کنڈی صحابی ہیں انھوں نے ۶۶ھ میں شہادت پائی ۲۵ھ (اسد الغابہ مگر انھوں نے نصرت امام حسین نہ کی۔)

حزن بن ابی وہب رسول اللہ نے ان کا نام سہل رکھا انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنا نام نہ بدلوں گا۔ (اسد الغابہ جلد ۱)

کیا ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت نادم ہیں جو حضرت کے حکم سے اپنا نام بھی بدلنا نہ پسند کرتے۔
حسان بن ثابت بڑے اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے کفار و مشرکین کی ہجو کیا کرتے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگاتے ہیں یہ بھی شہر یک تھے حسان بن ثابت۔ مسطح بن اثانہ۔ حمنہ۔

بنت جحش حضرت نے ان لوگوں کو استی استی ڈرے ملے یہ نہایت بزدل تھے حضرت نے غزوہ خندق میں انکو بھی عورتوں کے ساتھ ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تھا جو بمنزلہ قلعہ تھا ایک کافر آیا تو حضرت صفیہؓ نے کہا اے قتل کرو کہ ہم اس کام کے نہیں حضرت صفیہؓ نے خود اسے قتل کیا تو حسان سے کہا جا کر اس کا لباس وغیرہ اتار لو حسان سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ (اسد الغابہ جلد ۳)

تمہنے اس غرض سے ان کا حال لکھا ہے کہ اہلسنت دعویٰ کرتے ہیں الصحابہ کرام عدول صحابہ جتنے ہیں وہ عادل ہیں تو اب وہ غور کریں کہ جب خود رسول اللہ کے روبرو حضرت کی محبوبہ پر ایسی تہمت لگائی جس پر استی استی ڈرے لگائے گئے تو پھر اس پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ وہ بعد وفات رسول اپنے ذاتی اغراض کیلئے افترا کریں اس لیے کہ اسلامی دنیا میں جو کچھ ناسادہ وادہ انھیں صحابہ کے بدولت۔

نایچ کاہل میں سولہ آدمیوں کا نام لکھا ہے جنھوں نے جناب امیرؓ کی بیعت نہ کی ان میں حسان بن ثابت کا بھی نام ہے۔

فاما احسان فكان شاعرا لایالی ما یصحح واما زید بن ثابت فولاه عثمان
الدیوان دیت اصال (صفحہ ۸۵ جلد ۳)

یعنی حسان تو مرد شاعر تھے انکو کچھ پردانہ کھتی کہ کیا کرتے ہیں اور زید بن ثابت کہ عثمان نے دیوان
اور بیت المال کا متولی قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے انھوں نے جناب امیر کی بیت نہ کی یہی زید بن ثابت

کاتب قرآن بھی ہیں جنھوں نے حسب خواہش عثمان ترتیب دیا تھا۔

کا نام بھی اسی نسبت میں لیا گیا ہے لہذا ہم کو بھی یہیں لکھنا پڑا اور
جناب امام حسن علیہ السلام آپ کا ذکر خیر تو رسول اللہ کے ساتھ ہوتا۔

سَيِّدُ نَاوَابِ بْنِ سَيِّدِنَا حَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

فرزند حکمران گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ قریشی ہاشمی کنیت ابو محمد بنی صلی اللہ علیہ
وسلم کے نواسے ہیں والدہ آنکی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور
یہ جو ان اہل بیت کے سردار اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کی بہار ہیں (صورت میں بھی) آپ کے مشابہ تھے انکا نام
حسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور ان کی کنیت ابو محمد آپ ہی نے قائم کی تھی اور ولادت سے ساتویں
دن آپ نے عقیقہ کیا تھا اور انکے بال منڈوائے تھے اور حکم دیا تھا کہ ان کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کی جائے
رہل کسانکے پانچویں شخص ہیں۔

ابو محمد عسکری نے کہا ہے کہ یہ نام جاہلیت میں کسی کا معلوم نہیں ہوتا اور انھوں نے ابن اعرابی سے انھوں نے
مفضل سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے دیدو نام حسن اور حسین چھپا رکھے تھے یہاں تک کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں صاحبزادوں کا نام حسن اور حسین رکھا ابن اعرابی کہتے ہیں میں نے مفضل سے
کہا کہ وہ شخص میں میں تھے (انکا نام بھی تو حسن اور حسین تھا) مفضل نے کہا ان کا نام حسن ساکن الین اور حسین
بفتح حا و کسرین تھا ان دونوں صاحبزادوں سے پہلے حسن اور حسین کسی کا نام نہ تھا صرف حسن کے نام سے
ایک گاؤں بلاد ضہہ میں ہے جسکی نسبت ابن عثمہ (شاعر) نے یہ شعر لکھا ہے۔ عذاعة اضرب بالحسن السبیل
اسی مقام میں سلطان بن قیس شیبانی قتل کیے گئے۔

حسن بن ابی طالب جن کی والدہ فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھیں نصف رمضان شبہ ہجری
میں پیدا ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں شبہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی
ولادت نصف شعبان شبہ ہجری میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں غرہ ذی الحجہ

کے ایک سال بعد اور بعض کہتے ہیں دو سال بعد پیدا ہوئے ہجرت کے اور غزوہ احد کے درمیان میں دوسرے
چھ مہینے پندرہ دن کا فصل تھا۔ ام فضل نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا
ہے کہ گویا ایک عضو آپ کا میرے گھر میں ہے حضرت نے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا قافلہ سے ایک
بچہ پیدا ہو گا جس کو تم قثم کا دو دینا دو گی چنانچہ حضرت حسن پیدا ہوئے اور ام فضل نے انکو قثم کا دو دینا دیا
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے تھے جب حسن پیدا ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے اسکا نام کیا رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے حضرت نے فرمایا
وہ (حرب) نہیں ہے بلکہ اس کا نام حسن ہے پھر جب امام حسین پیدا ہوئے تو ہم نے اُن کا نام بھی حرب رکھا
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے (بدستور سابق) فرمایا میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے اس کا نام
رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے حضرت نے فرمایا وہ (حرب نہیں ہے) بلکہ (اسکا نام)
حسین ہے پھر جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ
تم نے اس کا کیا نام رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اسکا نام حرب رکھا آپ نے فرمایا وہ (حرب نہیں ہے) بلکہ
اس کا نام محسن ہے بعد اسکے آپ نے فرمایا کہ میں ان تینوں کے وہ نام رکھتا ہوں جو بارہ دن (یعنی علیہ السلام)
کے بیٹوں کے نام تھے (یعنی) شبیر اور شبیر (حضرت حسن سے ام المؤمنین) عائشہ نے اور شعبی اور سید
بن غفلہ اور شقیق بن سلمہ اور ہیرہ بن یزیم اور شعیب بن نجہ اور اصعب بن نباتہ اور ابو بکر اور معاویہ بن خدیج
اور اسحاق بن بشار اور محمد بن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے)

حضرت حسن بن علی فرماتے تھے مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات تعلیم فرمائے ہیں جنکو میں
دتر (کی دعا) توت (میں پڑھ لیا کرتا ہوں) وہ کلمات یہ ہیں:-

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک
لی فیما اعطیت وفقی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانک
لا یذل من الیت تبارکت ربنا وتعالیت۔

یزید بن ابی مریم نے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے حضرت حسن بن علی سے عرض کیا کہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی کچھ باتیں یاد ہوں تو بیان کیجئے انھوں نے کہا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک یہ بات یاد ہے
میں نے ایک مرتبہ صدقے کے چھو ہاروں میں سے ایک چھو ہار الیکرا اپنے منہ میں رکھ لیا تھا حضرت نے اسکو
(میرے منہ سے) نکال لیا اس حال میں کہ اس میں میرا لعاب (دہن) مل چکا تھا اور اسکو صدقے کے چھو ہاروں
میں ملا دیا کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ ایک چھو ہارے کی کیا بات تھی آپ نے کھا لینے دیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ہمارے
لئے یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس بات
میں تم کو شک ہو اسکو ترک کر دو کیونکہ سچائی نام اطمینان کا ہے اور شک بھوٹی چیز ہے اور حضرت ہیں اس دعا

کی تعلیم دیا کرتے تھے اس کے بعد انھوں نے قنوت کی حدیث ذکر کی۔

سفیان ثوری نے خبر دی کہ وہ کہتے تھے حضرت حسن بن علیؑ سے سنا دہکتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فراتے سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اپنے مصلیٰ پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے تو یہ کام اُس کے لئے دوزخ سے حجاب ہو جائے گا یا فرمایا کہ دوزخ ایک پردہ ہو جائے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جو انانِ جنت کے سردار ہیں سواد و خالہ زاد بھائیوں یعنی حضرت عیسیٰ اور یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے۔ اسامہ بن زید نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ میں ایک رات کو کسی کام سے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ میرے پاس باہر تشریف لائے اور آپ کسی چیز کو اٹھائے ہوئے (چادر میں چھپائے ہوئے) تھے مجھے معلوم نہیں ہوا کہ آپ کس چیز کو اٹھائے ہوئے ہیں پھر جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا حضرت یہ کیا چیز ہے جنکو آپ اٹھائے ہوئے ہیں آپ نے چادر کھول دی تو (معلوم ہوا کہ) وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں جنکو آپ اپنی گود میں لے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں لے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور جو شخص اسے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ (ایک مرتبہ) بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میرا بیٹا (یعنی حسنؑ) سردار ہے اسکے ذریعہ سے خدا مسلمانوں کے دوڑے گرد ہوں کے درمیاں صلح کرانے لگا۔

بنی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُسی حالت میں حسنؑ اور حسینؑ دھڑے باہر آئے سرخ کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے اور ان کے پیروں پر کھڑاتے تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اتر پڑے اور انکو گود میں اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھالیا بعد اسکے فرمایا اللہ ہیچ فرماتا ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ میں نے ان دونوں کو جو انکو دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں اور انکو پیروں پر لغزش کرتے ہیں تو مجھ سے نہ رہا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنی بات قطع کر دی اور انکو اٹھا لیا۔ نیز وہ کہتے تھے انس بن مالک سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے حسن بن علیؑ سے زیادہ صورت میں (رسول خدا صلی اللہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ ابن عباس سے نقل کر کے خبر دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ) حضرت حسنؑ کو اپنے شانہ پر سوار کیے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ اے صاحبزادے تم کیسی اچھی سواری پر سوار ہو رہے ہو بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سواری بھی تو اچھا ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حسنؑ بن علیؑ کو اپنے شانہ پر سوار کیے ہوئے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُسے دوست رکھو۔ عمر بن ابی سلمہ ریب بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے خبر دی کہ وہ کہتے تھے حضرت ام سلمہ کے گھر میں جب یہ آیت نازل ہوئی انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البيت ویطہرکم تطہیراً تو ام سلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی ان لوگوں میں ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر ہو اور تم بہتری پر ہو۔ زید بن ارقم سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو گراں قدر چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں رحمت کہ انکو ساتھ تمہارے ساتھ رکھو کہ تمہارے گھر گمراہ نہ ہو گے ایک حسرت کہ ان سے نہ نسبت

دوسرے کے بڑی ہے (وہ دونوں یہ ہیں) کتاب اللہ جو مثل ایک رسی (کے) ہے آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی اور میری عمرت یعنی میرے اہلبیت اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر ساتھ ہی ساتھ پہنچ جائے گی پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان دونوں کی مانند کرتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے محبت رکھو جوہر ان نعمتوں کے جو روزانہ تم پر نازل ہوتی ہیں اور جوہر اللہ کی محبت کے مجھ سے محبت رکھو اور جوہر میری محبت کے میرے اہلبیت سے محبت رکھو لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حسن بن علی نے کئی حج پایادہ کیے اور فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس حال میں اس سے ملوں کہ میں اس کے گھر تک پایادہ سجاؤں اور تین مرتبہ آنکھوں نے اپنا نصف مال اللہ کی راہ میں دیا نصف بھی اس طرح کہ ایک جوتی رکھ لیتے تھے اور ایک جوتی دیدیتے تھے اور دو مرتبہ اپنا پورا مال دیدیتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حسن بھی اس بات سے ایک سبب ہیں حضرت حسن بہت ہی بردبار اور کرم و پرہیزگار تھے انکی پرہیزگاری ہی نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ انھوں نے اللہ کے یہاں کے ناز و نعیم پر قناعت کر کے دینا اور اسکی سلطنت چھوڑ دی اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاکم بنوں اور میری حکومت میں کسی کا خون پھینکے بھی گرایا جائے۔ حضرت عثمان بن عفان کی مدد میں بیعت کرنے والوں میں سے تھے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنائے گئے حضرت علی سترہ رمضان سنہ میں شہید ہوئے تھے حضرت حسن کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے جان دیدینے کے اقرار پر بیعت کی تھی یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے انکے والد حضرت علی سے بھی بیعت کی تھی مگر وہ حضرت حسن کے زیادہ اطاعت کرنے والے اور ان سے زیادہ محبت رکھنے والے تھے حضرت حسن قریب سات مہینہ کے عراق اور اسکے ماسوا یعنی خراسان اور حجاز اور یمن وغیرہ کے خلیفہ بنے پھر حضرت معاویہ شام سے ان کی طرف چلے اور یہ حضرت معاویہ کی طرف چلے جب دونوں لشکر مقابل میں آگئے تو حضرت حسن نے خیال کیا کہ ایک کو دوسرے پر فتح نہیں لے سکتی تب تک دوسرے لشکر کا اکثر حصہ مقتول نہ ہو جائے لہذا انھوں نے حضرت معاویہ کو پیغام دیا کہ میں تمھیں تلذذات عیئے دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تمھارے بعد پھر میں خلیفہ کیا جاؤں اور اس شرط پر کہ اہل مدینہ اور اہل حجاز و عراق سے ان چیزوں کو طلب نہ کرنا جو میرے والد کے وقت میں انھیں مل چکی ہیں اس کے علاوہ اور قواعد بھی تھے حضرت معاویہ نے اسکی درخواست منظور کر لی اور وہ حجرہ نبویہ ظاہر ہو جو حضرت نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ اسکے ذریعہ سے مسلمانوں کے دگر دھوں میں صلح کرادے گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا بزرگی ہوگی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سردار فرمایا۔

حضرت حسن انے والد امیر المومنین (علی مرتضیٰ) کی وفات کے بعد (خطبہ پڑھنے) کھڑے ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد کے بعد فرمایا ہمیں اہل شام کی لڑائی سے کسی شک یا اندامت نے نہیں روکا ہم اہل شام سے سلامتی اور صبر کے ساتھ لڑتے مگر اب عداوت کی وجہ سے سلامتی جاتی رہی اور جوع کی سبب سے صبر چلا گیا جب صفین کی طرف

تم بلائے جانے تھے تو اس وقت تمہارا دین دنیا سے مقدم تھا مگر اب تمہاری دنیا تمہارے دین سے مقدم ہو گئی ہے آگاہ ہو ہم تو اب بھی تمہارے لئے ویسے ہی ہیں جیسے تھے مگر تم ہمارے لئے اب ویسے نہیں رہے جیسے تھے اس وقت دو قسم کے لوگ تمہارے مقتول ہو چکے ہیں جن کے لئے تم رو رہے ہو اور کچھ لوگ ہندوان میں مقتول ہو چکے ہیں جن کا انتقام تم طلب کر رہے ہو جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ناکام ہیں اور جو رو رہے ہیں وہ پریشان ہیں۔

سنو! معاویہ نے ہمیں ایک ایسی بات کی طرف بلایا ہے جس میں نہ عزت ہے نہ انصاف پس اگر تم موت کے خواہشمند ہو تو ہم معاویہ کی بات نا منظور کرو اور اللہ عزوجل کے سامنے تلوار کی بارگاہ سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کے خواہشمند ہو تو ہم معاویہ کی بات مان لیں اور جس بات پر تم راضی ہو اسی کو اختیار کریں تو سب لوگوں نے ہر طرف سے انھیں آواز دی کہ ہم باقی رہنے کے خواہشمند ہیں جب سب نے متفق ہو کر یہی بات کہی تو حضرت حسن نے صلح منظور کر لی۔

ایک شخص حضرت حسن بن علیؑ کے سامنے کھڑا ہوا جبکہ انھوں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی اس شخص نے کہا کہ تم نے مومنوں کے منہ میں کالک لگا دی یا یہ کہا کہ اے مومنوں کے رویاہ کرنے والے حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے مجھے طعنہ نہ دے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر کھڑے ہیں یہ بات آپ کو بہت ناگوار ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی:-

اِنَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا ذَلِكَ مَالِيَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

من الف شهر۔

حضرت نے فرمایا کہ ہزار مہینوں سے مراد وہ ہزار مہینے ہیں جن میں میرے بعد بنی امیہ بادشاہت کریں گے۔

اس وقت کی تعیین میں اختلاف ہے جس میں حضرت حسنؑ نے خلافت حضرت معاویہ کے حوالے کی بعض لوگ کہتے ہیں جمادی الاولیٰ سال ۴۰ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں ربیع الآخر میں پہلے قول کے موافق حضرت حسنؑ کی خلافت چھ مہینے باوجود ہی اور جو لوگ کہتے ہیں ربیع الآخر میں یہ واقعہ ہوا ان کے قول کے موافق چھ مہینے اور کچھ دن ہی اور جو لوگ کہتے ہیں جمادی الاولیٰ میں یہ واقعہ ہوا ان کے نزدیک آٹھ مہینے رہی واللہ اعلم ان تمام اقوال میں انھیں لوگوں کا قول صحیح ہے جو کہتے ہیں سال ۴۰ میں یہ صلح ہوئی۔

جب حضرت حسنؑ نے معاویہ سے بیعت کی تو قبل اس کے حضرت معاویہ کو فہ میں آئیں حضرت حسنؑ نے خط لکھا اور فرمایا کہ لوگو! ہم تمہارے سردار اور تمہارے ہمارے ہیں اور ہم تمہارے نبی کے اہلبیت کے ہیں جن سے خدا نے ناپاکی کو دور کیا ہے اور انھیں خوب پاک کر دیا ہے اس کلمہ کو کبھی مرتبہ کہا یہاں تک کہ سب لوگ رونے لگے اور ان کے رونے کی آواز کانوں میں آئی جب حضرت معاویہ کو فہ پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیعت کی عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ آپ حضرت حسنؑ سے کہئے کہ خط لکھ کر حضرت معاویہ کے پاس لے جائیں کہ ان سے بیعت نہ کریں

بن عاص نے کہا میں اسکو مناسب سمجھا ہوں تاکہ ان کی اقامت طاهر ہو جائے کیونکہ وہ ان باتوں کو نہیں جانتے
 حضرت معاویہ نے کہا اے حسن اٹھو اور لوگوں سے بیان کرو اور جو ہمارے اور تمہارے درمیان واقعات گزرے ہیں ان
 طاهر کر دیس حسن اس بات کے بیان کرنے کو کھڑے ہو گئے جس کے متعلق انہوں نے پہلے سے کچھ
 غور نہ کیا تھا انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی بعد اسکے فی البیہ یہ فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تمہیں رہا کر دیا
 (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے ہدایت کی اور ہمارے پہلے کے (یعنی میرے) ذریعہ سے تمہارے جانوں کی حفاظت کی
 آگاہ رہو سب سے زیادہ عقلمندی پر ہیزگاری ہے اور سب سے زیادہ فو فی بکار می ہے اور یہ عالم جس کے متعلق میں خلاق
 ہوا (دو حال سے خالی نہیں) یا تو وہ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں اور یا یہ سیرا حق ہے جو میں نے اللہ عزوجل کے لئے اور امت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے لئے اور تمہاری جانوں کی حفاظت کے لئے ترک کر دیا پھر جب حضرت معاویہ کے
 طرف متوجہ ہوئے فرمایا: وان ادعى لعلہ فتنة لکم و متاع الی حین تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا
 کہ اب منبر اتر پڑیے اور عمرو بن عاص سے کہا کہ تمہارا یہی مقصد تھا حضرت حسن کے وفات کے وقت میں بھی اختلاف
 ہے بعض لوگ کہتے ہیں سلسلہ میں ان کی وفات ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں شہ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں شہ
 میں خضاب لگایا کرتے تھے۔ انکی وفات کا سبب یہ ہوا کہ ان بی بی عبدالہ بنت اشعث بن قیس نے انہیں زہر ملا دیا
 تھا اور دست آنا شروع ہوئے اور یہ حالت ہوئی کہ انکے پیٹے پٹت رکھ دیا جاتا تھا اور دوسرا اٹھایا جاتا تھا قریب چالیس
 دن کے یہی حالت رہی اور اسی سے وفات ہو گئی جب انکا مرض بڑھ گیا تو اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا
 کہ اے بھائی تجھے تین مرتبہ زہر ملا گیا مگر ابکی مرتبہ ایسا نہیں ملا یا گیا میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں
 حضرت حسین نے یہ چھا کہ آپکو زہر کتنے ملا یا ہے حضرت حسن نے فرمایا کہ یہ تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم ان لوگوں سے لڑنا
 چاہتے ہو؟ میں انہیں اللہ عزوجل کے حوالہ کرتا ہوں جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ کے پاس ایک
 آدمی بھیج کر اس امر کی اجازت طلب کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون کیا جاؤں حضرت عائشہ نے اسکو منظور کر لیا
 پھر اپنے بھائی سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو تم پھر عائشہ سے اجازت طلب کرنا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دفن کیا
 جاؤں میں نے ان سے اجازت طلب کی تھی اور انہوں نے منظور کر لیا تھا مگر شاید انہوں نے میری مروت کی وجہ سے ایسا
 کیا ہو ورنہ امیر بعد اگر وہ اجازت دیں تو تم تجھے ان کے گھر میں دفن کر دینا مگر مجھے خیال ہوتا ہے کہ نبی امیہ تمہیں دیکھیں گے
 لہذا اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے اسکے متعلق مزاحمت نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔
 چنانچہ جب انکی وفات ہو گئی تو حضرت حسین حضرت عائشہ کے پاس اس کی اجازت طلب کرنے کے لئے گئے
 حضرت عائشہ نے کہا مجھے خوشی سے منظور ہے جب یہ خبر مروان کو اور باقی بنی امیہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا خدا کی قسم
 وہ وہاں ہرگز نہیں دفن کئے جائیں گے حضرت حسین کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اور ان کے ساتھ والوں نے ہتھیار
 اٹھائے مروان نے بھی ہتھیار اٹھائے حضرت ابو ہریرہ نے اسکو سنا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ بڑا ظلم ہے کہ حسن
 کو انکے باپ کے پاس دفن ہونے سے روکا جاتا ہے واللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں پھر وہ حضرت حسین

www.kitabmart.in

کے پاس گئے اور انکو سمجھایا اور خدا کا واسطہ دلایا اور کہا کہ آپ کے بھائی نے نہ کہا تھا کہ اگر تمہیں (بنی امیہ کی مخالفت کا) خوف ہو تو مجھے مسلمانوں کے مقبرہ میں لیجا حضرت حسینؑ نے مان لیا اور انہیں جنت البقیع میں اٹھائے گئے بنی امیہ میں سے کوئی شخص سوا سعید بن عاص کے انکے ساتھ نہ تھا سعید بن عاص مدینہ کے حاکم تھے حضرت حسینؑ خود ان کے پاس گئے تھے تاکہ وہ نماز جنازہ پڑھاویں اور ان سے فرمایا تھا کہ اگر سنت نہ ہوتی تو میں ہرگز تمہارے پاس نہ آتا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے جنازہ میں خالد بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط بھی شریک تھے انھوں نے بنی امیہ سے اجازت مانگی تھی اور انھوں نے انکو اجازت دیدی تھی حضرت حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت حسینؑ کو وصیت کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ نبوت اور خلافت دونوں کو خدا ہمارے گھر میں جمع نہ کرے گا لہذا اہل کوفہ تمہیں دھوکہ دے کے تمہیں لڑائی پر آمادہ نہ کریں۔ فضل بن وکیع کہتے تھے جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا مرض بڑھ گیا تو انہیں جہد کی حالت طاری تھی ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اے ابو محمد یہ جزع کیسی جس وقت آپ کی روح آپ جسم سے جدا ہوگی اس وقت آپ اپنے والدین علیؑ اور فاطمہؑ اور نانا نانی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ اور پنے چچا یعنی حمزہ اور جعفر اور اپنے ماموں یعنی قاسم اور طیب اور طاہر اور ابراہیم اور اپنی خالہ یعنی زینبہ اور ام کلثوم اور زینب کے پاس پہنچیں گے یہ سن کر ان کی وہ حالت دور ہو گئی جب حضرت حسنؑ کی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک انکے لئے نوحر کیا اور ایک سال تک سوگ کا لباس پہنا۔ (جلد ۲ ص ۳۷)

تقیہ۔ اس تحریر میں چند امر تنقید طلب ہیں۔

(۱) جناب امیر نے خود آپ کا نام حرب رکھا تھا بعد اسکے رسولؐ نے تبدیل کر کے حسن رکھا حالانکہ بہت سی روایات اہلسنت اس کے خلاف ہیں۔ خود تاریخ حمیس میں ہو جو مشہور کتب تواتر سن اہلسنت سے ہے۔ جب امام حسن پیدا ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا اے اسماء ہمارے فرزند کو لاؤ اسماء نے جب حاضر کیا تو پوچھا ہمارے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے جناب امیر نے عرض کیا ہم اس بچے میں سبقت نہیں کر سکتے تھے آپ پر رسول اللہؐ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بھی خدا پر سبقت نہیں کر سکتے۔ تب حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ خیر و درود سلام فرماتا ہے کہ علیؑ تم سے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہیں مگر نبی نہیں ہیں۔ لہذا جو نام فرزند خان ہارون کا تھا وہی نام رکھو۔ پوچھا کیا نام تھا کہا شہر حضرت فرمایا ہارون کا زبان تو عربی ہے حضرت جبریل نے کہا تو پھر حسن نام رکھو حضرت نے ہی نام رکھا۔ سال بھر کے بعد جب جناب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو پھر رسول اللہؐ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہی تقریر ہوئی اور حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام حسین رکھو۔ (تاریخ خمیس جلد اول ص ۳۷)

یہ روایت صرف تاریخ خمیس ہی میں نہیں ہے بلکہ ہدایت السعداء۔ شرف النبوة۔ وسیلۃ المتقین۔ ذخائر العقائد۔ ریاض انصرہ۔ کتاب التکفالی فضائل ائمہ میں موجود ہے جنکی کل عبارتیں کتاب تطاب عنقات الاثر حدیث منزلت میں منقول ہیں ملاحظہ ہو ص ۳۳ لغایت ۴۴،

اس سے نہ صرف اس مضمون کا ابطال ہوتا ہے کہ جناب امیر نے پہلے حرب نام رکھا تھا بعدہ رسول اللہ نے حسن و حسن رکھا بلکہ اسکا بھی کہ حضرت محسن پیدا ہو چکے تھے اور ان کا نام رسول اللہ نے محسن رکھا کیونکہ یہ نام قبل از ولادت رکھا گیا تھا۔

انفوس کہ توہین شان خاندان رسالت میں کسی وقت کوتاہی نہیں کی گئی اس لئے یہ روایت تصنیف ہوئی کہ جناب امیر نے بعد ولادت حرب نام رکھا حالانکہ ہم شرف کے روزمرہ میں دیکھتے ہیں کہ جہاں اس قسم کے تعلقات ہوتے ہیں وہاں بزرگوں کی موجودگی میں کبھی اس کا اقام نہیں کیا جاتا کہ بزرگوں کے رہتے ہوئے کوئی نام رکھے چہ جائیکہ اس خاندان میں بات ہو جو خاندان رسالت اور مہبط وحی ہو جب جناب سید کا کا عقد بلا حکم خداوند عالم نہ کیا جائے وہاں نام بغیر حکم خدا کیونکر رکھا جاسکتا ہے۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق اسماء الرجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:-

وساویان جبرئیل جابا سمعہما فی قطعة حریر من عند اللہ ہدیۃ الی رسول اللہ
(صفحہ ۱۶ اور قلمی)

حضرت جبرئیل ایک قطعہ حریر پر دونوں نام لکھے ہوئے بطور تحفہ خدا کی طرف سے۔

پھر کیونکہ عقل باور کر سکتی ہے کہ قبل از نزول وحی جناب امیر نے یہ نام رکھ دیا ہو جبکہ بغیر حکم رسول آپ کوئی کام نہ کرتے ہوں۔ غرض جہاں وہ حصہ روایت غلط ہے کہ جناب امیر نے حرب نام رکھا تھا وہاں حصہ بھی پورے طور سے موضوع ہے کہ تیسرا لفظ کا محسن نامی حضرت کے زمانہ میں پیدا ہوا کیونکہ بجز اس روایت کے کوئی ذکر اسکا نہیں پایا جاتا کہ وہ کب پیدا ہوئے ہاں معارف بن قتیبہ میں ہے۔ هالك وهو صغير (ص) مگر یہ سب پردہ داری ہے ایسی کہ انکی شہادت عمر بن الخطاب کے ظلم و ستم سے ہوئی جس کا قصہ تمام عالم میں مشہور ہے یہاں تک کہ ابراہیم بن سيار نظام جو نہ سب نظامیہ کا امام ہے وہ بھی اس پر مجبور ہوا کہ امر حق کو قبول کرے چنانچہ مل و کل شہرستانی میں ہے۔ (صفحہ مطبوعہ)

ان عمر ضرب بطون فاطمة يوم البیعة حتی القت المحسن من بطنھا و کان یصیرھا حرقوھا بمن فیھا و ما کان فی الدار غیر علی و فاطمة و الحسن و الحسین کہ عمر نے شکم جناب سیدہ پر مارا جس سے حضرت محسن کا اسقاط ہوا وہ کہتا تھا کہ اس گھر کو جلا دو حالانکہ اس مکان میں بجز جناب سیدہ اور جناب امیر و حسین کوئی نہ تھا۔

چونکہ اس بحث کی کافی تحقیقات رسالہ النصار الموقدہ میں ہو چکی ہے لہذا زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرات اہل سنت نے اس ظلم صریح کے اخفا میں بہت کوشش کی ہے۔

ہاں بعض اشخاص نے یہ استبعاد کیا ہے کہ قبل از ولادت کیونکہ معلوم ہو سکتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور اس کا نام کیونکر رکھا جاسکتا ہے لہذا اس کا دفعیہ اس عبارت سے کر لیجئے کہ محب لدین طبری ریاض النضرہ

میں سلسلہ ذکر فراست و کمالات ابی بکر لکھتے ہیں۔

وان صحہ قد الفی فی نفسی انہا جاریۃ قولہ ثام کلثوم (جلد ۱ ص ۱۲۹)
یعنی ابوبکر نے عائشہ سے کہا ہم چار وارث چھوڑے جاتے ہیں دو بیٹیاں بیٹی تو عائشہ نے کہا
تیسری بیٹی کون ہے تو کہا بنت خاریجہ (زوجہ ابوبکر کا نام) حاملہ ہے اور پہلا لگنا ہے کہ وہ لڑکی ہو
جس کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئی۔

یہ وہی ام کلثوم ہے جس سے عمر نے عقد کرنا چاہا اور اس نے انکار کیا اور یہ سب واقعات حضرت ام کلثوم
بنت جناب امیر کی طرف منسوب ہوئے۔
تو کیا اسکو یاد کر سکتے ہیں کہ ابوبکر تو بتا جائیں یہاں سے لڑکی پیدا ہوگی اور جناب سول اللہ کو اسکا علم
نہ ہو کہ جناب سیدہ کے ایک در بیٹا ہونے والا ہے حالانکہ ان احادیث میں اسکی تصریح موجود ہے کہ میں ہی نام
رکھتا ہوں جو ہارون پیغمبر کے بیٹوں کے نام تھے یعنی شبر اور شبیر اور شبر جس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ حضرت
کے عہد میں پیدا بھی ہو چکے تھے۔

(۲) اس واقعہ کو سب نے لکھا ہے کہ حضرت نے صدقہ کا خراج جناب ام حسن کے منہ سے نکال لیا جسکے نسبت
ابن حجر لکھتے ہیں۔

وهذه القصة اخرجها اصحاب الصحيح من حديث ابی ہریرہ (جلد ۲)

اس حدیث کو کل اصحاب صحیح نے لکھا ہے بروایت ابی ہریرہ مگر وہ اشخاص بہت کم ہیں جنہوں نے اس پر
غور کیا ہو کیونکہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جو زمانہ آپ کے رضاعت کا تھا اس پر رسول کا فرمانا کہ نہ اما قلم
ن الصدقہ حرام علینا ان ہاں تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم پر حرام ہے۔

جب تحریر قاضی نور اللہ شہسری اعلیٰ اللہ مقامہ استحقاق الحق میں معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے اسکا
جواب دیا ہے کہ جناب امام حسنؑ اور دوسرے لڑکے برابر نہیں ہو سکتے لان الحسن فی ذالک الحال کان
یطالع اللوح المحفوظ (ص ۱۲۲ استحقاق الحق)۔

کہ جناب امام حسنؑ اس وقت لوح محفوظ کا مطالعہ فرماتے تھے مگر انیسویں حاضرہ میں یہ عبارت نہیں ملتی نہ
ب نکال دی گئی مگر ہوا اس سے بحث نہیں کیونکہ حضرت نے اس حدیث سے اسکو ظاہر کیا کہ رسول کا اہلیت کو
کہہ کہ صحیح مسلم میں باب اسکے لئے قائم کیا گیا ہے۔ باب لا یحل الصدقہ لرسول اللہ و اہلیتہ رض
راج و ابی حنیفہ صلی

جس سے معلوم ہوا کہ اہلیت حقیقتاً ہی حضرات ہیں کہ زواج جن کے لئے صدقہ عام طور سے مباح تھا
انچہ انھی صحیح مسلم میں ہے انی کا لقلب ال اہلی فاجد التمرکة ساقطة علی فراشی شراد فعدھا
لا کلھا شر و احشی ان تكون صدقۃ فالقہا۔ (ص ۱۲۲ شبر و شبیر)

کہ ہم اکثر اپنے ازدواج کے پاس جاتے ہیں ہمارے فرش پر خراگرا پڑا ہوتا ہے جبکہ اٹھاتے ہیں کہ کھا جائیں پھر خیال ہوتا ہے کہ شاید صدقہ ہو انڈا پھینک دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازدواج رسول داخل اہل بیت نہیں ہیں ورنہ ان پر بھی صدقہ حرام ہوتا۔

عندہ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ فنظر الیہ فاذا هو یلوک تمرۃ فحرک خذہ وقال لی یا بنتی ۲ لقی یا بنتی۔ (جلد ۲ ص ۴۹)

یعنی حضرت نے جو دیکھا کہ امام حسنؑ خراگو کھانے جاتے ہیں تو آپ نے حضرت کے رخسار کے پیکر کو حرکت دیا اور کہا کہ فرزند پھینکے اے فرزند نکال دے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو کس درجہ اس میں اہتمام تھا۔ پھر حیف ہے کہ اہلسنت نے اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکالا کہ اگر ازدواج بھی داخل اہل بیت ہوتیں تو حضرت کبھی اسکی اجازت نہ دیتے کہ وہ صدقہ کھائیں۔

(۳) سید اشباب اہل الجنۃ | یہ حدیث تمام مسلمانوں کے نزدیک ثابت و مسلم ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ جو انان بہشت کے سردار ہیں۔ اصحاب میں بھی ہے۔

ومن حدیث حذیفہ دفعہ الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ ولہم طرق ایضا۔ (اصحاب جلد ۲ ص ۱۱)

حذیفہ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا: حسن و حسینؑ سردار ہیں جو انان اہل جنت کے۔ یہ حدیث اور بھی طریقوں سے مروی ہے۔

اپنی شہرت اور کثرت طرق کے کاد سے یہ حدیث تو اتر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے جس کی بنا پر کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں مگر بعض متعصب طبعیتیں آج کل اس سے انکار کرنے لگی ہیں مولوی عبدالشکور صاحب مترجم اسد الغابہ اس حدیث سے انکار کی توہمات نہ کر سکے مگر حاشیہ کے ذریعہ اپنے دل کا غبار نکالنے سے باز نہ رہے چنانچہ اس حدیث پر حاشیہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”جو انان جنت کے سردار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک اور صالح آدمی بحالت جوانی دنیا سے گئے ان سب کے یہ سردار ہوں گے۔ ورنہ جنت میں تو جتنے لوگ ہیں سب جوان ہوں گے بڑھا کوئی بھی نہ ہوگا۔“

مگر افسوس آپ علامہ ابن اثیر کی شروع کی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت یہ حاشیہ چڑھا کر بھول گئے شروع میں خود آپ ہی کے ترجمہ کی نقطیں ہیں۔

”واللہ ان کی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور یہ جو انان اہل جنت کے سردار ہیں اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی بہار ہیں۔“

اس عبارت میں جناب سیدہ کو تمام عورتوں کا سردار و سنیق کو تمام جو انان اہل جنت کا سردار تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر آپ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ بہشت میں سب ہی جوان ہوں گے تو پھر اس قید کی کیا ضرورت پڑی کہ جو

لوگ جوانی میں مرینگے ان کے سردار ہوں گے؟

اگر آپ صحیح ترمذی مطبوعہ نول کشور کا حاشیہ دیکھتے تو یہ حاشیہ لکھنے کی آپ کو نوبت نہ آتی۔

قل یعنی افضل من شبابا فی سبیل اللہ
من اصحاب الجنة کذا نقل الطیبری و فیہ
نظرا لہ لا وجہ لتخصیص فضلہا علی
من مات شبابا بل ہما افضل من کثیر من
مات شیخا قال اولی ما قبل ان المراد سید
اہل الجنة لان اہل الجنة کما ہد شباب
لکن یخص بما سوی الانبیاء و الخلفاء الراشدین

(صحیح ترمذی مطبوعہ نول کشور ص ۲۶۶)

صحیح ترمذی کے اس حاشیہ سے اڈیٹر انجم کے اس نظریہ کی تو قطعی تردید ہو گئی کہ حسنین علیہم السلام جنت میں انھیں لوگوں کے سردار ہوں گے جو بحالت جوانی مرے۔ رہ گئی یہ بات کہ حسنین علیہم السلام انبیاء و خلفائے راشدین سے افضل نہیں یہ ایجاد بندہ ہے محشی نے اپنے اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں پیش کی حدیث کے الفاظ بالکل صاف ہیں اور حضرت یحییٰ و عیسیٰ کا استثنائاً بار بار ہے کہ حکم عام ہے اور تمام اہل جنت کو شامل ہے اگر خلفائے ثلاثہ اہل جنت ہیں تو یقیناً حسنین ان لوگوں سے بھی افضل ہیں۔

کاش اڈیٹر صاحب انجم اپنی نقل کردہ حدیث ہی پر غور کرتے جس میں مذکور ہے کہ حسن و حسین جو انان اہل جنت کے سردار ہیں سوا دو خالہ زاد بھائیوں یعنی عیسیٰ و یحییٰ بن زکریا کے۔
یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ و یحییٰ کو چھوڑ کر حسنین علیہم السلام تمام جو انان جنت کے سردار ہیں خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء کیونکہ اس حدیث میں پیغمبر خدا نے صرف انھیں دونوں بزرگواروں کو مستثنیٰ فرمایا ہے پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ یہ سرداری انھیں لوگوں سے متعلق ہے جو بحالت جوانی میں مرے۔

یہاں اڈیٹر صاحب انجم نے یہ حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

یعنی حضرات حسنین کو ان دونوں (حضرت عیسیٰ و یحییٰ) پر فضیلت نہیں ہے یہی عقیدہ الہنت ہے کہ نبی پر غیر نبی

کو فضیلت نہیں ہو سکتی (ص ۱۱۱)

یہ کہنا بھی خلاف واقعہ اور الفاظ حدیث کے مغائر ہے کیونکہ رسول اللہ تو کل انبیاء پر حسنین کی فضیلت ثابت کرتے ہیں حضرت عیسیٰ و یحییٰ کو چھوڑ کر اور آپ کل انبیاء کو مستثنیٰ کرتے ہیں یا تو آپ سچے ہیں یا رسول اللہ اڈیٹر صاحب انجم نے ایک حاشیہ اور تحریر فرمایا ہے۔

۱۱۱۔ کسلا سردار وہ لوگ ہیں جن کا امت تلو کے نازل ہونے تک حاکم اور اڈیٹر صاحب نے تھی اور اُن کے لئے

یہ دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ ان کو میرے اہلبیت میں داخل فرما۔

اس فقرہ بہتان و غلط بیانی کا کیا جواب یا علیؑ پیغمبر خدا کی ترے لفظ میں اللہم ہولاء اہلبیتی خداوندی ہی میں ہوا اہلبیت کا
ضرر کسی مطلب ہو کہ ان لوگوں کے ساتھ اور کوئی اہلبیت میں داخل نہیں مگر آپ رسول اللہ پر فقرہ کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا یا اللہ ان کو بھی
میرے اہلبیت میں داخل فرما۔ یہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس فقرہ پر داری سے اوٹ صاحب النجم ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں
کیونکہ یہ خلافت نہیں جس پر آپ نے قبضہ کر لیا یہ تو عطیہ خداوندی ہے جسے ہتھیا یا کسی کے بس کی بات نہیں۔
(۳) پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا جو شخص ان سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ اس پر اوٹ صاحب النجم
حاشیہ لکھتے ہیں:-

ان سے محبت رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف زبان سے محبت کا دعویٰ کرے جیسے مشرکین قریش ابراہیم

سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے بلکہ محبت قابل اعتبار وہی ہے کہ اپنے محبوب کی پیروی بھی کریں۔ (ص ۱۵۸)

کاش اوٹ صاحب النجم یہ بھی بتا دیتے کہ محبت کا معیار کیا ہے کیونکہ پیروی کیجئے۔ ان کی پیروی تو جب ہی
ممکن ہے جب ان کو مطابق حکم رسول امام بھی مانیں اسی لئے خداوند عالم نے فرمایا ہے ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعون لی پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر خدا کو دوست رکھتے ہو تو ہماری متابعت کرو۔ اب بتائیے کہ اگر
رسول کو رسول نہ مانئے تو کیا ان سے محبت ہو سکتی ہے؟ اور آپ نے تو اچھی طرح ثابت کر دیا کہ آپ کو کسی طرح محبت نہیں
کیونکہ جتنی حد پیش رسول کی ابھی تک آپ نے لکھیں سب میں تاویل کر دی اور رسول پر فقرہ کر کے ان کے معافی بدل دیئے
رسول تو فرمائیں وہ جو انان اہل بہشت کے سردار ہیں اور آپ فرمائیں مراد وہ لوگ ہیں جو جوانی میں مرین رسول اللہ فرمائیں
اللہم ہولاء اہلبیتی خداوندی میں میرے اہلبیت اور آپ فرمائیں ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ ان کو میرے
اہلبیت میں داخل کرے۔ پھر کیونکر آپ دعویٰ محبت کر سکتے ہیں۔

(۴) آپ لوگ اس حدیث سے اسلام معاویہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا مسلمانوں کے دو
بڑے گروہ ہیں صلح کھانے کا گروہ معلوم آپ اس حدیث کو کیوں بھول جاتے ہیں جو حضرت نے غار کے باغے میں فرمایا فتنۃ
الفتنۃ الباغیہ جس میں حضرت نے تبصرہ تمام گروہ معاویہ کو فتنۃ باغیہ کا خطاب دیا ہے حالانکہ تمام عالم کو معلوم
ہے منافق بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے پھر اس جملہ سے آپ وہ اسلام کہاں ثابت کر سکتے ہیں جو متنازع فیہ ہو ورنہ
اس کا تو کوئی بھی مدعی نہیں ہے کہ معاویہ وغیرہ ایسے کافر تھے جیسا کہ ابوہل وغیرہ کافر تھے۔

(۵) انما موالکم واولادکم فتنۃ اس پر اوٹ صاحب حاشیہ دیتے ہیں:-

اس سے شبہ نہ ہو کہ ان حضرت پر محبت اولاد وغیرہ غالب تھی ہرگز نہیں حضرت کو جس سے بھی محبت تھی

وہ محض اللہ کے لئے۔ (ص ۱۵۸)

مگر افسوس آپ حضرات کا عملہ رآد اسکے بالکل خلاف ہے کیونکہ ہر شخص دیکھ رہا ہے جہاں کوئی حدیث
آپ کو ان حضرات کے بارے میں ملتی ہے اس میں ایسی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں کہ خواہی نہ خواہی اسکے

معنی بدل جائیں۔

جس حدیث کو آپ نے لکھا ہے اور اس پر آپ کو حاشیہ دینے کی ضرورت پڑی ایسی حدیث ہے کہ خود امام ترمذی نے جو اسکے بیان کرنے والے ہیں اس پر جمع کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

هذ احادیث حسن غریب ائما لا صرف کھا من حدیث الحسن بن واقد۔ (ص ۶۶)

یہ حدیث حسن غریب ہے جس کو ہم صرف حسین بن واقد کے طریق سے جانتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود ترمذی نے پہلے ہی قدح کی مگر شکر خدا کہ آپ نے اس کو صحیح مانا اور وہ حاشیہ چرطہ علیا جس میں کوئی غدر نہیں کیونکہ حضرت کی محبت محض بحکم خدا تھی نہ ازراہ ہوا دہوس۔

(۱۱) اس روایت میں ہے کہ حضرت رسول جناب امام حسنؑ کو اپنے شلنے پر سوار کیے ہوئے تھے کسی نے کہا مگر انہوں نے

اس قائل کا نام نہ لکھا کہ وہ کون صاحب تھے جن کے مقولہ کے رد میں حضرت نے فرمایا وہ سوار بھی تو اچھا ہے اگر مولف زیادہ تفحص سے کام لیتا تو پتہ چل جاتا کہ وہ کون شخص تھا جس کو اتنی عظمت بھی جناب امام حسنؑ کی گوارا نہ ہوئی تھی

مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ میں ہے۔ (ص ۳ جلد ۲)

حضرت عمرؓ کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ۔

جب رسولؐ نے حسنینؑ کو اپنے دو شہر پر سوار کیا ہم نے کہا کتنی اچھی سواری ہے تو حضرت نے فرمایا وہ دونوں سوار

بھی تو اچھے ہیں۔

ابن ہماؤ کی روایت ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے حسنینؑ کو آتے دیکھ کر ہاتھ پھیلا دیے اور فرمایا یہ کب

خوب تمھارا اونٹ ہے خرگوشی کی روایت ہے کہ حضرت اس کے آنے میں دیر ہوئی تو حضرت نے لگے بڑھ کر اپنے پشت

سوار کیا اور فرمایا کیا اچھی سواری تمھاری ہے اور کیسے اچھے سوار تم دونوں ہو اور باپ تم دونوں کے بہتر ہیں تم دونوں

ابن مسعود کی روایت ہے کہ حضرت نے دونوں کو سوار کر کے فرمایا کیا اچھی سواری تمھاری ہے اور کتنے اچھے سوار تم دونوں

ہو اور باپ تمھارا بہتر ہے تم سے۔ یہ خبر میری اس واقعہ کو نظم بھی کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا تم دونوں اچھے سوار ہو۔

ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ مولف اسد الغابہ نے اصل قائل کا نام چھپا دیا تھا تا کہ نہ معلوم ہودہ جگر

کون تھا جس کو ناگوار گذر کہ رسولؐ نے اپنے فرزندوں کو اپنے پشت پر سوار کیا اور حضرت نے فوراً اس کا جواب دیا کہ صرف تم

ہی ان دونوں کا نہیں بہتر ہے بلکہ سواری بھی ہمیشہ ہے۔

اس سوال و جواب سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہؐ پر انکی قلبی حالت کیسی واضح تھی کہ ان کے اشارے کو سمجھ

کہ یہ ہماری تعریف خلوص دل سے نہیں ہے بلکہ خاص غرض سے جس سے ایک طرح کا اشارہ تھا حسنینؑ کے اس قائل

حسد رتبہ و منزلت کی طرف۔

رہے حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس برادر صاحب حاشیہ دیتے ہیں "یہ آیت تہلیل کے نام سے مشہور ہے۔
ترجمہ اللہ ہی چاہتا ہے کہ اہلبیت محمدؐ سے ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ اس
آیت کی تفسیر میں اہلسنت کا اتفاق ہے کہ اہلبیت سے مراد ازواج نبی ہیں لغت عرب بلکہ تمام دنیا کے لغت میں اہلبیت
اور اہل خانہ اور گھر کے لوگ بی بی ہی کو کہتے ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے
پہلے کی آیتوں میں تمام تر خطاب ازواج سے ہے مگر احادیث سے معلوم ہوا کہ اس حضرت نے ازواج کے علاوہ حضرت
حسنین اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا کو بھی اہلبیت میں داخل فرمایا یا داخل کرنے دعا کی ازواج کا
اس آیت میں اضافہ اور حقیقتہً داخل ہونا اس جواب بھی سمجھا جاتا ہے جو حضرت ام سلمہؓ کی درخواست پر جناب
رسالت مآب معلوم نے دیا تھا جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ (صفحہ ۱۶)

اس تحریر سے آپ کا عقیدہ معلوم ہوا کہ کس درجہ عداوت اہلبیت آپ کے خمیر میں داخل ہے کہ لکھتے ہیں کہ اس
آیت کی تفسیر میں اہلسنت کا اتفاق ہے "حالانکہ جتنے علماء اہلسنت کچھ بھی تقصیر سے پاک گزریں وہ سب اس آیت کو بحق
اہلبیت طاہرین ختمہ نجبا تسلیم کرتے ہیں یہاں تک کہ جن علماء نے احادیث مناقب اہلبیت اور مناقب ازواج
کو لکھا ہے سب نے مناقب اہلبیت میں اس آیت کو لکھا ہے نہ مناقب ازواج میں چنانچہ قول حسن میں ہے۔
وقال الدهلوی فی شرح مشکوٰۃ لریذک الا ازواج المظہرہ وعقدہن
بابا علیہ امالا سبب اداہن بمناقب مخصوصۃ اذ لعدہ دخولہن فی اہل البیت
علی ما تعورف من اطلاقہ علی الا بعد (ص ۲۳)

یعنی شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ منصف نے اس باب مناقب اہلبیت میں ازواج مظہرہ
کو نہیں داخل کیا اور ایک باب لکھ لکھ لکھا ہے اس وجہ سے کہ ان کے فضائل مخصوصہ علیحدہ ہیں یا اسوجہ
کہ ازواج داخل اہلبیت نہیں ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ مراد اس سے چار ہی آدمی ہیں جناب امیر خبابؓ سیدہ حسنینؓ
پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے کہاں سے یہ دعویٰ کیا کہ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے حالانکہ ابن ابی حاتم
طبرانی ابن ابی عاصم ابو شیخ حاکم مردویہ بغوی نے مصابیح میں آیت تہلیل کو مناقب اہل میں داخل کیا ہے
نہ کہ مناقب ازواج میں۔

ہاں صرف عکرمہ اور عروہ بن الزبیر نے آیت ازواج نبی کو اہلبیت بنیہ میں داخل کیا ہے جس پر اہلسنت کا
اتفاق ہے کہ وہ خارجی اور کذاب تھا پس اگر بھی مذہب اہلسنت ہے تو مجبور کیا ہے۔

وقال ابو حبان فی الجرد قول عکرمہ ومقاتل وابو السائب ان اہل البیت فی
ہذہ الا یتخص بزوجانہ لیس بجید اذ لو کان کما قالہ کان ترکیب عنک و
یطہرکن وان کان ہذا القول صریحاً عن ابن عباس فاعد لا یصح (ص ۱۱۱) قول حسن
یعنی امام ابو حبان اپنے تفسیر بحر محیط میں لکھتے ہیں کہ عکرمہ مقاتل و ابن ابی السائب نے جو کہلے کہ

جب پہلے ہوتا کہ کلام مجید جس ترتیب سے نازل ہوا اُسی ترتیب سے تدوین بھی ہوا حالانکہ نہ ہی صحیح ہے کہ جس ترتیب سے نازل ہوا اُسی ترتیب سے اس کی تدوین ہوئی نہ ہی حقیقت ہے کہ جتنی آیتیں نازل ہوئیں وہ سب ایک ایک کر کے قلند کر لی گئیں صرف ایک سی سورہ احزاب سے جس کی آیت تطہیر ایک آیت ہے بقول علامہ سیوطی ایک سورتائیں آیتیں درج ہونے سے رہ گئیں (درغشور) اور نہ جانے کتنی آیتیں آگے پیچھے کر دی گئیں یہی آیتیں پہلے درج ہو گئیں اور مکی آیتیں پیچھے ڈال دی گئیں جب یہ صورت حال ہے تو سیاق سے دعویٰ کرنا خوش فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ کاش وہ اسی پر غور کرتے کہ جن ازواج کی اتنی سرزنش قرآن میں ٹوٹا اور ہوا احزاب سورہ تحریم میں خصوصیت کے ساتھ مذکور ہے وہ کیونکر ان آیات تطہیر کی مصداق ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی صریحی افتراء ہے کہ حضرت نے خمسہ نجبا کو بھی داخل اہلبیت فرمایا۔ اہل بیت میں داخل نہیں فرمایا۔ حصر فرمایا کہ اہلبیت میں تو بس یہی ہیں۔ ایک دو نہیں بہت سی حدیثوں کے الفاظ ہیں اللہم ھولاء اہلبیتی خداوند اس میں ہی ہیں میرے اہل بیت جب پیغمبر نے انھیں بختن پاک میں حصر فرمایا تو پھر ازواج کیونکر داخل ہو سکتی ہیں۔

(۸) زید بن ارقم کی روایت جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں روایت پر اڈیٹر صاحب النعم حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-
”قرآن کے ساتھ تمک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اہل بیت کے ساتھ تمک کا مطلب ہے کہ ان سے محبت رکھے۔“

مگر یہ مطلب بھی خاصی تحریف ہو کہ چونکہ پیغمبر خدا کا حکم تو دونوں کے ساتھ تمک کا یکساں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ تو تمک کے معنی اطاعت ہوں اور دوسری جگہ محبت ہو ذرا الفاظ حدیث پر غور فرمائیے انی نأرك فيكم الثقلين كتاب الله و اہلبیتی عترتی ہم دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتے ہیں ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت جب تک تم ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہو گے دوسری روایت کی نغضیں ہیں من استمسك و اخذ به كان علی الهدی کہ جو اس سے متمسک کرے اور لے اسکو تو وہ ہدایت پر ہو گا کیا اخذ بہ جو اسکو لے محبت کے معنی میں استعمال ہو سکتا ہے؟

مولوی صدیق حسن خاں صاحب اسکی شرح میں لکھتے ہیں ویقتدی بھیم فیما یوافق الکتاب والسنة کہ ان کی افتدہ کرے ان چیزوں میں جو کتاب و سنت کے موافق ہوں پھر آپ نے صرف محبت کے معنی کہاں سے پیدا کئے۔

دوسرا حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:-

”اچھوٹا کہ تمام فرق اسلام میں جس اعتدال اور خوش اسلوبی کا معاملہ قرآن و اہل بیت کے ساتھ اہل سنت نے کیا کسی کو نصیب نہیں ہوا۔“

خدا نہ کرے کسی شخص کو یہ مخالفت قرآن و اہلبیت نصیب ہو جو اہلسنت کو نصیب ہوئی۔ قرآن میں اگر
سیکڑوں قسم کی تحریف کے قائل ہیں کہ رسول اللہ پر قرآن بھول گئے، صد ہزار آیاتوں کو بھول گئے جو قرآن ہر
ہے کسی طرح عمل کے قابل نہیں، غرض کہ ایک دو نہیں سیکڑوں مخالفتیں قرآن کی گئیں اہل بیت کے ساتھ
جو سلوک اور برتاؤ روز وفات پیغمبر سے کیا گیا وہ دنیا جانتی ہے کہ بضعۃ الرسول کے گھر میں آگ لگائی گئی جناب
امیر کو اس طرح بیعت پر مجبور کیا گیا کہ گلے میں ریمان باندھ کر دربار خلافت میں لیجا یا گیا امام حسن کو زہر دیا
گیا جنازہ پر تیر چلائے گئے امام حسین کو تین دن کا بھوکا پیاسا ان کے اعزہ و رفقاء کے ساتھ انتہائی بے دردی
سے شہید کیا گیا اہلبیت کے ساتھ یہ ساری ہسلوکیاں غیروں نے نہیں کیں بلکہ مسلمانوں نے کیں اور ایسے مسلمانوں
نے جنہیں اہلسنت اپنا مقتدی اور امام مانتے ہیں اس سے بڑھ کر کون سلوک ہو سکتا ہے؟

(۹) جناب امام حسن کی بردباری اور پرہیزگاری نے اگر آپ کو ترک سلطنت پر آمادہ کیا تو آپ، حضرات شہین
کے متعلق کیا کہیں گے جنہوں نے خدا و رسول کے صریحی ارشادات کی مخالفت کر کے خلافت پر جبریہ قبضہ پانے کی
کوشش کی جنازہ رسول کو بے غسل و کفن تین دن پرٹا رہنے دیا ہزاروں مسلمانوں بلکہ صحابہ کا خون اس وجہ سے کیا
بلکہ انہیں زندہ آگ میں جلا دیا کہ وہ بیعت سے دستکش رہے اور خلیفہ اول کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔

جناب امیر کا خلافت کو قبول کرنا اور امام حسن کا بدرجہ مجبوری ترک کرنا یہ سب پرہیزگاری کی بنا پر تھا۔ ان
حضرات کے خلاف تقویٰ کوئی فعل بھی سرزد نہیں ہوا ہاں غاصبین خلافت بہر صورت سزاوار عذاب آتی ہیں خواہ وہ
جناب امام حسن کو مجبور کریں یا جناب امیر کو محروم۔

(۱۰) ادیسٹر صاحب الختم تحریر فرماتے ہیں:-
حضرت عثمان کی مدد میں سبقت کرنے والوں میں سے تھے۔

مگر انہوں میں اس پر بھی وہ حضرت اور جناب امیر متہم کیے گئے کہ قتل عثمان میں شریک تھے
مگر یہ مطلب بھی خاصی تحریف ہے کیونکہ حضرت کا حکم تو دونوں کے ساتھ تک کا یکساں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا

ہے کہ ایک جگہ تو تک کے معنی اطاعت ہوں اور دوسری جگہ محبت ذوالفقار حدیث پر غور فرمائیے انی تارک فیکم
التقلین کتاب اللہ و اہلبیتی عذری کہ ہر کو چیز بزرگ چھوٹے جاتے ہیں کتاب اللہ اور اہلبیت کہ جب تک
ان سے تم تک کہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ وفی ردایہ آخری من استمسک بہ و اخذ بہ کان علی الہدیٰ کہ

اس سے تم تک کہو اور لے اس کو تو وہ ہدایت پر ہو گا کیا اخذ بہ جو اسکو پکڑے محبت کے معنی میں استعمال ہو سکتا ہے۔
مولوی صدیق حسن خاں اسکے شرح میں لکھتے ہیں ولقتدی بھرمیما یوافق الکتاب و السنۃ کہ ان کی
اقتدا کرے ان چیزوں میں جو موافق کتاب و سنت ہو پھر آپ نے صریح محبت کہاں سے نکالا۔ دوسرا حاشیہ دیتے ہیں

الحمد للہ کہ تمام فرق اسلام میں جس اعتدال اور خوش اسلوبی کا معاملہ قرآن و اہلبیت کے ساتھ اہلسنت
نے کیا ہے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

بجواب اسکے گزارش ہے کہ خدا نہ کرے کسی شخص کو یہ مخالفت قرآن و اہلبیت کو نصیب ہو جو بہت
کو نصیب ہوئی قرآن میں تو صد ہا قسم کے تحریف کے قائل ہیں کہ رسول اللہ پر قرآن بھول گئے اور صد ہا ہزار آیات
کو بھول گئے جو قرآن موجود ہے کسی طرح قابل عمل نہیں صد ہا آیتوں کا خلافت کیا اہلبیت کے ساتھ جو ہر تاؤ و روز
و فرت رسول سے ہوا وہ سب کو معلوم ہے بضعۃ الرسول کے گھر میں آگ لگائی گئی جناب امیر کو بیعت پر سب مجبور کیا۔
(۱۱) یہ سچ ہے کہ حضرت کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی تھی مگر یہ بیعت
وہی ہی تھی جیسی رسالت مآب کے ہاتھوں پر لوگوں نے بیعت کی تھی اور ہر بار نکث بیعت کیا ورنہ اگر لوگ
ثابت قدم اور راسخ العقیدہ ہوتے تو جناب امام حسن ترک خلافت پر کیوں مجبور ہوتے دیکھیے یہی ابن ابی حزمی
تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے اہل کوفہ سے فرمایا

الا وانا والله ما یثیننا من اهل الشام شک ولا فدم فان اردتم الحرب
رد دناہ علیہ و حاکمنا الی الله عزوجل بطیبا لیسوت وان اردتم الحیاة قبلنا
واخذناکم الرضا فناداه الناس من کل جانب البقیة البقیة و امضی الصلح و
ولما عزمہ علی تسلیم الامر الی معاویہ خطب الناس فقال ایھا الناس انما نحن
امراء کم حنیفا بکم و نحن اهل بیت نبیکم الذین اذهب الله عنهم الرجس
وطهرهم تطهیرا و بکی ذلک حق ما بقی فی المجلس الا من بکی حق سمع
نسخہ۔ (جلد ۱ ص ۳)

کہ قسم خدا کی ہم جو اہل شام سے لڑتے تھے تو اس میں نہ ہم کو نرا مت ہوگی نہ کسی قسم کا شک اگر تم لوگ لڑنا
چاہتے ہو تو ہم اس کے سوال صلح کو رد کریں اور اگر طالب زندگی ہو تو ہم قبول کر لیں ہر طرف سے آواز
آنے لگی ہم زندگی چاہتے ہیں صلح کو لیجئے جب حضرت نے عزم باہجروم کر لیا تو خطبہ میں فرمایا ہم
مقاتلہ امراء ہیں اور ہم تمہارے رسول کے اہلبیت ہیں جن کو خدا نے پورے طور سے پاک کیا ہے
(آیہ تطہیر)

پھر یہ معلوم کہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت نے برضا و رغبت صلح کیا حالانکہ آپ نے کیسی مجبوری
اپنی دکھائی ہے۔
یہ شرط بھی نہ معلوم کہاں سے ایجاد کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم تمہارے بعد خلیفہ بنائے
جائیں گے۔ تاریخ کامل میں ہے۔

وکان الذی طلب الحسن من معاویہ ان یعطیہ ما فی البیت مال
الکوفۃ و مبالغہ خمسۃ الاف الف و خراج دارا بجود من فارس و ان لا یثتم
علیاً فلم یجبه الی الکف عن شتم علی فطلب ان لا یثتم و هو یسمع فلجابه

الی ذالک ثم لم یف بر ایضا۔ (جلد ۱۹۲ ص ۳)

یعنی جناب امام حسن نے معاویہ سے مطالبہ کیا کہ بیت المال کو ذمہ میں جو پانچ لاکھ ہجرت ۲۵ یدے اور خراج دار بکرو جو ملک فارس میں ہے وہ دیا کرے اور جناب امیر کو سب دشتم نہ کیا کرے معاویہ نے اس شرط کو نہ مانا کہ سب جناب امیر کو موقوف کریں تب امام حسن نے یہ کہا کہ اچھا وہاں پر شتم نہ کرو جہاں ہم موجود ہوں معاویہ نے اسکو قبول کیا مگر اسکو بھی نہ پورا کیا اور خراج دار بکرو کو بھی کچھ دنوں کے بعد اپنی تدبیروں سے رکوا دیا۔

پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جناب امام حسن نے بخوشی و رضایہ صلح کی جس میں یہ بھی نہ قبول کیا گیا کہ جناب امام حسن کے پدر بزرگوار پر سب دشتم موقوف کر دیا جائے گا۔
ہاں مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ہمارے بعد آپ ہی خلیفہ ہوں گے مگر اس کا اندراج صلح نامہ میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کے ساتھ دوسری روایت ہے کہ اگر تم سمجھتے کہ آپ امیر ممالک کے ضابطہ ہونگے تو آپ سے جنگ ہی نہ کرتے۔

پھر کیونکر یہ روایت قبول کیجا سکتی ہے کہ حضرت نے اسکو قبول کیا ہو ہاں اس وجہ سے کہ معاویہ نے جناب امام حسن کو زہر دیکر شہید کرایا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید اسی شرط کی وجہ سے قتل کیا ہو مگر یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ اس کا مقصود اصلی تو یہی تھا کہ حضرت زندہ نہ رہیں خواہ اس وجہ سے کہ شاید آپ کی طرف کوئی رجوع کرے یا کسی وجہ سے ہو۔

(۱۲) یہ لکھنا انتہا درجہ کی تاریخی بددیانتی ہے کہ معاویہ نے یہ درخواست منظور کر لی کیونکہ صلح کی درخواست امام حسن نے نہیں کی تھی بلکہ خود معاویہ نے کی تھی۔

(۱۳) انیسویں آیت اصلی جواب کو رسول اللہ کے نہ لکھا کیونکہ حضرت نے خواب دیکھا تھا کہ بنی امیہ مثل بنی ہاشم منبر پر چڑھ رہے ہیں جس سے حضرت کو بیدار ہوا مگر آپ لوگ انھیں بنی امیہ کے تسلط پر خوش ہو رہے ہیں عثمان و معاویہ و یزید کے حمایت میں سرگرم ہیں۔

(۱۴) اسکو بھی لکھتے ہیں کہ جناب امام حسن نے خطبہ میں آیہ تطہیر انصاب پر ید اللہ کو اپنے بارے میں پڑھا جہاں صد ہا صحابی بھی تھے مگر آپ پھر بھی قول رسول کی تصدیق نہیں کرتے کہ یہ آیہ انھیں خمسہ نبی کے بار میں نازل ہوا بلکہ بتقلید عکرمہ خارجی ازواج کے بارے میں مانتے ہیں جیسا کہ سابقا اشارہ کیا گیا۔

(۱۵) اسکو بھی مانتے ہیں کہ عمرو عاص نے حضرت کے تذلیل کے لیے خطبہ دینے کا مشورہ دیا مگر عمرو عاص کو دشمن امام مانتے ہیں نہ معاویہ کو۔

(۱۶) جناب امام حسن نے جو آیہ معاویہ کے بار میں پڑھی انیسویں کہ اہل سنت نے عموماً اور اڈیٹر صاحب نے خصوصاً اس سے سبق لیا بلکہ معاویہ کو خلیفہ برحق مانتے ہیں حالانکہ حضرت نے اس آیت کے تلاوت سے بتا دیا تھا کہ یہ خلافت فتنہ ہے جیسا کہ عمر نے خلافت ابو بکر کو فتنہ کہا مگر سب اسی پر جھکے رہے۔

(۱۶) سب وفات میں لکھا کہ آپ کی زوجہ بنت اشعث نے زہریا کو افسوس حمایت معاویہ سے یہ نہ لکھا کہ آپ نے زہریا کو حالانکہ خود استیعاب میں ہے۔

وقالت طائفة كان ذلك منابت ليس معاوية وما بذل بھافی ذلك
وكان لھا ضراید الله اعلم (ص ۱۵۵ جلد اول)

یعنی ایک جماعت کا قول ہے کہ زہریا بتعلیم معاویہ تھا اور اسکے لیے معاویہ نے بہت سامان صرف کیا مگر ابن ابیہ کی ایمانداری دیکھئے کہ اس کا ذکر تک نہ کیا حالانکہ صد ہا کتب اہلسنت میں اسکی تصریح موجود ہے ملاحظہ ہو ذوالفقار حیدر جلد ۳ اور منظرہ امجدیہ حصہ اول و دوم۔

(۱۸) وفن کے متعلق لکھا کہ عائشہ سے حضرت نے اجازت چاہی اور انھوں نے اجازت دی مگر وفن کے وقت مروان مانع ہوا حالانکہ محض غلط ہے خود عائشہ سوار ہو کر نچر پر آئیں اور وفن امام حسن کو روکا ملاحظہ ہو کشف الظلمات جلد ۳ ص ۲۳۹، سبط اکبر سوانح عمری امام حسن۔

(۱۹) امام کے باریں لکھا ہے کہ بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینے تک ان کے لیے نوحہ کیا اور ایک سال تک سگ کا لباس پہنا اس میں دیکھنا یہ ہے کہ اہل حدیث کا اس بارے میں کیا فتوے ہوتا ہے کیونکہ رونے کا حکم تین روز تک ہے اور یہاں ایک مہینہ تک نوحہ کیا گیا۔ کیا یہ بھی بدعت ہے؟

ہم نے بہ نظر اختصار مولوی عبدالشکور صاحب کے اس ترجمہ کی چند سطروں پر تنقید کی۔ مولوی عبدالشکور صاحب نے سیرۃ صحابہ کی اور کتابوں کو چھوڑ کر اسد الغابہ کو محض اس وجہ سے ترجیح دی اور اسکو لائق ترجمہ سمجھا کہ یہ تمام اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ صحابہ کے حالات پر جہاں تک ہو سکے پردہ ڈالا جائے۔

۸۲۔ حصین بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی کا بیان ہے کہ آئیہ نعمی کان یرجو القاء دبر دربارہ بنجاب امیر و حمزہ و جعفر و عبیدہ و طفیل و حصین فرزند ان حارث نازل ہوا۔ (ص ۳۳ اسد الغابہ جلد ۳)

۸۳۔ حصین بن یزید۔ ایک سو چوبیس برس کے عمر میں مرے مگر شریک معرکہ بلانہ ہوئے۔ (ص ۳۳ اسد الغابہ)

۸۴۔ حصین بلانہ راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں پر حکومت کرے وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ زنجیروں میں کسا ہوا ہوگا۔ (ص ۳۳)

۸۵۔ حضرمی حضرت نے بنی زینہ سے کہا تم لوگ کون ہو کہا بنی زینہ ہیں آپ نے فرمایا بنی زینہ ہون لوگوں نے کہا ہم اپنے باپ کا نام نہ چھوڑیں گے۔ (ص ۳۹)

ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت کو ناز ہے جو حضرت کے حکم سے نام بھی برلانا نہ پسند کرتے تھے کیا اچھا رکان ہو

اصابہ میں ہے کہ حضری نے سورہ عبس کی تعلیم حاصل کی تو اس میں یہ اضافہ کیا والذی انعم الحمیل
فانخرج منها نسمة تسبی - (ص ۲۲ جلد ۲)

اب تو کسی کو اس میں عذر نہ ہو گا کہ خود صحابہ تحریف کیا کرتے تھے اگر حضرت منع نہ فرماتے تو یہ آیہ بھی قرآن
میں موجود ہوتا۔

۸۶۔ حطیہ شاعر نے ایک آدمی کی ہجو کی عمر نے ایک حدیث بیان کر کے کہا اُسکی زبان کاٹ ڈالو
جب اُس نے آکر عمر کے درج میں دو شعر کہا تو قصور معاف کر دیا۔ (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)
۸۷۔ حکم بن حارث سلمی کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جو ایک دینار چھوڑ جائے اُسکو
ایک داغ دیا جائے گا اور جو دو دینار چھوڑ جائے اُسکو دو داغ۔ (ص ۱۱۲)
اب خلفائے ثلاثہ کے متروکات پر خیال کیجئے کہ وہ کس قدر مال چھوڑ گئے تھے۔

۸۸۔ حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس حضرت عثمان کے چچا ہیں انھوں نے عہد کیا
تھا کہ حضرت کو قتل نہ کر ڈالیں مگر ایک آواز بہت ناک سن کر ڈر گئے حضرت نے اس شخص کو دیکھ کر کہا اس
شخص حکم کی نسل سے میری امت کی خرابی ہوگی۔ یہ حکم حضرت کے نکالے ہوئے تھے حضرت نے مدینہ سے طائف کی طرف
نکال دیا تھا اس کا بیٹا مروان بھی نکل گیا تھا یہ شخص رسول اللہ کا ازنا کرتا تھا حضرت نے چاہا پتا تو سے اُسکی
آنکھ پھوڑ دیں یہ حضرت کے رفتار کی نقل کیا کرتا تھا جس پر حضرت نے بدعا کی اور اس کے بدن میں ریشہ پیدا
ہو گیا عبد الرحمن نے جو حکم کو لعین کہا تو اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ نے مروان بن حکم سے کہا میں شہادت
دیتی ہوں کہ رسول اللہ نے تیرے باپ پر لعنت کی اور اس وقت تو اپنے باپ کے پشت میں تھا (پھر شیعہ جو نام
لیکر دشمنان خدا و رسول پر لعنت کرتے ہیں اُنہیں کیونٹے ہیں حالانکہ خود حضرت پیغمبرؐ نے اور عبد الرحمن بن ثابت نے لعنت
کی ہے۔ المختصر حکم کے لعنت اور اخراج میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں
اس سے بڑھ اخفائے واردات کیا ہو سکتا ہے) نبی کے زندگی میں حکم مدینہ سے جلا وطن رہے عثمان نے ابو بکر
سفارش کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیجئے ابو بکر نے کہا میں اس گمراہ کو نہیں کھول سکتا جس کو رسول اللہ نے باندھا ہے
ایسا ہی حضرت عمر نے بھی کیا پھر جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے حکم کو واپس بلا لیا
اور فرمایا میں نے رسول اللہ سے سفارش کی تھی اور حضرت نے وعدہ کیا تھا۔ (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)

کیا اب بھی دروغ گوئی عثمان میں شبہ ہو سکتا ہے کیا ابو بکر و عمر بھی انکو سچا نہ جانتے تھے جو ان کے روایت
پر اعتماد کر کے حکم کو واپس بلاتے لہذا معلوم ہوا کہ عثمان نے قصداً مخالفت حکم رسول کیا اور اس کے ساتھ اُترا
بھی کیا کہ حضرت نے وعدہ فرمایا تھا۔

یہ نصہ بہت طویل لانی ہے اور تلخ اسلامی کے سب ہی بڑھنے والے جانتے کہ حضرت عثمان نے حکم کی جلا وطنی
منوخ کر کے اور اسے مدینہ واپس بلا کر پیغمبر خدا کی بھی مخالفت کی اور حضرت ابو بکر و عمر کی بھی ہجو زیادہ لکھنے

کی ضرورت نہیں مگر یہ بات اہنت کے لئے عموماً اور اڈیٹر انجم کے لئے خصوصیت سے قابل عبرت ہے کہ ایسے ملعون و مطرود کو بھی ایڈیٹر انجم سیدنا کے لفظ سے ذکر کر رہے ہیں جس طرح ابو بکر و عمر کو لکھتے ہیں پھر بتائے ان کے منافق اور طر فدار منافق ہونے میں کیا شک رہا۔
علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ابن سکین کا قول ہے کہ حضرت نے اس پر بدعا کی مگر ثابت نہیں۔ عطا۔ اسانی راوی ہیں کہ اصحاب رسول حضرت کی خدمت میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت حکم پر لعنت فرما رہے ہیں لوگوں نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا ہم اپنے فلاں زوجہ کے ساتھ تھے تو اس نے منہ چڑھایا صحابہ نے کہل کئے تو ہم بھی لعنت کریں تو حضرت نے فرمایا نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی اولاد ہمارے منبر پر چڑھتی اور ترقی ہے لوگوں نے کہل کئے تو ہم اس کو پکڑ لیں حضرت نے کہا نہیں۔ اور اسکو نکلا دیا۔ معاویہ مردان کا بہت خیال کرتا تھا لوگوں نے پوچھا تو کہا اس کا باپ حکم ہمارے بہن ام حبیبہ کی کفش برداری کرتا تھا جب کہ رسول اللہ انھیں اپنی زوجیت میں لائے تھے حضرت نے حکم کی طرف بنگاہ تیز دیکھا جب باہر نکلا تو رسول اللہ سے لوگوں نے پوچھا کیا وجہ تھی تو حضرت نے فرمایا جب اسکی اولاد تیس یا چالیس کے عدد پر پہنچے گی تو تمامی امور کی مالک ہو جائے گی عائشہ نے مردان سے کہا رسول نے تیرے باپ پر لعنت کی جبکہ تو اُسکے پشت میں تھا۔

ابن حجر لکھتے ہیں اصل قصہ کو بخاری نے لکھا مگر آخر کے زیادتی کو حذف کر دیا (کیا امانت داری بخاری) ثعلبہ بن ابی مالک راوی ہیں کہ۔

اس حکم نے عہد عثمانی میں انتقال کیا تو اُسکے قبر پر شامیانہ کھڑا کیا گیا کیونکہ زمانہ گمرکی کا تھا لوگوں نے اعتراض کیا تو عثمان نے کہا زمانہ عمر میں زینب بنت جحش (زوجہ رسول مسلم) نے انتقال کیا تو ان پر بھی شامیانہ لگایا گیا تھا کیا اس پر کسی نے اعتراض کیا انتہا۔ (اصابہ جلد ۲ ص ۲۸)

کیا عزت افزائی دشمن رسول ہے کہ بعد مردن اُسکے قبر پر شامیانہ کھڑا کیا اور مثال کے لئے ام المومنین زینب بنت جحش کو پیش کیا اس پر بھی عثمان کے اسلام کا دعویٰ کیا جاتا ہے یا للعجب۔

(۸۹) حکم بن عمرو غفاری حاکم خراسان بنائے گئے تو زیاد نے انکو لکھا کہ معاویہ کا حکم ہے لڑائی میں سونا چاندی بھولے وہ ہمارے لئے رہنے دیا جائے مگر انھوں نے نہ مانا اور کہا کہ حکم خدا کے خلاف ہے لہذا سب کو تقسیم کر دیا غالباً انھیں سے روایت ہے کہ حضرت نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کو منع فرمایا۔ (صفحہ ۴۹)

اس سے معاویہ کی مخالفت حکم خدا اور رسول ظاہر ہے اور یہ روایت بھی طر فدار ہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کیا جائے۔

(۹۰) حکم بن عمر ثمالی اسکا شمار اہل شام میں ہے اسکی روایت ہے کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا آپ نماز شب اور نماز صبح میں بسم اللہ باواز بلند کہتے تھے (صفحہ ۵)

مگر اہلسنت کا عمل اسکے خلاف ہے بتقلید شیخین بسم اللہ کہتے ہی نہیں یا آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔
(۹۱) حران بن جابر عنقی تھامی راوی ہیں کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا بنی اُمیہ کے لئے خرابی ہے۔ ص ۳۶

مگر اہل سنت انھیں بنی اُمیہ کے طرفدار ہیں۔
(۹۲) حمزہ بن عویمر کی وفات ۱۱۳ھ میں اسی برس کے سن میں ہوئی ص ۳۷

مگر شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے۔
(۹۳) نعم بن عبدالرحمان بن عوف کے بھائی ہیں مگر نہ ہجرت کیا نہ مدینہ آئے اسلام کے بعد ساٹھ برس

زندہ رہے عبداللہ بن زبیر کو اپنا دھسی کیا (ص ۳۸)
مگر شریک کو پالا سے محروم رہے۔

حفظہ غنیرا ملنا کہ کے حال میں لکھتے ہیں۔

خروج والوں نے کہا کہ ہم میں چار آدمی تھے جنہوں نے رسول اللہ کے زمانہ میں قرآن یاد کر لیا تھا
انکے سوا اور کسی نے پورا قرآن نہ یاد کیا تھا۔ زید بن ثابت۔ ابو زید۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل (ص ۳۹)
جس سے معلوم ہوا کہ لاکھوں صحابی میں صرف یہی چار آدمی حافظ تھے اور کوئی نہیں اس میں سے بھی
بوقت جمع قرآن کوئی نہ شریک کیا گیا یہ استثنائیں ثابت جو عثمان کے عامل دیوان تھے پھر بتائے قرآن
کی بیا عظمت کی گئی۔

(۹۴) حوقب حمیری صفین میں حصہ لے لے علی کو پکارا اور کہا کہ اے ابن ابی طالب تم لوٹ جاؤ ہم تمہیں
اور تمہارے خون کا واسطہ دلاتے ہیں ہم تمہیں عراق دیدیں اور تم ہمیں شام دیدو اور سلاو کی نو زبیری نہ کرو حضرت علیؑ نے
فرمایا اے ابن ظلم یہ بات بہت دور ہے خدا کی قسم اگر دین میں زبیری جبار نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے اور یہ بات میرے لئے آسان
تھی مگر اللہ اس پر راضی نہیں ہے کہ اہل قرآن سکوت اور سستی کریں اس حال میں کہ اللہ کی نافرمانی بجا جاتی ہو اور وہ
لوگ اسکے روکنے اور ہماؤ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آجائے۔ (ص ۴۰) معصیت
کیا اب بھی کسی معاویہ اور اسکے معاونین کے بے دین ہونے میں شک رہ سکتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے خدا کی
کیجاتی تھی اس سے ترک جہاد ناجائز تھا جنگ صفین میں اس حوقب کو سلیمان بن صرد خزاعی نے قتل کیا دوسری روایت
میں ہے کہ مالک اشتر نے قتل کیا اور ذوالکلاع کو حریش بن جابر نے۔ اس واقعہ سے آپؐ سمجھ سکتے ہیں کہ قاتل و مقتول دونوں
صحابی ہیں پھر فیصلہ ہو تو کیونکر ان میں حق بر تھا کون۔ لیٰ ہذا ایک خواب گڑھا گیا کہ عمر بن شریک نے خواب میں دیکھا
کہ جنت میں داخل ہوئے کچھ قبۃ نظر سے دو چھایہ قبۃ کس کے لئے ہے کہا ذوالکلاع اور حوقب کے لئے ہی جو معاویہ کیطرت
سے لڑنے گئے تھے تو اُس نے پوچھا عمار کہاں ہیں کہا کہ وہ اُنکے آگے ہیں پوچھا کیونکر ہوا حالانکہ ان میں سے
ایک دوسرے کا قاتل ہے تو کہا کہ خدا سے ملاقات کی تو اسکو داسع المغفرہ پایا (ص ۴۱ جلد ۲ ص ۱۰)

یہ عزت افزائی ہے صحابہ کی کہ خدا فرماتا ہے جو کسی مومن کو قتل کرے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا مگر یہاں

ب منوخ ہو گیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں مرزا دار ہے ہیں۔

(۹۵) حوط بن مرہ کے نسبت بیان ہے کہ یس بن حسن بن یس نے کہا تھے ۲۴۶ھ میں آپ کو دیکھا جو کہتے تھے میں خدمت رسول میں پہنچا تھا اور طعام جنت کھایا تھا ابن حجر اس روایت کو نہیں مانتے۔ (صفحہ)

(۹۶) حوط بن عبد العزی قریشی ہیں مروان بن حکم نے ایک مرتبہ حوط بن عبد العزی سے کہا کہ شیخ تم بہت دیر میں اسلام لائے یہاں تک کہ کم عمر لوگ تم سے سبقت لے گئے حوط بن عبد العزی نے کہا اللہ ہی کے مدد کام چلتا ہے واللہ میں نے کئی مرتبہ اسلام کا ارادہ کیا مگر تمہارا باب ہر مرتبہ مجھے اس سے باز رکھتا تھا اور مجھے منع کرتا تھا کہ تم اپنی بزرگی اور اپنے باپ و لوگوں کے دین ایک نئے دین کے لیے کیوں چھوڑتے ہو اور کیوں دوسرے کے تابع ہوئے جاتے ہو مروان چپ ہو گیا اور اپنے اس بات پر نام ہوا اور حوط بن عبد العزی نے اس سے کہا کہ کیا تم سے حضرت عثمان نے نہیں بیان کیا کہ جب مسلمان ہوئے تو تمہارے پاسے انھیں کیا کیا نصیبتیں پہنچی۔ (۹۰)

حکم کا حال سابقہ مذکور ہو چکا حضرت عثمان کے چچا ہیں اور اسلام لاکے تھے مگر اس طرح دوسروں کو روکتے تھے اُس کو حضرت نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا ابو بکر عمر نے بھی نہ آنے دیا مگر عثمان نے اُسکو مدینہ ملوایا اور مرنے پر اُسکے قبر پر شلمیاد لگوا یا۔

(۹۷) حارث بن سید عجمی اُن لوگوں سے ہیں جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے اصحاب بن مسعود میں نامی شخص گزرا ہے بہت سی روایتیں اس سے منقول ہیں سنہ وفات ۳۳ھ کو عہد ابن الزبیر کو فہم ہی میں رہتے تھے مگر نصرت امام سے محروم ہی رہے نہ وقت ورود اہلبیت کو فہم میں کوئی خدمت کی (صفحہ ۱۵۲ ج ۵ اصحاب)

(۹۸) حارث بن عمرو زبیری بھی حضرت کے زمانہ میں اسلام لائے زمانہ یزید میں وفات پائی مگر شرکت کربلا سے محروم رہے۔ (صفحہ ۱۵۲ اصحاب)

(۹۹) حارث بن بدر بھی صحابی ہے عراق میں رہتا تھا ۶۱ھ میں وفات پائی مگر نصرت امام سے اس نے بھی نہ کی۔ (صفحہ ۱۵۲ اصحاب)

(۱۰۰) حارث بن عبید کلبی پانچویں برس زندہ رہا مگر نصرت امام نہ کی۔ (صفحہ ۱۵۲ اصحاب)

(۱۰۱) حبیبہ کا بیان ہے ہم حالت شرک میں تھے جبکہ حضرت نے غدیر خم میں منکنت مولانا فعلیؑ کو لایا فرمایا یہ اس کا بھی راوی ہے کہ جب حضرت نے سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کیے بہ استنثار جناب امیرؑ تو دیکھا تھا کہ حضرت حمزہ آئے اور فرمایا تم نے اپنے چچا کو نکال دیا اور ابن عم کے دروازے کو باقی رکھا سنہ ۱۱ھ میں اس کی وفات پائی مگر نصرت امام سے محروم رہا۔ (صفحہ جلد ۱۲ اصحاب)

(۱۰۲) حبیب بن مہر (جن کا شیعوں میں نام مشہور حبیب بن مظاہر ہے) یہ بھی صحابی ہیں جناب امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے (صفحہ ۱۵۲) کیا اور صحابہ ان کی تائسی نہ کر سکتے تھے۔

(۱۰۳) حجر بن عبس اس کا راوی ہے کہ ابو بکر و عمر نے جناب سید کی خواستگاری کی تو خود حضرت نے جناب میرے کہا ہلک یا علی (ص ۵۹)

(۱۰۴) حرام بن ربیعہ یہ بھائی ہے حرام بن خالد کا جسکی بیٹی ام لہنین اور حضرت عباس سے جناب امیر نے نکاح کیا تھا اس کا بیٹا دوسرا کوفہ سے تھا اسکو مختار نے منجملہ شہداء قتل امام قتل کیا۔ (ص ۶۱)

(۱۰۵) حرث بن محض ہارنی زمانہ حجلج تک زندہ رہا مگر نصرت امام سے دست کش رہا۔ (ص ۶۱)

(۱۰۶) حصین بن نویرہ زید کے بعد زندہ رہا جس نے یمامہ میں خروج کیا تھا نجدہ حروری پر مگر نصرت

امام سے محروم رہا۔ (ص ۶۱)

(۱۰۷) حران بن اباسایہ بڑے علماء سے تھا عثمان کے پیچھے نماز پڑھتا عثمان جہاں بھول جاتے یہ لقمہ دیتا بصرہ

میں رہا شہداء میں وفات ہو مگر جناب امام حسین کی اس نے بھی مدد نہ کی حالانکہ حضرت نے اہل بصرہ سے بھی

اعانت طلب کی تھی۔ (اصابہ ص ۶۵)

(۱۰۸) حنظلہ بن ربیعہ بھی صحابی ہے جو محاصرہ ابن الزبیر میں حجلج کے ساتھ شریک تھا وفات اسکی زمانہ

مروان میں ہوئی مگر نصرت امام سے دست کش رہا۔ (ص ۶۱)

(۱۰۹) حنظلہ بن شری زبیر بن عبد المطلب کا ندیم تھا دو سو برس تک زندہ رہا (ص ۶۱) مگر نصرت

امام سے اس نے بھی نہ کی۔

(۱۱۰) حکیم بن عیاش کلبی شعری بنی امیہ سے تھا اس نے حضرت زید کی شہادت پر چند اشعار کہے

جس میں سے دو شعر جناب امام جعفر صادق ؑ کے سامنے پڑھے گئے ۵

صلبنا لکم زیداً علیاً بنخلۃ ولم یمھد یا علی الجذع یصلب

وتسلم بعثمان علیاً سفا ۶

یعنی مجھے حضرت زید کو درخت پر سولی دیا حالانکہ کوئی مہدی درخت پر سولی نہیں دیا جاتا تم لوگ اپنی سفاقت

سے عثمان اور علی کا قیاس کرتے ہو حالانکہ عثمان بہتر ہیں علمائے اہل بیت سے اور اطمینان ہیں۔

قال نرفع جعفریدہ فقال اللہم ارضکان کاذباً فسلط علیہ کلبک فخرج

حکیم فافترسا لاسد قلت کان قتل زید بن علی سنۃ اثنین وعشرین فذل

تاخو حکیم عن ہذہ العایت۔ (ص ۱۲ ج ۱ ص ۱۲)

یعنی جناب امام جعفر صادق ؑ نے جب ان اشعار کو سنا تو ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ خداوند اگر یہ جھوٹا ہے تو

اپنا ایک کلب تلک کر چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ گھر سے باہر نکلا تو ایک شیر نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ حضرت زید کی شہادت ۱۲۰ھ میں ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ وہ اسکے بعد تک زندہ رہا

تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابی نے نہ تھا مگر ہم خود ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں کہ بہت سے صحابہ بائیں

سے

تک زندہ رہے ہیں۔

خالد بن ربیع کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی کو بنی تیم پر حاکم بنانا چاہا ابو بکر نے ایک شخص کا نام لیا عمر نے ایک دوسرے کا نام لیا حضرت نے فرمایا اگر تم متفق ہو کر بات کہتے تو میں دونوں کی رائے مان لیتا مگر تم کہیں کہیں مختلف ہو جاتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُوا بَيْنَ

خدا اور رسول کے سامنے تم آگے آگے نہ بنو۔

(ص ۱۱۱ اسد الغابہ)

بیلدی اللہ و رسول

کیا اس سے ان لوگوں کے اسلام کی حالت : معلوم ہوئی کہ خدا کو منع کرنا پڑا۔

(۱۱۲) خالد بن کلیب (ابو ایوب انصاری) جن کے مکان پر رسول اللہ نے بعد حجت رقیام کیا

جب حضرت علیؑ کے خلافت کا زمانہ آیا تو انھوں نے ابو ایوبؓ کے پوچھا تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔

ابو ایوبؓ نے کہا میرا وظیفہ مجھ کو ملتا ہے اور آٹھ غلام مجھے چاہیے کہ وہ میرے زمین کا کام کریں۔ ان کا وظیفہ

چار ہزار تھا حضرت علیؑ نے اس کو بچکنا کر دیا اور بہ ہزار دیے اور یہ غلام دیے۔ (ص ۱۱۲ ج ۳ اسد الغابہ)

مگر کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ شیخین یا عثمان نے ان کے ساتھ سلوک کیا ہو حالانکہ کیسی کیسی حدیثیں

رسول اللہ کی کی تھیں اس ابن عباس نے بھی اس کا بدلہ دیا تھا کہ اپنا پورا مکان حضرت ابو ایوب انصاری کو بوجھ

حق خدمات رسول دیا تھا مگر شیخین یا عثمان نے کوئی معاوضہ اسکا نہ دیا۔ انکی وفات ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں ہوئی۔

(۱۱۳) خالد بن زید سے حضرت نے فرمایا جو شخص گیارہ مرتبہ قل اللہ احد پڑھے اس کے لیے جنت میں

ایک محل ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اب تو ہم ہر ایک محل بنوالیں گے۔ (ص ۱۱۳)

کیا یہ کلام بطور استہزاء تھا حالانکہ یہی عمرؓ میں جنھوں نے ابو ہریرہؓ کو اس بشارت پر کہ جلالہ الا اللہ

اس پر جنت واجب ہے ایسا دھکا دیا تھا کہ وہ منہ کے بل گر پڑے۔

(۱۱۴) خالد بن سعد بن عاص اموی ہیں قدیم الاسلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو بکر کے بعد اسلام لائے

تیسرے یا چوتھے مسلمان۔ یہ بعض باتیں کہتے ہیں حضرت علیؑ اور ابو بکرؓ وزید بن حارثہؓ و سعد کے بعد اسلام لائے

(مگر ابو بکرؓ خود پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تو یہ تیسرے یا چوتھے کیسے ہو سکتے ہیں لہذا صحیح یہی ہے کہ ابو بکرؓ

سے پہلے اسلام لائے کیونکہ اسلام ابو بکرؓ کے بعد سے پھر نیا سلسلہ قائم ہوا) انھوں نے خواب میں جہنم کو دیکھا

حضرت نے فرمایا تم اسلام لاؤ ان کے اب اجمہ بن جب معلوم ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور گھر سے نکالی دیا حضرت

کے پاس آئے اور آپؐ کی خدمت میں زندگی بسر کرنے لگے (بعد فتوحات اسلام) حضرت نے بن کے صدقات

وصول کرنے مقرر کیا اور بعض کہتے ہیں مذبح اور صنعا کے صدقات پر مقرر کیا مگر رسولؐ ہی کام کرتے رہے بعد وفات

رسولؐ انھوں نے اس کام کو چھوڑ دیا ابو بکرؓ کی بیعت میں توقف کیا اور بنی ہاشم سے کہا کہ آپؐ لوگوں کا شجرہ عالی نسب

ہے اور اس کامیوہ شہر میں جو ہم آپؐ کے تابع ہیں جب بنی ہاشم نے بیعت کر لی تو خالد اور ان کے بھائی ابان نے

بھی بیعت کر لی ابو بکر نے خالد کو ایک لشکر کا سردار بنا کے شام کی طرف بھیجا (۱۱) اسد الغابہ
اصحاب ابن حجر عسقلانی میں ہے:-
قال خالد بن سعيد اسلمت قبل علي لكن كنت افرق ابا ايمنه يعني

والده سعيد بن العاص وكان لا يفرق اباہ (۱۲)

یعنی خالد بن سعید کہتے ہیں کہ ہم اسلام لائے تھے حضرت علیؑ کے پہلے مگر ہم اپنے باپ سعید بن
العاص سے ڈرتے تھے اور حضرت علیؑ نہیں ڈرتے تھے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابو بکرؓ کے قبل اسلام لائے کیونکہ جناب امیرؓ کے نسبت تو سب کا بیان ہے حضرت دشمن
کو مبعوث ہوئے اور جناب امیرؓ شہنشاہ کو اسلام لائے پھر حضرت پر تقدم تو کسی طرح ممکن ہی نہیں یہ روایت محض
اسی غرض سے بنائی گئی ہے کہ ابو بکرؓ پر انکی سبقت محض رہ جائے
یہاں تو اسی قدر لکھا ہے کہ خالد بن سعید نے خدمت حکومت کو بعد وفات رسولؐ ترک کر دیا مگر یہی ابن اثیر
جزری تاریخ کامل میں سلسلہ ہجری کے واقعات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

۳۱ھ میں ابو بکرؓ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو سب سے پہلا علم خالد بن سعید بن عاص کو دیا پھر انکو معزول
کر دیا وجہ عزل یہ ہوا کہ انھوں نے ابو بکرؓ کی بیعت میں توقف کیا تھا دو مہینہ تک اور جناب امیرؓ و عثمانؓ سے
کہا اے ابوالحسن اے فرزند ان عہد منات کیا تم لوگ مغلوب ہو گئے جناب امیرؓ نے کہا یہ مغالبہ ہے یا خلافت ابو بکرؓ کو تو
اس کا کینہ نہیں ہوا مگر عمرؓ کے دل میں اسکا کینہ رہا ابو بکرؓ نے جب حکومت شام پر انکو نامزد کیا تو عمرؓ نے اسقدر
دق کیا ابو بکرؓ کو کہ آخر معزول کر دیا امارت سے اور حکم دیا کہ تیرا میں مسلمانوں کے حفاظت کو رہیں اور جب تک
ہمارا حکم نہ ہو وہاں سے علیحدہ نہ ہوں۔

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خلافت تھی یا قیامت محض اسقدر کہنے پر کہ اے علیؑ تم مغلوب ہو گئے
وہ صحابی جو سب سے پہلے اسلام لایا اور مدت العمر خدمت رسولؐ کرتا رہا وہ کس طرح محروم کیا گیا ابو بکرؓ کو تو اسقدر غصہ
نہیں آیا مگر عمرؓ نے جب تک امارت لشکر شام سے موقوف نہ کر لیا چین نہ لیا۔ اس پر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی
کام انکا نیک نیتی سے تھا۔ تاریخ طبری میں ہے:-

خالد جب حکومت یمن سے بعد وفات رسولؐ باز در مدینہ پہنچے اور دو مہینہ تک ابو بکرؓ کی بیعت نہ کی تو
کہتے تھے حضرت نے ہمکو امارت دی اور کبھی معزول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت نے وفات پائی و مطلب
یہ ہے کہ ہمارے رہتے یہ لوگ کیونکر خلیفہ ہو سکتے ہیں جن کو کبھی رسولؐ نے کہیں کا حاکم نہ بنایا اس کے بعد
حضرت علیؑ اور عثمانؓ سے ملاقات کی اور کہا کہ اے فرزند ان عہد منات کیونکر تم نے اسکو گوارا کیا کہ دوسرے
لوگ تم پر حاکم ہوں ابو بکرؓ کو تو اس کلام سے کچھ غصہ نہ آیا مگر عمرؓ کے دل میں اسکا کینہ بڑ گیا ابو بکرؓ نے جب شام
کو لشکر بھیجا جا تو پہلے اسی خالد بن سعید کو سردار لشکر بنا مگر عمرؓ نے اسقدر اصرار کیا کہ آخر ابو بکرؓ نے

معزول کر کے یزید بن ابوسفیان کو سردار لشکر بنایا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۷۸)
 پہلا روز ہے کہ بنی امیہ کے ہاتھ میں حکومت گئی جس کے بانی حضرت عمر ہیں کہ ایسے مقدس صحابی کو معزول کر کے یزید کو حکومت شام دلا دی جس کے بعد معاویہ اور اسکا بھائی پھر یزید اور تھامی بنی امیہ کا دور چلا۔
 خون شہداء تمام برگردان دوست

پھر لکھتے ہیں:-

خالد بن سعید بن عاص بعد وفات رسول ارد مدینہ ہوئے تو وہ حجۃ دیبا پہنچے ہوئے تھے عمر نے چیخ کر کہا اسکے جیہ کو پھاڑ ڈالو کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہے سب نے اُس کا جبہ چاک کیا خالد نے جناب امیر سے کہا کیا آپ مغلوب ہو گئے جناب امیر نے کہا یہ مغالبہ ہے یا خلافت؟ خالد نے کہا اے فرزدان عہد منات تم اس بار میں مغلوب نہیں ہو سکتے عمر نے کہا خدا تیرے منہ کو توڑے واللہ جھوٹا ہمیشہ مبتلا رہے گا اس میں جو تو نے کہا اگر اس کا ضرر بجز اسکے نفس کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا عمر نے اس کلام کو ابو بکر تک پہنچایا جیسا ابو بکر نے قال اہل ردہ کے لئے علم مقرر کرنا شروع کیا تو ایک علم خالد کو بھی دیا عمر نے منع کیا اور کہا یہ مجزول ہے اور ضعیف التوہ یہ ایسا جھوٹ بولا ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتا ہرگز اسکو حکومت نہ دو ابو بکر نے بعض امروں میں عمر کی اطاعت قبول کی اور بعض میں نہیں کیونکہ بمقام تیمار اُن کو مقرر کیا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۷۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شروع شروع سب صحابہ کی رسم حضرت عمر نے جاری کی کہ سعید کی قبا چاک کر ڈالی اُنھیں جھوٹا اور مفتری بنایا اس درجہ ابو بکر کو مجبور کیا کہ حکومت شام سے آخر حرم کر دیا حالانکہ یہ کیسے نقد صحابی ہیں کہ ابو بکر سے پہلے اسلام لائے پھر اگر شیوہ ایسے صحابہ سے اظہار بیزاری کریں جو ظالم کا ذب غاصب تھے تو نہ معلوم اہلسنت کیوں ارض ہوتے ہیں حالانکہ ابتدا اس کی تو حضرت عمر سے ہوئی۔

(۱۱۵) خالد بن عاص ابوہل و حارث کے بھتیجے ہیں ایک حدیث بھی انھوں نے رسول سے نہیں سنی مگر چونکہ ابوہل کے بھتیجے ہیں جو حضرت عمر کے رشتہ دار تھے لہذا عمر نے انکو حاکم مکہ مقرر کر دیا۔ (مسند الغابہ)
 غور کرنے کا مقام ہے کہ خالد بن سعید بن عاص کو جو کہ ایسا قدیم الاسلام اور عامل رسول تھا اس جرم پر معزول کیا کہ اُس نے بیعت ابو بکر میں دو ماہ تک توقف کیا اور خالد بن عاص کو صرف اس وجہ سے مقرر کیا کہ وہ ان کا طرفدار اور ابوہل کا بھتیجا تھا یعنی عمر کے ماموں کا بیٹا تھا سنہ وفات نہیں معلوم مگر زمانہ معاویہ تک زندہ رہا۔ (اصحابہ جلد ۲ ص ۹۳)

(۱۱۶) خالد بن عرفظہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں کوفہ میں رہتے تھے حضرت سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے فرمایا اے خالد عنقریب کچھ نئی باتیں اور اختلافات پیدا ہونگے جب ایسا ہو تو اگر تم سے ہو سکے تو مقتول بنیاد تامل نہ بنانا ان کی وفات کوفہ میں ہوئی جس سال حضرت امام حسین بن علی شہید ہوئے (۱۱۹ ص ۱۱۹)
 مگر امام حسین کی نصرت نہ کی۔

اصحاب میں ہے کہ ایک شخص نے جناب امیر سے عرض کیا کہ ہمارا گزروادی القربیٰ میں ہوا تو وہاں دیکھا کہ خالد بن عوف مر گیا ہے اس کے لئے استغفار فرمائیے حضرت نے فرمایا: نہیں مراہو اور نہ مر گیا اس وقت تک کہ ایک لشکر ضلالت کا وہ سردار ہو جس کا علمبردار حبیب بن حمار ہوگا اور وہ اس مسجد کو فہ کے دروازے سے داخل ہوگا جس کو اب اقبال کہتے ہیں۔

یہ کلام سنکر وہاں ایک شخص کھڑا اٹھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا حبیب بن حمار تو میں ہی ہوں اور میں کچھ دستان ہوں حضرت نے فرمایا مگر ہوگا ایسا ہی ضرور چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن زیاد نے جو عمر بن سعد کو جناب امام حسین سے لڑنے کو بھیجا تو اسے خالد بن عوف کو مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور حبیب بن حمار کو علمدار بنایا اور وہ علم لے کر داخل مسجد کو فہ ہوا اب اقبال سے (ص ۹۵ جلد ۲ اصحاب)

غور فرمائیے کہ صحابہ اہل سنت کے کیا افعال تھے۔ اسی لئے شاید آنحضرت نے وصیت کی تھی کہ قاتل نہ بننا اگرچہ مقتول ہی کیوں نہ ہو مگر کیا خوب اسکی تعمیل کی کہ خود فرزند رسول کو قتل کیا اور اس کو بھی اڈیٹرا بنجم سیدنا لکھتے ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ واقعہ کربلا کی اہمیت کس درجہ تھی کہ خود رسول اللہ نے ہر رطب یا نس اس کا جناب امیر کو بتادیا تھا کہ حضرت نے قبل از واقعہ خبر دی اس پر بھی لوگ ایمان نہیں لائے کہ حضرت م کو علم کان و مایکون حاصل تھا۔

اہل سنت جو قتل امام حسین کی نسبت شیعوں کی طرف دیتے ہیں شاید اسی حبیب بن حمار کے سبب سے جس نے دعوائے محبت امیر المومنین کیا تھا مگر افسوس انھوں نے ہر ایسے مدعی کو شیعہ سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ ملعون ہے جو اس کا مرتکب ہوا شیخ سے اُسکو کیا واسطہ۔

(۱۱۶) خالد بن ولید جس کا لقب سیف اللہ مشہور ہے لقب کے متعلق یہ روایت ہے کہ حضرت نے اس کو حالت کفر میں یہ لقب دیا تھا۔ (ص ۱۱۸ اسد الغابہ)

مالک بن نویرہ کے یہی قاتل ہیں جس پر خود حضرت عمر نے بہت ناراضی و برہمی ظاہر کی۔ (ص ۱۳۴) جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی کہ بنی مغیرہ کی عورتیں خالد پر رونے کے لئے ایک گھر میں جمع ہوئی ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہو کہ وہ ابو سلیمان کے لئے روئیں بشرطیکہ بلند آواز اور بین نہ ہوں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ بنی مغیرہ کی کوئی عورت نہیں تھی جس نے خالد کی قبر پر اپنے سر کے بال نہ منڈائے ہوں۔ (ص ۱۳۵ اسد الغابہ) مسلمانو! غور کرو یہ کس قسم کی بات ہے کہ حضرت عمر۔ جناب زینب و رقیہ و ام کلثوم و خنساء رسول کے گریہ و بکا کو منع کریں اور ان اللعیت ليعذب بیکاء اہلہ کی روایت کریں کہ میت پر اُس کے اہل و عیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

مگر خالد بن ولید کے لئے سب جائز کر دیا اور عورتوں نے جس میں سب گویا صحابیات تھیں یہ ترقی کی کہ سنے حاکم خالد بن ولید کی قبر پر منڈا دیا۔ واہ رے اسلام

استیعاب میں ہے کہ حضرت نے ایک قبیلہ پر اسکو بھیجا تو ناحق لوگوں کو اُس نے قتل کیا حضرت نے اُن کی دیت دلائی اور فرمایا:-

اللهم انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید و خبرہ بذالک من صحیحہ اثر (جلد ۱۵)

خداوند اہم بیزاری ظاہر کرتے ہیں اُس سے جو کچھ خالد نے کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر اگر شیعہ بھی ایسے ہی صحابہ سے اظہار بیزاری کریں تو اہلسنت کیوں چڑتے ہیں

یہ خالد وہی ہے جس نے حضرت مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور اُسی شب کو اُسکے زوجہ کے ساتھ زنا کیا

جس پر حضرت ابوبکر سے حضرت عمر نے کہا یا قتل کرو یا سنگسار کر دیا معزول کر دیا ابوبکر نے ایکٹ مانا اور اسکو سیف اللہ کا خطاب دیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو اُسکو معزول کیا اور علامہ میں جکر ۱۱ اور مال اُن کا ادھالے لیا اس پر بھی الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوٌّ لِّكَافِرٍ بلند کیا جاتا ہے۔

(۱۱۸) حرزلیہ بن ثابت انصاری ان کا لقب ذوالشہادتین ہے جنگ جبل صفین میں حضرت علیؑ

کے ہمراہ تھے مگر قتال نہیں کیا جب جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر شہید ہوئے تو حرزلیہ نے کہا میں نے

رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اُسکے بعد اُنھوں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور قتال کیا یہاں تک

کہ مقتول ہوئے۔ اُقتل صفین شہ میں ہوا تھا۔ (جلد ۱۵ اسد الغابہ جلد ۳)

مگر اس پر بھی اہلسنت نہ معاویہ کو باغی کہتے ہیں نہ اپنے کو فرقہ باغیہ میں داخل کرتے ہیں۔

(۱۱۹) حوید بن عمر مدینہ میں آکر رہے تھے اور قبل مسیح تکہ اسلام لائے مدینہ میں شہ میں وفات

پائی۔ (جلد ۱۵ اسد الغابہ جلد ۳)

مگر ہائے شومی قسمت کہ امام حسینؑ کی مدد نہ کی اور شریک معرکہ کر بلا نہیں ہوئے۔

(۱۲۰) حیسر ان کا نام عبد خیر تھا۔ سہل نے روایت کیا ہے کہ اُنکے والد نے عبد خیر سے کہا اے ابو عمار

میں آپ کا جسم بہت توانا دیکھتا ہوں آپ کی عمر کس قدر ہے کہا کہ میری عمر ایک سو بیس برس کی ہے۔ (جلد ۱۶)

مگر ہائے یہ بھی شریک معرکہ کر بلا نہ ہوئے نہ کسی طرح حضرتؑ کی مدد کی۔

(۱۲۱) وغفل نسابہ اس کو معاویہ نے یزید کے تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا یہ بھی صحابی سہے جس سے

حسن بصری روایت کرتے ہیں شہ میں اسکی وفات ہے (اصابہ ص ۱۶۴)

مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔

(۱۲۲) ذوالجوشن شمر کا باپ ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابو اسحاق نے اسے نہیں سنا بلکہ اُنھوں نے

ان کی حدیث اُن کے بیٹے شمر بن ذی الجوشن سے سنی ہے۔ (جلد ۱۶)

بیٹے شمر قتال امام حسینؑ اہلسنت کے یہاں راوی حدیث بھی ہے جس سے ابو اسحاق روایت کرتے ہیں۔

يقال انّه لم يسمع منه وانما سمع من ولده شتر - (ج ١٥ جلد ٢)

یقال انہ لہ لیجمع منہ والما بعد منہ وکذا
(۱۲۳) ذوالخویصرہ قیمتی ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے ذوالخویصرہ نے جو بنی تمیم سے ایک شخص تھے کہا یا رسول اللہ انصاف کیجئے حضرت ص نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں نہ انصاف کروں گا تو کون انصاف کرے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے تو میں اس منافق کی گردن مار دوں حضرت نے فرمایا نہیں اس شخص کے کچھ ساتھ والے ہیں جن کے نماز و نہ کے سامنے تم اپنے نماز و نہ کو حقیر سمجھو گے وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیرا کمان سے نکلتا ہے اسی طرح کانٹے کی طرف دیکھو تو ہمیں کچھ نہ ملے گا اور اس کے پردہ کو تو ہمیں کچھ نہ ملیگا اور اس کی ڈنڈی کو دیکھو تو ہمیں کچھ نہ ملے گا حالانکہ لید اور خون ہو کے آیا ہو یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب لوگوں میں یا ہم اختلاف پیدا ہو جائیگا انکی نشانی یہ ہے کہ ان کے دو پٹاؤں میں ایک پستان عورت کے پستان کے مثل یا گوشت کے ٹکڑے کے مثل ہو گا وہ ہلتا ہو گا۔ ابو سعید کہتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا جب انھوں نے ان لوگوں سے قتال کیا مقتولین میں جستجو کی گئی تو ایک شخص اسی ہئیت کا نکلا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔

تخص اسی ہنیت کا نکاح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔
ابو سعید خدری سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتے تھے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تقسیم
کر رہے تھے حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ وہ ہوازن کا مال غنیمت تھا اور حنین کا دن تھا کہ یکایک
ذو النخصرہ بیتی آئے جن کا نام حرقوص بن زہیر تھا وہی خوارج کی بنیاد ڈالنے والے تھے انھوں نے
کہا کہ یا رسول اللہ انصاف کیجئے حضرت نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف
کرے گا اس کے بعد انھوں نے یہی واقعہ بیان کیا جو اوپر گزر چکا پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ ذو النخصرہ کا نام
حرقوص بن زہیر ہے واللہ اعلم بحرقوص کے نام میں اُن کے باقی حالات گذر چکے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۹)
اس نام کو اگرچہ ہمارے رسالہ سے چنداں تعلق نہیں ہے مگر یہ تو معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت نے ایسے منافق
کو بھی صحابہ میں داخل کیا ہے حالانکہ خود لکھ رہے ہیں یہ خوارج کا موجود ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ پر اعتراض کرنے والا منافق ہے تو اب دیکھو یہ صفت اول
میں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں خود صحیح مسلم میں ہے۔ (صفحہ ۳۲۷ جلد اول)

عن سلمان بن ربيعة قال عمر بن الخطاب قسم رسول الله قسماً فقلت يا الله
يا رسول الله لغير هؤلاء كان أحق بهم منهم.

یعنی سلمان بن رادی ہیں کہ عمر کہتے تھے ایک روز رسول اللہ نے کچھ تقسیم کیا تو ہم نے کہا یا رسول اللہ قسم خدا کی غیر لوگ اس کے زیادہ مستحق ہیں

اب فرمائیے اعتراض عمر اور اعتراض ذوالنحو نصیرہ میں کیا فرق ہے کیونکہ ذوالنحو نصیرہ یہ فرمائش کرتا ہے کہ اللہ

فرمائیے اس میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ آپ بے انصافی کرتے ہیں اگرچہ التزمایہ معنی پیدا ہوتے ہیں بخلان
اعتراض عمر کہ اس میں وہ قسم کہتے ہیں کہ آپ نے بے انصافی کیا غیر لوگ زیادہ سخت تھے فرمائیے کس نفاق زیادہ ہوا
افسوس کہ حضرت عمر ایسے شخص کو تھناتنی فرمائش پر کہ عدل دیجیے منافق کہتے ہیں ورنہ متعلق خیال نہیں
کرتے کہ ہمارا اعتراض تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

اصابہ میں ہے:-

انّ النبی قال لا یدخل النار احد شہد الحدیثۃ الا واحد فکان

حرقوص بن زہیر۔ (ص ۲۳۵)

یغیر خدا نے فرمایا جو لوگ حدیبیہ میں شریک ہوئے ان میں کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جائے گا
ایک شخص کے وہ شخص حرقوص بن زہیر تھا۔ (اصابہ جلد اول ص ۲۳۵)

چونکہ ذوالنخلہ کا نام حرقوص بن زہیر تھا اسلئے اس حدیث کو لکھ دیا کہ معلوم ہو نبیؐ سے یہ شخص نہیں ہے۔
ذوالنخلہ کو داخل صحابہ کرنا یہ بھی مخصوصات سے اس کتاب اسد الغابہ کے ہے۔ چنانچہ ابن حجر
اصابہ میں لکھتے ہیں:-

ذکرہ ابن الاثیر فی الصحابہ مستدرک علی من قبلہ و عندی فی

ذکرہ من الصحابہ وقفہ (ص ۱۵۵ جلد ۲)

یعنی ابن اثیر نے اس کو صحابہ میں لکھا ہے جبکہ غرض اعتراض ہونے والے یقین پر ہمارے نزدیک مرہ
صحابہ میں اسکو ذکر کرنا قابل تاویل ہے۔

پھر بتائیے ابن اثیر کی غرض اس تذکرہ سے بجز اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ خوارج کو ہمسراہنت بتائے
کیونکہ جس طرح عمر صاحب صحابی ہو کر موجد مذہب اہلسنت ہوئے اسی طرح یہ صحابی بھی موجد مذہب خوارج
ہوا شاید اسی سبب سے یہ نام استیعاب میں نہیں ملتا کیونکہ وہ تو کھلا ہوا منافق تھا۔

(۱۲۴) ذوالنخلہ یامانی وہ ہے جس نے رسول اللہ کے حضور میں آکر مسجد رسول میں پیشاب کیا
لوگوں نے کچھ سختی کرنا چاہا تو حضرتؐ نے فرمایا اس کو تعلیم دو۔

(۱۲۵) ذوالکلاع یہ زمانہ رسول اللہ میں اسلام لائے تھے پھر شام کی طرف چلے گئے اور وہیں ہے
جب زمانہ فتنہ آیا تو جنگ صفین کا سال اُنھیں نے کیا یہ معاویہ کی طرف تھے جب یہ مارے گئے معاویہ
ان کے مقتول ہونے سے بہت خوش ہوا ان بھی طرفہ ماجرا ہے کہ اپنے طرفدار صحابی کے مقتول ہونے سے معاویہ
خوش ہوا اس وجہ سے کہ ذوالکلاع کو جب یہ خبر ملی کہ بنی نے عمار بن یاسر کے حق میں فرمایا ہے کہ ان کو باغی گروہ
قتل کرے گا اور عمار حضرت علیؑ کی طرف تھے تو انھوں نے حضرت معاویہ اور عمر عاص سے کہا کہ ہم علی اور عمار سے
کس طرح لڑ سکتے ہیں تو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت عمار ہمارے ہی طرف آجا میں گے اور ہماری طرف سے

لڑیں گے مگر ذوالکلاع پہلے قتل ہوا اور اس کے بعد عمار شہید ہوئے اور بعض لوگوں نے کہا ہجو کہ ذوالکلاع نے حضرت معاویہ سے اس وجہ سے اختلاف کیا تھا کہ اُنکے نزدیک ثابت ہو گیا تھا کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان کے خون سے بالکل بری ہیں۔ (۱۹۹ اسد الغابہ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ معاویہ نے حدیث یقتله الفئة الباغية کی صرف یہی تاویل نہیں کی تھی کہ اُنکے شہادت کے باعث حضرت علیؓ ہوئے جو ہمراہ لائے تھے بلکہ یہ تاویل بھی کی تھی کہ عمار ہمارے طرف آجائیں گے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذوالکلاع ہر طرح حقیقت جناب امیر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی وہ باطل ہی پر مصر رہے اور اُسی حالت میں قتل ہوئے پھر معاویہ کا اُنکی موت پر اس وجہ سے خوش ہونا کہ حق کا ظہور کچھ مخفی رہ گیا کس درجہ کی ایمانداری معاویہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

ہاں چونکہ یہ یہی بات ہے کہ اس معاملہ میں حق ایک ہی طرف تھا اور نص صریح حق پر حضرت عمارؓ لہذا اس نص صریح کے ابطال کے لئے یہ خواب بنایا گیا کہ عمر بن شرجیل نے یہ خواب دیکھا کہ ذوالکلاع اور حضرت عمار باغ کی روش پر کھڑے ہیں عمرو بن شرجیل نے پوچھا تو ذوالکلاع نے کہا ہم نے خدا کو بہت وسیع المغفرة پایا میں نے پوچھا کہ اہل ہندوان یعنی خوارج کا کیا حال ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ وہ بڑے مصیبت میں ہیں۔ (ص ۱۲۵)

مگر اس خواب کی موضوعیت اسی سے ظاہر ہے کہ خوارج کا واقعہ اس کے بعد ہوا ہے پھر اُس وقت اُن کا حال کیونکر پوچھا جاسکتا تھا ایک جواب پہلے ہی مذکور ہو چکا ہے۔

(۱۲۵) دو الشہیہ افسوس کہ اسد الغابہ میں انکا تذکرہ نہیں ہے مگر اصابع ج ۲ ص ۱۱۷ میں پورا حال لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

انس سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسکی عبادت اور ریاضت پر ہمیں بڑا تعجب ہوا کرتا ہم نے اسکا نام لے کر رسول اللہ سے ذکر کیا مگر اپنے نہیں پہچانا پھر ہم نے اُسکے اوصاف ذکر کیے تب بھی آپ نے نہیں پہچانا ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ شخص سامنے آگیا ہم نے رسول اللہ سے کہا حضور! یہی وہ شخص ہے حضرت نے فرمایا تم لوگ ایسے شخص کا ذکر مجھ سے کر رہے ہو جسکے چہرے پر شیطانی علامات ہیں وہ شخص قریب آکر کھڑا ہو گیا اور کسی اُس نے سلام نہیں کیا حضرت پیغمبر نے اُس شخص سے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتانا کیا تو نے مجمع میں کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا کہ لوگوں میں مجھ سے کوئی افضل یا بہتر نہیں اُس نے کہا ہاں کہا تھا پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور جا کر نماز پڑھنے لگا پیغمبر نے فرمایا کون ہے جو جا کر اس شخص کو قتل کر ڈالے۔ ابوبکر نے کہا میں جاتا ہوں اُنھوں نے جا کر دیکھا کہ وہ شخص نماز پڑھ رہا ہے اُنھوں نے کہا سبحان اللہ کیا میں ایسے شخص کو قتل کروں جو نماز پڑھتا ہے حالانکہ رسول اللہ نماز گزاروں کے قتل سے مانعت فرما چکے ہیں یہ کہہ کر واپس آئے رسول اللہ نے پوچھا کہو کیا کیا؟ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ

وہ نماز میں مشغول تھا مجھے گوارا نہ ہوا کہ اُسے قتل کروں جبکہ آپ نماز پڑھنے والوں کے قتل سے ممانعت فرما چکے ہیں پیغمبر خدا نے بھی فرمایا کہ کون ہے جو جا کر اسے قتل کر ڈالے عمر نے کہا میں جاتا ہوں یہ جب پہنچے تو دیکھا وہ سجسجہ میں ہے انھوں نے سوچا کہ ابو بکرؓ سے افضل ہیں جب انھوں نے قتل نہیں کیا تو میں کیسے قتل کروں یہ بھی واپس آئے رسول اللہؐ نے پوچھا کیا ہوا عمر نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے اُسے دیکھا کہ سجدہ میں ہے مجھے اس کا قتل گوارا نہ ہوا رسول اللہؐ نے بھی فرمایا کہ کون ہے جو اسے جا کر قتل کر لے حضرت علیؓ نے کہا میں جاتا ہوں پیغمبر نے فرمایا ہاں بشرطیکہ تم اُسے پا بھی سکو علیؓ جب پہنچے تو دیکھا کہ وہ شخص جا چکا ہے رسول اللہؐ کے پاس واپس آئے پیغمبر نے پوچھا کیا ہوا علیؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں جب پہنچا تو وہ جا چکا تھا رسول اللہؐ نے فرمایا اگر آج یہ شخص قتل کر دیا جاتا تو میری امت کے دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے نہ اول میں نہ آخر میں۔

اس واقعہ کے راوی موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے محمد بن کعب کہتے سنا کہ ذی النثریہ کو علیؓ نے قتل کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ذی النثریہ کا یہ واقعہ ہر ایک طریقوں سے مروی ہے محمد بن قدامہ نے اپنی کتاب الخوارج میں ان تمام طریقوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔

اور سب صحیح وہ روایت ہے جسے مسلم نے اپنے صحیح میں اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں محمد بن سیرین کے واسطے سے اُنھوں نے عبیدہ سے اور اُنھوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے اہل نہروان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ان میں ایک شخص ایسا ہے جسے ایک ہی ہاتھ ہے اگر تم لوگ انکا زہ نہ کرو تو ہم تمہیں بتا سکتے ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبرؐ کی زبانی اس شخص کے قتل کرنے والوں سے کیا وعدے کیے ہیں عبیدہ نے کہا کیا آپ نے خود سنا ہے فرمایا ہاں قسم ہے پروردگار کعبہ کی۔ راوی کا بیان ہے کہ:-

جب حضرت علیؓ اہل نہروان سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اس شخص کو تلاش کر دان لوگوں نے جا کر ڈھونڈھا پھر آکر کہا ہم نے اُسے نہیں پایا حضرتؐ نے تین مرتبہ انھیں بھیجا اور تینوں مرتبہ وہ لوگ واپس آئے حضرتؐ نے فرمایا قسم بخدا ہم نے جھوٹ کہا نہ ہم سے جھوٹ کر لیا آخر میں ان لوگوں نے سب لاشوں کے نیچے اُسے پایا جو کچھڑ میں دھنسا ہوا تھا راوی کہتا ہے ہم نے دیکھا وہ ایک حبشی ہے جس کا ایک ہاتھ مثل پستان کے ہے جس پر چند بال ہیں مثل دم بروج کے ابو داؤد نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ایسے واقعات کی تفصیل آپؐ کی تنقید بخاری حصہ دوم ص ۱۵۱ لغایت ص ۱۵۲ میں ملے گی جس سے معلوم ہوگا کہ ان صحابہ نے حضرت کے احکام کی کیسی تعمیل کی ہے کہ حضرت حکم صریح قتل کا دیتے ہیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں آدمی اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں اور قتل نہیں کرتے۔ اور مانعین زکوٰۃ کو بے تامل قتل کر ڈالتے ہیں حالانکہ

وہ سب نماز گزار تھے۔

رافع بن خدیج - بڑے پایہ کے صحابی ہیں ایک تیران کے گلے پر لگا تھا جس کا زخم بزمانہ عبد الملک کھل گیا اور ۲۷ سال انھوں نے انتقال کیا ابن عمر ان کے جنازہ میں گئے تھے لوگوں نے عصر کے بعد تک تاخیر کر دی تھی تو ابن عمر نے کہا اپنے صاحب پر نماز پڑھ لو قبل اسکے کہ آفتاب غروب کرے انکی اولاد مدینہ اور بغداد میں تھی زبرد خضاب لگایا کرتے اور مونچھیں مڑواتے تھے (ص ۱۲۱ اسد الغابہ ج ۳) مگر افسوس شرکت معرکہ کربلا سے یہ بھی محروم ہی ہے حضرت کی مدد نہ کی۔

ربیعہ بن امیہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے فقیہ تھے وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا شریعت پر مستقیم رہو کیا اچھی بات ہے اگر تم مستقیم رہو اور وضو کی حفاظت کرو اور تمھارے اعمال میں سے بہتر علی نماز ہے مرج راہط کے واقعہ میں مقتول ہوئے ۶۳ھ میں مروان بن حکم اور صخاک بن قیس فہری

کے درمیان سفر تھے (ص ۲۳۶ اسد الغابہ) کیا ایسے مقدس صحابہ پر امام حسین کی امداد نہ لازم تھی جو صحابہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے اور صحابہ انکو اپنا قاضی و مفتی مانتے۔ خاص شام میں رہتے تھے۔

ربیعہ بن کعب بن مالک - یہ اصحاب صفہ سے تھے رسول اللہ کے دروازے پر رہا کرتے تھے اور آپ کو وضو کے لئے پانی دیا کرتے تھے واقعہ حمرہ کے بعد ۶۳ھ میں وفات پائی (ص ۲۳۸) مگر امام حسین کی مدد نہ کی حالانکہ اہل حجاز سے ہیں۔

(۱۲۹) رافع بن عمر وقیل ہوا رافع بن ابی رافع اصحاب میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل میں ابو بکر کے ساتھ تھے رافع کہتے ہیں کہ ابو بکر ہمکو اپنے فرش پر سلاتے اور اپنا کپڑا اوڑھنے کو دیتے رافع ابو بکر سے کہا کچھ ایسی بات بتاؤ کہ ہم کو نفع دے ابو بکر نے کہا خدا کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور نماز پڑھو تصدق کرو اگر مال ہو اور دار کفر چھوڑ کر ہجرت کرو اور دو آدمیوں پر بھی حکومت نہ اختیار کرو۔ (ص ۱۸۸ ج ۲)

استیعاب میں ہے لہذا خبر فی صحبۃ ابی جعفر فی غزوہ ذات السلاسل (ص ۱۸۸) کہ اسکی ایک خبر ہے دربارہ صحبت ابو بکر بمقام ذات السلاسل اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ اسد الغابہ میں بھی ہے یہ واقعہ غزوہ السلاسل میں شریک تھے اور اس میں حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ ہے اور ان کا قصہ مشہور ہے (ص ۲۱۲ ج ۳)

مگر افسوس اصل روایت کو کسی نے نہ لکھا کہ ابو بکر سے ان سے وہ کونسی بات ہوئی جس کے تعلق کہا جاتا ہے کہ قصہ ان کا مشہور ہے اب اسکی اصلیت کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۵ میں ملاحظہ فرمائیے۔

رافع بن ابی رافع صحابی کا بیان ہے کہ جب ابو بکر کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تو ہم نے کیا یہ تو ہمارا وہی صاحب ہو جو حکم دیتا تھا کہ کبھی دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا اسی خیال سے ہم نے گھر سے سفر

سفر کیا اور وارہ مدینہ ہوئے ابو بکر سے ملاقات کر کے کہا ہم کو پہچانتے ہو کہا ہاں تب ہم نے کہا یہ بھی تم کو یاد ہے کہ ہم کو نصیحت کیا کرتے تھے دو آدمی پر بھی حکومت نہ کرنا پھر کیا ہو گیا کہ تم سارے امت کے حاکم بن بیٹھے۔ ابو بکر نے کہا حضرت انتقال کیا اور لوگ تازہ عہد تھے کفر کے ساتھ حضرت کی نبوت کو ۳۴ سال گزر چکے تھے اس پر بھی تازہ عہد تھے لہذا ہم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں مرتد نہ ہوں اور اختلاف نہ پیدا ہو اس لئے ہم اس میں داخل ہوئے حالانکہ کارہ تھے اور ہمیشہ ہمارے اصحاب سمجھاتے رہے ابو بکر اسی قسم کا عذر بیان کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انکا عذر قبول کیا۔

ہم کو ابو بکر کے کلام سے غرض نہیں کیونکہ دول اور پ جو کل تک اسلامی ممالک کے دست برد میں عذ کر رہے تھے اور ان کے وزراء جس قسم کی تقریریں کرتے تھے وہ سب کے پیش نظر ہیں پھر حضرت ابو بکر تو سب کے استاد تھے مگر کون کہے کہ تیس برس تک حضرت نبوت فرما چکے تھے اس پر بھی سب مسلمان تازہ عہد بکفر ہیں تو آپ کن سے قدیم الاسلام ہیں آپ کے تازہ عہد بکفر ہونے کے متعلق تو وہی حدیث صحیح بخاری کافی ہے جس میں آن حضرت آپ کی بیٹی عائشہ سے فرما رہے ہیں کہ اگر تیری قوم تازہ مسلمان نہ ہوتی جس میں کسی مسلمان کو عذر نہیں ہو سکتا کہ ابو بکر اس میں ضرور داخل ہیں پھر حدیث ازالۃ الخفا دیکھیے کہ حضرت نے بقسم شرعی فرمایا ابو بکر کے دل میں شرک کی چال چو نہی کی چال سے کبھی زیادہ مخفی ہے تو ان کا یہ خلیفہ بنا زیادہ کفر کی علامت ہے یا خوف کرنا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔

جس رسول نے تیس برس تک امت کی تعلیم کی اس کو اسکا خوف نہ ہوا کہ تمہارے بعد ہماری امت مرتد ہو جائے جس کے لئے آپ انتظام کر جاتے اور آپ کو خوف ہوا کہ خلیفہ بن بیٹھے حالانکہ ہزار بار آیات اہلسنت موجود ہیں جنہیں ذکر ہو کہ حضرت نے اس کا اسی روز انتظام کیا تھا جس روز اپنی نبوت کا اعلان فرمایا پھر کیا مہل عذر ہے کہ ہم نے لوگوں کے کہنے سے قبول کر لیا۔

ہماری غرض اس تذکرہ سے صرف اس قدر ہے کہ معلوم ہو جن علماء نے حالات صحابہ میں لکھی ہیں انھوں نے کس درجہ بددیانتی سے کام لیا ہے۔

(۱۳) رافع مولیٰ انس بنی سعید بن عاص (بنی امیہ کا ایک غلام تھا جس کو اُس کے اولاد نے آزاد کیا مگر ایک شخص نے اپنا حصہ رسول اللہ کو پہنچا دیا اور حضرت نے آزاد کر دیا اس وجہ سے وہ مولیٰ (آزاد کردہ) رسول کہلاتا مشہور کے قریب عمر بن سعید اشقر جو اسی سعید بن عاص کے خاندان سے تھا خلیفہ بناد جو آخر کو لعنہ الملک مارا گیا تو اُس رافع کو بلا کر پوچھا تو کس کا غلام ہے اُس نے کہا آزاد کردہ رسول ہیں عمر بن سعید نے سو کوڑے مارے پھر وہ بارہ پوچھا تو اُس نے وہی جواب دیا پھر سو کوڑے مارے گئے سہ بارہ جب سوال کیا تو جواب دیا میں تیرا غلام ہوں۔ (اصابہ ج ۲ ص ۱۹۱)

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اُس نے بھی جناب امام حسین کی مدد نہ کی حالانکہ ۲۰ x ۲۲ برس

تک اُس کے بعد زندہ رہا وہاں بنی امیہ کی اسلامی حالت بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ کی طرف سے بھی انکو آگاہ تھی و پھر ترقی کی اجازت معلوم ہوئی کہ مائے خوف کے اس نسبت کو چھوڑ دیا اور غلامی عمر بن سعید اشقی کو قبول کیا۔

(۱۳۱) رافع مولیٰ عائشہ غلام حضرت عائشہ راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا عادی ۲ اللہ من عادی علیا (۱۳۱-۱۳۲) خدا اسکو دشمن رکھے جو جناب امیر سے عداوت کرے۔ مگر انیس اس نے بھی جناب امام حسین کی نصرت نہ کی۔

(۱۳۲) ربیع بن معترف۔ اس سے عبدالرحمان بن عوف نے فرمائش کی کچھ گاؤں تو اُس نے کہا عمر میں کہا جب وہ منع کریں تو چھوڑ دینا اُس نے گنا شروع کیا عمر نے پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا عبد الرحمن کی فرمائش ہے عمر نے اُن سے پوچھا تو کہا اس سے راہ کٹتی ہے عمر نے کہا اگر ایسا کرتے ہو تو ضرار بن خطاب کے انشا کا کر دو۔ (۱۳۲-۱۳۳) اصحابہ

دیکھئے عبدالرحمان بن عوف کے خیال سے گانا حلال کر دیا گیا اور اُس پر فرمائش بھی کی گئی۔ (۱۳۳) ربیع بن زیاد۔ یہ مخصوصین حضرت عمر سے تھے زیاد کی طرف سے حاکم خراسان تھے (۱۳۳-۱۳۴) اصحابہ مگر نصرت امام حسین سے محروم رہے۔

(۱۳۴) ربیعہ بن عباد۔ یہ بھی بڑے پایہ کے صحابی ہیں ولید بن عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہے۔ (۱۳۴-۱۳۵) اصحابہ

مگر نصرت امام حسین نہ کی۔

(۱۳۵) ربیعہ حرسی۔ یہ بڑے بزرگ صحابی ہیں زمانہ معاویہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے ضحاک بن قیس کے ساتھ واقعہ مرج راحط میں مائے گئے۔ (۱۳۵-۱۳۶) اصحابہ مگر امام حسین کی نصرت نہ کی اور ضحاک بن قیس کے ساتھ جان دیا۔

(۱۳۶) ربیعہ بن کعب بن مالک۔ یہ اصحاب صفہ سے تھے حضرت کے در دولت پر حاضر رہا کرتے بعد وفات رسول اللہ دین سے ایک منزل پر جا کر قیام کیا ۶۳ھ زمانہ ہجرت تک زندہ رہے مگر نصرت امام نہ کی (۱۳۶-۱۳۷) اصحابہ

(۱۳۷) ربیعہ بن یزید اسلمی۔ بخاری نے اسکو صحابی لکھا ہے مگر ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

کان من النواصب لیثم علیاً قال ابو حاتم لا یروی عنہ ولا کرامتہ ومن ذکرہ فی الصحابۃ فلم یصنع شیئاً انتہی وقد استدرکہ ابن فحون و ابو حلی العسائی و ابن مسعود علی ابو عمر اعتماداً علی قول البخاری۔ (۱۳۷-۱۳۸)

ابو حاتم نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابن عبد البر نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابن مسعود نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابن فحون نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابو حلی العسائی نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابن مسعود نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور ابو عمر نے اسکو صحابی نہ لکھا ہے اور اعتماداً علی قول البخاری۔ (۱۳۷-۱۳۸)

نہیں ہے کہ اس سے روایت کی جائے جس نے اسکو صحابہ میں لکھا ہے اُس نے بے کار کام کیا۔
 مگر ابن فتحون ابو علی علی ابن معوز کلام عبد البر کورد کرتے ہیں کیونکہ بخاری نے اُس کو صحابی لکھا ہے۔
 مگر حق یہ ہے کہ ابن عبد البر صاحب کا اس وجہ سے اعتراض کہ وہ ناصبی تھا جناب امیرؓ کو گالیاں
 دیا کرتا تھا خود تعجب خیز ہے کیونکہ صد ہا صحابہ دشمن جناب امیرؓ تھے اور وہ صحابی کہے جاتے ہیں
 پھر ربیعہ نے کیا تصور کیا جو وہ صحابیت سے خارج کیا جاتا ہے
 (۱۳۸) رخصہ بن خزمیہ انصاری بن خفاف یہ اور ان کے بیٹے اریاسب صحابی ہیں اس پر
 ابن حجر لکھتے ہیں:-

اس حساب سے موسیٰ بن عقبہ کا یہ قول کہ ایک خانہ ان میں چار آدمی کا صحابی ہونا مختص ہے
 خانہ ان ابو بکر سے رد ہو جاتا ہے۔ (اصابہ ص ۲۵)

ہوا خواہ ان خلفا نے کیا کیا فضیلتیں خلفاء کے لئے گر گئی ہیں جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
 ایک خانہ ان میں چار آدمی کا صحابی ہونا مخصوص ہے ابو بکر سے حالانکہ ابن حجر نے علاوہ رخصہ کے
 اور بھی دو تین خانہ ان کا نام لکھا ہے کہ وہ سب بھی صحابی تھے ابن اسامہ بن زید بن حارثہ دوسرے
 ابن سلمہ بن عمرو بن الاکوع۔

(۱۳۹) رفاعہ بن رافع۔ انصاری بہت اعلیٰ درجہ کے صحابی ہیں بدر۔ احد۔ خندق
 بیعت الرضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ کے شریک تھے اسد الغابہ میں ہے ص ۳۲
 رفاعہ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ کے ہمراہ تھے اور جنگ صفین میں بھی شعبی نے کہا ہے کہ
 جب طلحہ وزبیر بصرہ کی طرف گئے تو ام الفضل بنت حارث یعنی زوجہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ
 عنہم نے حضرت علیؓ کو انکی خبر لکھ کے بھیجی حضرت علیؓ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے لوگوں نے غلام
 پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور انہوں نے مجھ سے بغیر جبر کے بیعت کی اور طلحہ وزبیر نے بھی بیعت کی
 اب وہ لشکر کے عراق کی طرف گئے پس حضرت علی مرتضیٰ سے مخاطب ہو کر (رفاعہ بن رافع زرتی نے
 کہا کہ جب اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا تو ہم سمجھے تھے کہ ہم لوگ (یعنی انصار)
 اس امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور ہمارا مرتبہ
 دین میں بڑا تھا مگر تم نے (اے ہاجرین) کہا کہ ہم ہاجرین ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے دوست اور عزیز ہیں ہم تمہیں اللہ کی یاد دلاتے ہیں کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی
 میں ہم سے عزائمت نہ کرو پس معاملہ خلافت ہم نے تمہارے لئے چھوڑ دیا اور تم اس سے خوفناک ہو
 اور اسکی وجہ کچھ اور نہ تھی سوائے اس کے کہ ہم نے دیکھا حق پر عمل ہو رہا ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کیجاتی
 ہے اور سنت رسول قائم ہے تو ہم راضی ہو گئے اور ہم کو اس کے سوا اور کیا چاہیئے تھا اب ہم نے آپ کے

بیعت کی اور ہم نے رجوع نہیں کیا اب آپ سے اُن لوگوں نے مخالفت کی ہے جن سے آپ بہتر ہیں اور نسبت اُن کے زیادہ پسندیدہ پس آپ ہیں اپنے حکم سے مطلق فرمائیے اسی اثنا میں حجاج بن غریہ انصار آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین اس معاملہ کا تدارک اس سے پہلے کرنا چاہیئے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے میری جان کو کبھی چین نہ نصیب ہوا اگر میں موت کا خوف کروں اے گروہ انصار امیر المومنین کی بھی مدد کرو جس طرح تم نے رسول خدا صلعم کی مدد کی تھی واللہ آخر کو اول سے نسبت ہوتی ہے ہاں مگر اول بہت افضل تھے۔ ان کا تذکرہ تینوں نے لکھا ہے۔

اس قصہ کو اسد الغابہ میں بہت اختصار سے اسی قدر لکھا ہے حالانکہ یہ بہت عظیم الشان قصہ ہے لہذا کتاب استیعاب لکھتے ہیں تاکہ ناظرین کو پورا فائدہ ہو ملاحظہ ہو۔ (ص ۱۸۲ ج ۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن) شعبی سے روایت ہے کہ:-

جب طلحہ و زبیر نے خروج کیا تو ام الفضل بنت حارث نے امیر المومنین کو اسکی اطلاع دی امیر المومنین فرمایا طلحہ و زبیر بڑی حیرت سے جب حضرت سالت اپنے رحلت فرمائی تو پہنچے کہا کہ ہم حضرت ع کے گھروالے اور آپ کے وارث ہیں پیغمبر کی حکومت کے بارے میں ہم سے کوئی نزاع نہ کرے گا مگر ہماری قوم دالموں نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے غیر کو حاکم بنا لیا قسم بخدا اگر مسلمانوں میں پھوٹ پرجائے کفر کے دوبارہ پلٹ آئے اور دین خدا کے مٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً ہم اس منصوبہ کو اکٹٹ دیتے مگر ہم نے سختیوں پر صبر کیا پھر خدا کا شکر ہم نے کوئی برائی نہیں دیکھی پھر لوگ عثمان پر ٹوٹ پڑے اور انھیں قتل کر ڈالا اسکے بعد لوگوں نے میری بیعت کی کسی کو بھی ہم نے بیعت پر مجبور نہیں کیا طلحہ و زبیر نے بھی میری بیعت کی مگر بیعت کر کے ایک مہینہ بھی صبر سے نہ بیٹھے کہ بیعت توڑ کر عراق چل کھڑے ہوئے خداوند اتوا ان سے مواخذہ کرنا کہ انھوں نے مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالا۔

رفاع بن رافع زرقی نے عرض کیا جب حضرت رسول خدا نے دنیا سے انتقال کیا تو ہمیں خیال ہوا کہ ہم اس حکومت کے زیادہ سزاوار ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کی مدد کی تھی اور دین میں ہمارا مرتبہ بہت بڑا ہے تم لوگوں نے کہا کہ ہم مہاجرین اولین ہیں رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں ہم تمھیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ تم پیغمبر کی جانشینی کے لئے ہم سے نزاع نہ کرنا ہم نے حکومت کو تمھارے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اور نزاع ترک کر دی ہم تو صرف اس قدر دیکھ رہے تھے کہ حق کے مطابق عمل ہو رہا ہے کتاب خدا کی پیروی کی جا رہی ہے اور سنت رسول قائم ہے اسکے سوا ہمیں کچھ اور درکار نہ تھا یہی ہم چاہتے بھی تھے جب دیکھا کہ اب خاندان پرستی کی جلنے لگی ہے تو ہم محض خوشنودی خدا کے لئے مخالف ہو گئے۔ (اشارہ ہے قتل عثمان کی طرف) پھر ہم نے آپ کی بیعت کی اور خدا کے فضل و کرم سے خسارہ میں نہیں رہے اب آپ کی مخالفت وہ لوگ کر رہے ہیں جن سے ہم آپ کو افضل جانتے ہیں اور سب سے

سمجھتے ہیں لہذا جو حکم دیکھیے ہم اسکی تعمیل کو حاضر ہیں۔

حجاج بن غزیہ انصاری آئے اور انھوں نے کہا امیر المومنین قبل اسکے کہ موقع ہاتھ سے نکلے جلد خبر لیں یہ نصرت پہلی نصرت کے مشابہ ہے مگر یہ کہ پہلی نصرت رسول اللہ کی افضل تھی۔
صالح بن کیسان شعبی اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے جنگ جمل کو روانہ ہوتے وقت تقریر فرماتے ہوئے کہا۔

”خدا نے جہاد کو مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اسکو اپنی نصرت اور جہاد کرنے والے کو اپنے ناصر کا خطاب دیا ہے دین و دنیا بغیر اس جہاد کے استوار نہیں ہو سکتی۔ ہم چار شخصوں میں مبتلا ہوئے ایک طلحہ جو بہت ہی چالاک اور سخاوت کرنے والے ہیں دوسرے زبیر جو شجاع ترین خلافت میں تیسرے عاکشہ جن کی سب سے زیادہ اطاعت کی جاتی ہے چوتھے علی بن امیہ جو سب سے زیادہ فتنہ کی طرف دوڑنے والا ہے خدا کی قسم وہ نہ ہمارے کسی فعل پر ناراض ہوئے نہ ہم نے کوئی مال ہتھیایا نہ اپنی خواہش سے کوئی کام کیا یہ لوگ مجھ سے وہ حق طلب کر رہے ہیں جسکو خود انھوں نے پورا نہیں کیا اور اس خون کا قصاص لینا چاہتے ہیں جسے خود انھیں نے بہایا ہے اب اگر میں اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی ایک ترک ہو میں میں نہیں تو پھر اسکی سزا بھی صرف انھیں کو بھگتنا چاہیے۔
نور عثمان کا جو کچھ الزام ہو انھیں پر ہے اور وہی فتنہ باغیہ میں انھوں نے خود پہلا ہی بیعت کی اور پھر بیعت توڑ ڈالی انھوں نے اتنا بھی صبر نہ کیا کہ دیکھتے ہم عدل کرتے ہیں یا جور۔ اور ہم راضی ہیں حجت خدا پر ان پر تمام ہوئی اور علم خدا پر جو ان کے پاس ہے ہم ان سب باتوں کے باوجود انھیں پھر بلاتے ہیں اور عذر خواہ ہیں اگر قبول کریں تو تو یہ قبول ہوتی ہے اور حق زیادہ سزاوار ہے نسبت اسکے جسکی طرف وہ گئے ہیں اور وہ انکار کریں گے تو ہم بھی تلوار کی باڑھ کا انکے بارہیں جاری کریں گے جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہے۔ قسم خدا کی طلحہ و زبیر اور عاکشہ خوب جانتے ہیں ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر۔“ (ترجمہ استیعاب ج ۱ ص ۱۵۱)

”عقب استیعاب کی اس روایت کو دیکھیے اور اس روایت کو جو اسد الغابہ میں درج ہے تو معلوم ہو کس درجہ کتمان حق کی کوشش کی گئی ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے تو اور بھی کمال کیا مطلقاً اس واقعہ کو لکھا ہی نہیں بلکہ صرف اتنا لکھا ہے۔“

”خضر ابن صرد نے اپنے اسناد سے عبد اللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ معرکہ صفین میں شریک ہوئے اور ابو عمر صاحب استیعاب نے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جنگ جمل میں بھی شریک ہوئے تھے ابن نافع کا بیان ہے کہ ان کا انتقال ۳۵ھ یا

فرمائیے یہ کس قسم کی دیانت داری ہے۔

(۱۳۹) روح بن زنباع جذامی ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کیا گیا مگر امام مسلم بن حجاج (امام مسلم) نے الاسماء والکنی میں لکھا ہے کہ ابو زرعہ یعنی روح بن زنباع جذامی صحابی ہیں۔ یہ روح عبد الملک بن مروان بادشاہ شام کے یہاں بہت مقرب تھے عبد الملک کہتے تھے کہ روح میں اہل شام کی عبادت اور اہل عراق کی عقلندی اور اہل حجاز کی فقہ جمع ہو اس لئے ان کا یہ حال اصابہ میں ہے و مائت سنہ اربع و ثمانین ۸۴۰ھ کے ۸۴۱ھ میں انکی وفات ہوئی۔ مگر انیسویں نصرت امام حسین نہ کی بلکہ یہ مخالفین جناب ہی سے گھر گھر کہ جنگ صفین میں یہ معاویہ کے ساتھ تھے۔

ہاں ایک واقعہ ان کا کتاب حیات اچھوان علامہ دمیری شافعی میں قابل دید ہے (صفحہ ۵۵)

بخیال انحصار صرف ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔
امام کسائی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ عباسی ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنے ایوان خلافت میں بیٹھے تھے اور سامنے اُن کے بہت سا مال بڑا ہوا تھا جس کو وہ اپنے خدام اور ارکان سلطنت میں تقسیم کر رہے تھے ہارون رشید کے ہاتھ میں ایک چمکیلا درہم تھا جس کی کتابت چمک رہی تھی اور بار بار بنظر غور و تأمل دیکھ رہے تھے گویا کوئی خاص بات اس کی باعث تھی۔

ہارون رشید کی عادت تھی کہ اکثر مجھ سے (امام کسائی سے) ادھر ادھر کی حکایتیں بیان کیا کرتے پوچھا کہ جانتے ہو کس نے سب سے پہلے اس سکہ کو طلا و فقرہ میں جاری کیا۔
امام کسائی عبد الملک بن مروان نے اسکو جاری کیا۔
ہارون رشید۔ اس کا سبب کیا ہوا کیوں اسکی ایجاد ہوئی؟
امام کسائی۔ مجھے تو اور کچھ نہیں معلوم صرف اس قدر جانتا ہوں کہ عبد الملک نے جاری کیا۔

ہارون رشید۔ یہ فعل خالی از علت نہیں ہے اسکی ایک وجہ ہے جلو میں بیان کرتا ہوں اصل یہ ہے کہ سابق زمانہ میں کاغذ جتنا ہوتا وہ سب رویوں کے کارخانہ سے آتا تھا اور اہل مصر نہ کہ نصرانی تھے قیصر روم کے مذہب پر اس لئے (طراز) مار کہ ان سب کاغذوں کا اس لئے ان سے ہوتا ہے اب روح عبد الملک کے خلافت تک یہی مار کہ رومی جاری رہا چونکہ یہ معرکہ زبان رومی میں تھا اور طراز میں دسلیے کسی خبر نہ ہوئی نہ کسی نے اس کی

مترجم ہے کہ اس کا عربی میں ترجمہ کر دے اس نے بیان کیا کہ اقامتِ ثلاثہ۔ اب۔ ابن۔ روح کے نام کا مارکہ بنایا گیا ہے اس پر عبد الملک نے کہا یہ ز اسلامی قواعد کے بالکل خلاف ہے کہ اس قسم کا مارکہ ملکِ اسلامی میں جاری ہو حالانکہ یہ کاغذ سب ممالک بعیدہ میں جاتے ہیں موقوف ہونا چاہیے یہ مارکہ عیسائیوں کا صرف کاغذ ہی پر نہیں ہوتا تھا بلکہ طرف و غیرہ بھی جو مصر میں بنتے یا پردے وغیرہ بنائے جاتے یا کسی قسم کا کپڑا دیاں تیار ہوتا ان سب پر بھی مارکہ رہتا اور وہی تمام ممالک اسلامی میں رواج پاتا کیونکہ یہ کل صنعتیں رومیوں سے متعلق تھیں لہذا عبد الملک نے اپنے کھائی عبد العزیز بن مروان کے نام جو مصر کا معجب عبد الملک گورنر تھا اس مضمون کا حکمنامہ بھیجا کہ اس عیسائی مارکہ کو موقوف کرے کاغذ یا پردہ یا اور جو کپڑہ وغیرہ دیاں تیار ہوں ان سب سے یہ مارکہ موقوف کر دیا جائے اور اس حکم کی منادی کر دو کہ جو اسکی مخالفت کرے گا وہ مستحقِ تعزیر ہوگا اور کاغذ کے کارخانہ داروں کو ہدایت کی جائے کہ وہ اس مضمون کا مارکہ تیار کریں شہد اللہ انھما لا اله الاہو چنانچہ یہ مارکہ اس وقت سے آج تک تمامی ممالک اسلامی میں جاری ہے اس مضمون کے فرمان شاہی تمام ممالک مقبوضہ میں جاری ہوئے کہ جو کاغذ رومی نشان کے ملک میں جاری ہیں ان سب کو منسوخ کر کے نئے نشان کے کاغذوں کو رواج دیں اور جو مخالفت کرے گا وہ مستوجبِ تعزیر ہوگا۔

جب اس نئے نشان کے کاغذوں نے رواج پایا تب تک تو حید ثبت تھا تاہلِ روم کو بھی اس واقعہ سے اطلاع ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ خبر قیصرِ روم کو بھی پہنچی جس سے وہ نہایت درجہِ طیش میں آیا اور ایک دو تارہ خط بنام عبد الملک لکھا کہ تمہارے قبل جتنے خلفاء گذرے ہیں ان سب سے اسی مارکہ کو جائز رکھا تھا کسی نے کچھ اعتراض کیا وہ تبدیلی کا قصد کیا یہاں تک کہ تمہاری خلافت کا زمانہ آیا اب اسکا اقرار کرو کہ تم برسرِ خطا ہو اور خلفاءِ سابق سب برسرِ صواب تھے یا وہ سب غلطی تھے اور تم برسرِ صواب ہو ان دونوں باتوں سے ایک بات کا اقرار کرنا تم پر لازم ہوگا دیکھو میں تمہاری شان کے موافق تحفہ دہا یا روانہ کرتا ہوں جس کے آگے میں مجھے اُمید ہے کہ تم قبول کر لو گے اور میری حاجت بر لاؤ گے کہ پرنے مارکہ کے اجرائی اجازت دو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

عبد الملک نے سفیر کو مع ہدایا واپس کیا اور خط کا کچھ جواب نہ لکھا تا کہ معلوم ہو یہ عرض قابلِ قبول نہیں۔

قیصر نے دوبارہ سفیر روانہ کیا اور تحفہ کے مقدار کو المضاعف دو تا م کیا اور اس مضمون کا خط لکھا کہ معلوم ہو تا ہے کہ تم نے میرے ہدیہ کو کم مقدار سمجھا لہذا المضاعف کر کے اُسی مطلب کا خواستگار ہوں۔

عبدالملک نے اس دفعہ بھی کچھ جواب نہ دیا اور سفیر کو مع ستائش واپس کیا۔

تب تیسری دفعہ قیصر نے یہ تہدید آمیز خط لکھا کہ تم میرے خط کا کوئی جواب نہ دیا اور میرا یہ قبول کیا نہ میری حاجت براری کی پہلے تو مجھے گمان تھا کہ تم نے مقدار ہدیہ کو کم تصور کیا ہے لہذا دوبارہ اُسکی افزائش کی۔ اور پھر سہ بارہ میں نے اُس کی مقدار بڑھائی۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ تم میری توہین چاہتے ہو نہ جواب خط دیتے ہو نہ میرے ہدایا کو قبول کرتے ہو اب میں مسیح کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے رومی سکے کے رواج کا حکم نہ دیا۔ اور اپنے اس مارکہ توحید کو بند نہ کیا تو میں بھی درہم و دینار کے بارے میں حکم جاری کروں گا کہ تمہارے رسول اللہ پر گالیاں کھلے لفظوں میں نقش کئے جائیں جو تمہارا تمامی ملک میں رواج پائے گا۔ کیونکہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اسلامی ملک کا کوئی سکہ نہیں جو نقش ہمارے ملک میں سکون پہنچاتا ہے سکہ تمہارے ملک میں جاری رہتا ہے اس خط کو پڑھ کر اپنی پشانی کا پسینہ پونچھ ڈالو۔ اور میرا یہ قبول کر کے بدستور سابق قدیم مارکہ کے رواج کا حکم دو جس سے ہماری اور آپکی محبت سابقہ بحال و قائم و برقرار رہے۔

قیصر روم کا یہ خط جو وقت پہنچا۔ عبدالملک پر اُس نے ایسا گہرا اثر ڈالا کہ دنیا اُس کی نگاہوں میں تاریک ہو گئی کوئی بات نہیں بنتی تھی سوچتا ہے کہ میں کیسا شامقی پیدا ہوا جس کے بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر علی العموم گالیاں رواج پائیں گی۔ اس عباسی بادشاہ نے اگر اپنا قول پورا کیا تو ہمیشہ کو یہ الزام مجھ پر رہ جائے گا جس کا کوئی دفعیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ تمامی ممالک اسلامی کے معاملات انھیں درہم و دینار سے ہوتے ہیں جو ملک روم میں ڈھلتے ہیں اور ہم کوئی جواب اس کا نہیں رکھتے۔

عبدالملک کے اس تردد و انتشار نے یہاں تک ترقی کی کہ جتنے علماء و فضلاء و صحابہ و تابعین اہل اسلام سے وہاں موجود تھے سب کو جمع کیا اور اس بارے میں کمیٹی کی کہ کوئی تدبیر اختیار کی جائے جو یہ بلا دفع ہو اور پھر اپنی بات بھی رہ جائے؟

یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ معولی عقل والے انسان اُس کو طے کر لیتے۔ سب خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ دے سکے۔ تب

وزیر اعظم روح بن زنباع نے نہایت آزادی اور جرأت سے کہا کہ اگر خوب جانتا ہے اس شخص کو جسکی بدولت اس شخص سے نجات پاسکتا ہے مگر علم اسکو ترک کرتا ہے۔
”عبدالملک اوائے ہو تجھ پر وہ کون شخص ہے“

روح بن زنباع تجھے لازم ہے کہ رجوع کرے حضرت امام محمد باقرؑ کی طرف جو اہلبیت نبیؑ سے ہیں کہ صرف انھیں سے یہ معما حل ہو سکتا ہے۔

عبدالملک اسچ کہا تو نے مگر میری رائے اُن کے بائے میں متزلزل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے جانتا تھا مگر متاثر تھا، اس کے بعد گورنر مدینہ کے نام خط لکھا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو بہ تعظیم و احترام میرے پاس روانہ کرو اور اُن کے زادراہ و اخراجات کے لئے ضروری سامان فراہم کرو۔ اور روانگی میں سختی نہ کرنا بلکہ ہلاطفت و نرمی روانہ کرنا کہ جس کو چاہیں اپنے ہمراہ لائیں۔

عبدالملک نے یہ خط مدینہ روانہ کیا اور فقیر قیصر روم کو اُس وقت تک اپنا مہمان رکھا کہ حضرت تشریف لائے۔ جب جناب امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے تو عبدالملک نے یہ سارا ماجرا عرض کیا۔ امام نے فرمایا یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس میں تو اس قدر پریشان ہو کیونکہ اولاً خود خداوند عالم محافظ ہے جو قیصر روم کے ارادہ کو کبھی اس بائے میں کامیاب نہ ہونے دے گا کہ رسول اللہ پرست و شتم جاری ہونے پائے۔

ثانیاً تو مجبور بھی نہیں ہے بجز بی اسکی تدبیر کر سکتا ہے۔

عبدالملک میں کیا کر سکتا ہوں؟

امام علیہ السلام! تو اسی وقت کاریگر دس کو بلو اگر درہم و دینار کا اسلامی سکہ ڈھلا سکتا ہے ایک طرف کلمہ توحید ثبت کر لے اور دوسری طرف اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اُس کے حلقہ میں نام شہر اور سنہ ضرب ثبت کر دو کہ یہی اسلامی سکہ رواج پائے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اوزان بتائے کہ ہر سکہ درہم کے اس وقت جاری ہیں ایک نعلی جو ۱۰ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔ دوسرے سمری خفات جو ۲ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔ او تیسرا ۵ مثقال کا دس یہ کل ۱۰ مثقال ہوتے۔ اسکو پیر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم ۲ مثقال ہوا۔ اسی سات مثقال کے دس درہم بنولے اور اسی ۲ مثقال کی قیمت کے سونے کے دینار بننا جس کا غور وہ دس درہم ہو۔

سکہ درہم کا نقش چونکہ فارسی میں تھا اس لئے فارسی ہی میں اس کا بھی نقش رہنے دیا اور دینار کا سکہ رومی حروف میں۔ کیونکہ اسی انداز کے سکہ کی چلن ساری تھی۔ اور ڈھلنے کا سکہ کا سچ کا بنوایا تاکہ زیادتی و نقصان سے محفوظ رہے۔

امام علیہ السلام نے یہ سب تعلیم و تکرار ارشاد فرمایا کہ اس اسلامی سکہ کو تمامی بلاد اسلامیہ میں جاری کر دے اور اس مضمون کے فرمان کا اعلان کر کہ ہر شخص اس نئے سکہ کو استعمال کرے اور بصورت خلاف ورزی وہ مستحق سزا ہو گا کہ اس ذریعہ سے رومی سکہ کا استعمال موقوف

ہو جائے اور یہی اسلامی سکہ ہر جگہ رواج پائے گا۔

عبدالملک نے جناب امام علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اسلامی سکہ بنوایا۔ اور ہر جگہ اس
مضمون کا فرمان بھیج دیا کہ جو اس سکہ کے خلاف دوسرے سکہ کو صرف میں لائے گا وہ واجب القتل ہوگا۔
تب سفیر قیصر روم کو نصت دی اور وہی جواب جو امام علیہ السلام نے فرمایا تھا اُس سفیر سے
کہا کہ جا کر قیصر روم سے کہہ دینا کہ جس بات کی تو نے دھمکی دی ہے اُس کو کر ڈالے کہ خدا کبھی نہ اسکو
چلنے دیگا۔ میں نے تیرے سکہ کو اپنے ممالک مقبوضہ میں باطل کر دیا ہے اور اس مضمون کا فرمان
جاری کیا ہے کہ جو شخص سکہ رومی کو یا رومی مار کر کسی اشیاء کو استعمال میں لائے گا وہ واجب القتل ہوگا
قیصر روم کے پاس جب یہ جواب پہنچا تو وہ دم بخود ہو کر خاموش ہو گیا۔ لوگوں نے اُس سے کہا
کہ جو دھمکی تو نے بادشاہ عرب کو دی تھی (دشنام دہی رسول اللہ کی) اب کیوں نہیں اُسکا اجرا کرتا؟
تو قیصر نے جواب دیا کہ جس وقت میں نے دھمکی دی تھی اُس وقت البتہ میں اس پر قادر تھا
اب تو مجبور ہوں کیونکہ اہل اسلام اس سکہ سے لین دین نہ کریں گے۔ تو پھر اس قسم کے سکہ سے کیا نفع ہوگا۔
امام علیہ السلام نے جبکی خبر دی تھی کہ قیصر اس امر کی اشاعت پر قادر نہیں ہوگا اس کی
تصدیق بخوبی ظاہر ہوئی۔ یہ حکایت بیان کر کے ہارون رشید نے وہ درہم جو ہاتھ میں لیے تھا
پھینک دیا۔

افسوس کہ باوصف عرفان حق دنیا کی محبت ایسی غالب تھی کہ محبت خاندان رسالت کو چھوڑ
کر یہ خلفائے بنی امیہ کے رازدار اور طرفدار تھے جس کا نتیجہ یہ ملا کہ ولید نے خود عبدالملک کے سامنے
اکر ایہ شخص چھوٹ بولتا ہے۔ (ص ۲۶۲)

تو کیا ایسے ہی چھوٹے صحابی پر اہلسنت کو ناز ہے۔

(۱۳۹) ربیعہ بن زرارہ عتکی۔ یہ نصیرہ میں رہتے تھے ایک سو بیس برس زندہ رہے زمانہ
حجاج میں وفات ہے (ص ۲۲۱ اصابہ جلد ۲)
مگر افسوس نصرت امام حسین نہ کی۔

(۱۴۰) رفیع بن نهران ابو العالیہ۔ زمانہ رسول میں پیدا ہوئے اصحابی ہوئے) ابو بکر و عمر کے
پیچھے آکر نماز پڑھا بہت بڑے تابعی ہیں روحانۃ اہلسنت میں داخل ہیں مگر امام شافعی ان کی روایت کو ریاچ
کہتے ہیں ۹۳ یا ۹۴ یا ۹۵ میں وفات ہے۔ (اصابہ ص ۲۲۱)
مگر نصرت امام حسین میں انھوں نے بھی ایک قدم نہ بڑھایا۔

(۱۴۱) ربیعہ بن امیہ۔ بن خلف بن دہب قرشی ہے حجة الوداع میں شریک تھا۔ حضرت نے
اُس کو بھی ایک جگہ کی حکومت دی تھی اُس نے خواب دیکھا تھا کہ ہم زمین شاداب سے نکل کر ایک غیر آباد

زمین میں چلے گئے ہیں جس ابو بکر سے بیان کیا اور کہا

ورایتک فی جامعۃ من حدید

اور میں نے آپ کو دیکھا کہ نعل و زنجیر میں

میں گرفتار ہیں حشر تک۔

عند سریر الحشر۔ (ص ۲۲۲ اصاہ)

جسکی ابو بکر نے یہ تعبیر دی کہ تو اسلام سے نکل کر کافر ہو جائے گا اور جس دین میں ہم ہیں یہ اشد الاشیا ہے حشر تک مگر افسوس ایسی تعبیر دی جو خلافت واقع ہے کیونکہ یہ خواب خلافت کے متعلق تھا جس میں وہ قیامت تک مبتلا رہے مگر استیعاب میں یہ کہ یہ تعبیر عمر نے دی تھی۔

یہی ربیعہ بن امیہ کے جرات کو شراب پی رہا تھا تو عمر طرہی لگا کر اسکے مکان پر چڑھ گئے اور اُس نے جواب دیا کہ ہم نے اگر ایک خطا کی تو تو نے تین کہ سیر طرہی لگا کر ہمارے گھر میں داخل ہوا اور تجسّس کیا اور بغیر سلام داخل ہوا حالانکہ خدا نے منع کیا ہے۔

اس ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے متہ کیا تھا جو حاملہ ہوئی اُس کے بعد عمر نے متہ سے منع کیا۔

عمر نے ربیعہ بن امیہ پر حد شراب خر نہیں جاری کیا بلکہ مدینہ سے نکل کر حکم دیا کہ خیبر میں رہا کرے وہاں سے نکل کر ہر قل شاہ روم کے پاس چلا گیا جس کے بعد عمر نے کہا اب میں کسی جرم کو جلا وطن نہ کروں گا۔ (ص ۲۲۴ اصاہ جلد ۱)

۱۴۲ رویشد ثقفی۔ صحابی ہیں ان کے مکان میں شراب کی بھٹی تھی جہاں شراب فروخت

ہوا کرتی عمر نے اس مکان کو جلا وطن کیا کیونکہ اسی مکان میں یہ بھی رہتا تھا جو محلہ بنی عدی خاندان عمر تھا۔

(ص ۲۱۴ اصاہ)

۱۴۳ ربیعہ بن عبد اللہ بن ہدیہ بھی بقول ابن حبان صحابی ہے کان من خیار الناس

تعریف میں کہا جاتا ہے خیار الناس سے تھا۔ مگر افسوس اس نے بھی امام حسینؑ کی نصرت نہ کی ۹۳ھ میں وفات کی (ص ۲۱۱ اصاہ جلد ۲)

۱۴۴ ربیع بن خراس کہ بعض لوگ تابعی جلیل لکھتے ہیں خثیمہ نے فضائل اصحابہ میں اُن کا ذکر لکھا ہے۔

بہت اچھا آدمی تھا کبھی جھوٹ

قال العجلی تابعی ثقة من خیار

نہ بولا۔

الناس لم یکذب قط۔

کوفہ میں رہتا تھا حضرت نے اُس کے باپ کو خط لکھا اُس نے اُس خط کو چاک کر ڈالا اس سے معلوم ہوا کہ ربیع بن خثیمہ خلیفہ کے زمانہ میں صاحب ہوش و حواس تھا سنہ ۹۳ھ میں وفات ہوا۔ (ص ۲۱۱ اصاہ جلد ۲)

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ دستکش رہا اور کسی طرح حضرت کی مدد نہ کی حالانکہ کوفہ میں رہتا تھا۔

۱۴۵ ربیع بن محمود۔ بار دینی مدعی صحابیت تھا ۹۹ھ تک زندہ رہا۔ (ص ۲۲۳ اصاہ)

حضرات اہلسنت کے صحابہ پرستی کی حد ہو گئی کہ جس شخص نے بھی دعویٰ صحابیت کیا وہ صحابی ہو گیا

ذہبی تو اس کو دجال کہتے ہیں مگر بہت سے علماء یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت کو اس نے خواب میں دیکھا تھا۔
 (۱۴۶) رتن بن عبد اللہ ہندی۔ سات سو برس بعد زندہ سنہ وفات ۵۹۶ھ ہے
 اس میں بھی اختلاف ہے بہت سے لوگ تو منکر ہیں مگر علامہ صلاح صفدی بہت زور سے اسکا وجود ثابت کرتے ہیں
 ولما اجتمعت بشیخنا محمد الدین الشیرازی شیخ اللغة برید و هو اذ ذاک
 قاضی القضاة ببلاد الیمین رایتہ ینکر علی الذہبی انکار وجود رتن (ص ۳۲۸)
 یعنی قاضی القضاة محمد الدین شیرازی بہت انکار کرتے تھے ذہبی پر جو منکر وجود رتن تھے مگر
 افسوس امام حسینؑ کی نصرت کے یہ بھی محروم رہا۔ ہاں چند حدیثیں اسکی یادگار رہ گئی ہیں
 جس میں سے ایک حدیث یہ ہے۔

ما من عبد یبکی یوم اصیب ولدی الحسنین الا کان یوم القیامہ
 مع اولی العزم من الرسل وقال البکاء فی یوم عاشوراء نور تام
 یوم القیامہ۔ (ص ۲۲۶ اصاہ)

یعنی جو شخص مصیبت امام حسینؑ پر روز عاشوراء گریہ و بکا کرے وہ روز قیامت پیغمبرؐ ان اولی العزم
 کے ساتھ عشاء ہو گا اور گریہ روز عاشوراء نور تام ہے روز قیامت۔

قال القشیری وهذا السند یترک والی لم یوفق لبعثہ۔ (ص ۲۳۱ اصاہ)

یعنی روایات رتن کے نسبت امام قشیری کا حکم ہے کہ اس سند کے ساتھ تبرک حاصل کرنا چاہیے۔
 اگرچہ سند صحیح نہ ہو۔

(۱۲۷) زہرقان بن سلم۔ خاندان ذی لقوہ سے ہیں ابو داکل یعنی شقیق بن سلمہ نے روایت
 کی ہے کہ۔

جب حضرت حسینؑ بن علیؑ میدان کربلا میں جنگ کے لیے باہر تشریف لائے تو ازادی ہل میں صبارہؓ
 پس ایک شخص خاندان ذی لقوہ سے مقابلہ میں گئے بن کا نام زہرقان بن اسلم تھا۔ زہرقان
 بڑے جنگجو تھے انھوں نے پوچھا تو کون ہے؟ مخاطب نے کہا میں حسینؑ بن علیؑ ہوں۔ زہرقان نے
 کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تم لوٹ جاؤ اس لیے کہ خدا کی قسم میں نے ایک مرتبہ رسول خدا کو
 دیکھا آپ قبا کی طرف سے ایک سرخ اونٹنی پر سوار چلے آ رہے تھے اور تم اونکے آگے بیٹھے ہوئے تھے
 پس میں نہیں چاہتا کہ رسول خدا سے اس حال میں ملوں کہ تمہارا بھائی میرے اوپر ہے پس حضرت حسینؑ
 بن علیؑ لوٹ گئے اور زہرقان بھی لوٹ آئے۔ (ص ۲۴۵ اسد الغابہ)

اب کہاں ہیں وہ حضرات اہلسنت جو مدعی حجت اصحاب میں البیت طاہرین کے ساتھ دیکھیں کہ یہ
 زہرقان صحابی ہے جو لشکر ینبہد میں امام حسینؑ سے لڑنے آیا ہے یہاں تک کہ حضرت سے لڑنے نکلا۔ مگر

وہ واقعہ یاد کر کے جنگ سے باز آیا۔ تو کیا اس پر یہ حق نہ تھا کہ حضرت پانچویں جان شہید کر لیا البتہ ہر
کی کسی طرح مرد کرتا کیونکہ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک ضرور ہی گیا ہو گا۔
اصابہ میں اس واقعہ کو جنگ صفین کے متعلق لکھا ہے۔

(۱۴۸) زبیر بن عوف بن بصرہ میں رہتے تھے زمانہ جاہلیت میں بھی سردار تھے اور زمانہ
اسلام میں بھی با عظمت تھے بنی تمیم کے مذ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے
بہت کچھ جو انہوں نے انعام بھی دیے حضرت نے انکو ان کی قوم بنی عوف کے صدقات کا متولی کیا
بعد وفات رسول اللہ ابو بکر کو صدقات دیتے تھے عمر نے بھی انکو اپنے عہدہ پر قائم رکھا حطیبہ شاعر
نے ان کی حجو کی تو عمر نے تہ خانہ میں بند کیا۔ زبیر اور عبدالرحمان بن عوف کی سفارش پر رہا کیا۔
(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۳)

اصابہ میں ہے کہ زمانہ عبدالملک تک زندہ رہا اور پچیس گھوڑا دربار میں لایا اور سب کا نسب نامہ
بیان کیا۔ (ص ۲ جلد ۳)

مگر حضرت امام حسین سے یہ بھی دست بردار رہا حالانکہ بصرہ ہی میں رہتا تھا اور مقرر تھا مگر
طرفداران ابو بکر و عمر سے تھا پھر اس سے کیا امید ہو سکتی تھی

(۱۴۹) زرارہ بن خبیری صحابی ہیں ہشام کلبی نے روایت کی ہے کہ جب مروان کی بیعت
ہو چکی بعد موت یزید تو ایک دن اس کا گدازرارہ کی طرف ہوا وہ اُس زمانہ میں بہت بوڑھے ہو گئے
تھے مروان نے ان سے حال پوچھا تو کہا بہت اچھا حال ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴)
مگر جناب امام حسین ؑ کی آنکھوں نے بھی مدد نہ کی اصابہ میں ہے کہ بہت مالدار تھے عمر کو انھوں نے
بتایا تھا کہ زرارہ کو شوہر کے دیسے بھی حصہ ملنا چاہیے۔

(۱۵۰) زبیر بن جہش اسدی زمانہ جاہلیت کو پایا تھا نبی کو دیکھا نہیں تابعین کے
اعلیٰ طبقہ میں ہیں حضرت عمر اور حضرت علیؑ اور ابن مسعود سے روایت کی ہے بڑے فاضل اور
قرآن کے عالم تھے سلسلہ میں ان کی وفات ہوئی جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔

(ص ۲۴ جلد ۳ اسد الغابہ)

(۱۵۱) زہرہ بن جویہ۔ یہ بہت دنوں زندہ رہے شہید ابن زید خار جی نے ان کو بازار
حکمہ میں حجاج کے عہد میں قتل کیا۔

مگر انھوں نے حضرت امام حسینؑ سے یہ بھی محروم رہے حالانکہ بڑے بہادر تھے اہل فارس
کی جنگ میں سعد کے آگے والے لشکر کے سردار تھے۔ (ص ۲۵ اسد الغابہ جلد ۲)

(۱۵۲) زیاد بن سمیہ۔ جس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد نے جناب امام حسینؑ کو شہید کیا یہ بھی

صحابی ہے ملاحظہ ہو۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۲)

(۱۵۳) زید بن ارقم۔ یہ پہلے مقام ربیع کے موقع پر شریک ہوئے کو فہ میں رہتے تھے اور مقام کندہ میں اُن کا گھر تھا اور یہیں ۶۸ ہجری میں انتقال ہوا اور بعض کوگ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد وفات پائی۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۲)

زید بن ارقم کی روایتوں سے کتب الطہارۃ مالامال ہیں عبد اللہ بن ابی سلول منافق نے جو کہا تھا کہ ہم مدینہ واپس گئے تو ذلیلوں کو دہاں سے نکال دیں گے جس کا تذکرہ سورہ منافقون میں ہے تو جب آنحضرتؐ نے یہ خبر سنی تو عبد اللہ بن ابی سلول نے انکار کر دیا خدا نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل کی تو ابو بکر و عمر دوڑے کہ اس بشارت زید بن ارقم تک پہنچائیں ابو بکر دوڑ کر عمر کے پہلے پہنچ گئے تو عمر نے قسم کھا لیا اب کبھی ابو بکر پر سبقت نہ کریں گے۔ (استیعاب جلد ۱ ص ۱۹۲)

زید بن ارقم اُس وقت حاضر دربار تھے جب سر امام حسین ابن زیاد کے پاس آیا ہے اور یہ اپنے بالابا پر تھے جبکہ حضرت کا سر مبارک بازار میں گشت کے لیے جاتا تھا اور تلامذت کو نفاق آن کا سنا تھا مگر حضرت کی نصرت نہ کی اور طبرانی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور کہتا ہے اسکی وجہ سمجھانی چاہیے مگر کوئی وجہ نہ بتا سکے کہ کیوں انھوں نے حضرت کی مدد نہ کی۔

(۱۵۴) زل بن عمرو۔ ایک بہت سے آواز سن کر خدمت رسول میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ مومن جن کی آواز ہے حضرت نے اس کو اپنی قوم کا جھنڈا دیا اُس علم کے ساتھ معاویہ کا شریک ہوا جنگ صفین میں اسکو معاویہ نے اپنے شرطہ پر بفرمایا اور زید نے نہر کا سر بنایا پھر اہل بیت میں مروان کے ساتھ مارا گیا ۶۴ھ میں۔

(اصابہ جلد ۳ ص ۱۲، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۲)

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اس کی روایت الطہارۃ کے یہاں موجود ہے۔

(۱۵۵) زہیر بن قیس۔ اسکی کنیت اباشاد ہے مصر کی لڑائی میں شریک تھا عبد العزیز بن مروان جب حاکم مصر تھا تو عبد العزیز نے کچھ سخت کلامی کی تو زہیر نے جواب دیا گیا تو یہ کلام ایسے شخص سے کرتا ہے جس نے قرآن کو جمع کیا قبل اس کے کہ تیرے مان باپ جمع ہوں ۶۸ ہجری میں بمقام یرقہ مارے گئے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۱)

مگر افسوس انھوں نے بھی امام حسینؑ کی نصرت نہ کی محبت دنیا نے طرفدار نبیؐ کو بنا دیا۔

(۱۵۶) زید بن خالد جہنی۔ بڑے صحابی ہیں۔ حدیبیہ میں شریک تھے اور فتح مکہ کے دن قبیلہ جہنیہ کا علم اُنکے ساتھ تھا خود صحابہ ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ قیام اُن کا مدینہ میں تھا ۶۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۲)

(۱۵۷) زید بن ثعلبہ۔ طبری نے صحابہ میں ذکر کیا ہے جب سعد نے مقام حلیوان کو فتح کیا

کیا تو ایک شخص نے آواز سنی قسم دیا تو وہ شخص نمایاں ہوا کہا میں سواری حضرت عیسیٰ سے ہوں۔
ان عیسیٰ بن مریم دعا لہ بطول العمر وانکھ لعیس الحان ینزل عیس
ولہ طریق اخری (ص ۳۱۰ اصابہ جلد ۳)

یعنی حضرت عیسیٰ نے دعا کی طویل عمر دی ہے اور یہ اُس وقت تک زندہ رہیں کہ حضرت عیسیٰ
کا نزول ہو۔

اس حدیث پر تو حضرات اہلسنت ایمان لاتے ہیں مگر اس کو نہیں مانتے کہ حضرت ہمدی موعود
زندہ ہیں یا للعجب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ازالۃ الخفا میں اسکو لکھا ہے۔
(۱۵۸) زیاد بن قایم بھی صحابی ہے جنگ مصر میں شریک رہا ۶۵ھ تک زندہ رہا۔
(اصابہ ص ۴۲)

مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی بلکہ مروان کے ساتھ مصر میں رہا۔
(۱۵۹) زید بن وہب تہنی۔ بڑے بزرگ صحابی ہیں ان کی روایت تاریخ بخاری وغیرہ میں
موجود ہے کوفہ میں رہتے تھے ۷۰ھ میں وفات ہے۔ (ص ۴۱۰ اصابہ)
مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دشمن رہے۔

(۱۶۰) زیاد بن حارثہ شیبہ بن ابی عاصم نے انکو بھی صحابہ میں لکھا ہے ایک روز مسجد دمشق میں
داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگوں نے نماز جمعہ کو اس درجہ منحصر کر دیا کہ عصر کے وقت نماز جمعہ پڑھی گئی اس پر
اکھنوں نے کہا حجر مصطفیٰ کے بعد تو کوئی نبی نہیں آیا پھر کس کے حکم سے اس قدر تاخیر کی جاتی ہے اس پر وہ
گرفتار ہوئے اور قبہ خضرا میں قتل کیے گئے۔ یہ زمانہ ولید بن عبد الملک خلیفہ کا تھا۔ (ص ۴۱۰ اصابہ)
اس سے معلوم ہوا کہ اُس وقت تک یہ زندہ رہے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔

(۱۶۱) سائب بن حباب۔ ان کی کنیت ابو سلم ہے صاحب المقصورہ کے لقب مشہور تھے
۹۲ سال کی عمر میں ۷۰ھ وفات پائی۔ (اسد الغابہ ص ۵۵)

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اہلسنت کے یہاں انکی بھی روایت موجود ہے۔
(۱۶۲) سائب بن حباب۔ یہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا
کہ اپنے اصحاب کو بلند آواز سے بلایک کہنے کا حکم دوں۔ معاویہ نے اُن کو مین کا حاکم مقرر کیا تھا ۷۰ھ
میں وفات ہے۔ (ص ۵۵ اسد الغابہ)

مگر امام حسینؑ کی کسی طرح مدد نہ کی۔

(۱۶۳) سائب بن زید۔ اور عبد اللہ بن عینیہ بن مسعود حضرت عمر کی طرف بازار یدنیہ کے
عالم تھے چند روایتوں کے راوی ہیں ۷۰ھ یا ۷۱ھ میں وفات ہے ۹۴ یا ۹۶ برس کی عمر میں ۷۵ھ

مگر انیسویں حضرت امام حسینؑ کی۔ حالانکہ خاص مدینہ میں رہتے تھے

(۱۶۴) سر بالک ہندی۔ اسحاق بن ابراہیم طوسی سے روایت ہے کہ اسکی عمر اس وقت ۹۷ برس کی تھی وہ کہتے تھے میں نے شاہ ہند سر بالک ہندی کو قنوج میں دیکھا میں نے پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہوگی اس نے جواب دیا ۹۲ برس کی وہ مسلمان تھا اور کہتا تھا نبیؐ نے اپنے دشمن صحابی بھیجے تھے ہم نے اسلام قبول کیا۔ (ص ۷۷) حضرات اہلسنت اس سر بالک کی اتنی طولانی عمر کا اقرار کرنے میں نہیں شریکے مگر حضرت ہمدانیؒ کی طول عمر پر انکو تعجب ہوتا ہے۔

(۱۶۵) سعد بن ایاس۔ یہ اونٹ پرارہتے تھے کہ ایک آواز اُٹھنی تھا کہ میں ایک بنی نکلتے ہیں چالیس برس کے سن میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے ۹۵ء میں ایک سو بیس برس کے ہو کر انتقال کیا کہ وہ میں رہتے تھے ۹۵ء۔

مگر حضرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ خاص کو نہ میں رہتے تھے۔

(۱۶۶) سعد قرظ۔ مؤذن بنی نازحہ تک زندہ رہے۔

مگر حضرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی۔

(۱۶۷) سعد بن عبادہ۔ بڑے بزرگ صحابی ہیں ہر روز ایک بڑا پیالہ شہید اور گوشت سے

بھرا ہوا رسول اللہؐ کے واسطے لاتے تھے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے بابت مشہور ہے کہ قریش نے رات کے وقت جبل ابوقیس پر کسی بیکار نے ولے کو بیکار تے سنا ہے

فان یسلم السعدان یصلح محمد بیکہ لا یجتنی خلاف مخالف

اگر دونوں سعد مسلمان ہو جائیں تو پھر محمدؐ کو مکہ میں کسی مخالفت کی مخالفت کا خوف نہ رہے۔

قریش کو گمان ہوا کہ وہ سعد سے مراد سعد بن زید یا ہاشم اور سعد بن زید قبیلہ قضاعہ کے مراد ہیں دو مکہ

روز یہ وارہنی ہے

ایا سعد سعد اکاوس کن انت ناصر ایا سعد سعد الخور حین العطارف

اجیباً الی داعی الحق و تمیناً علی اللہ فی الفردوس مدینہ عارف

فان ثواب اللہ لب اللہ ع جہان من الفردوس ذات ذخارف

لے قبیلہ اوس کے سعد تو مددگار ہوا اور لے قبیلہ خزرج کے سعد ہدایت کی طرف بلائے کو قبول کر جب حضرت پیغمبرؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ کو خلافت کی خواہش ہوئی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت لینے کے واسطے بیٹھے اتنے میں اُن کے پاس ابو بکر و عمرؓ نے اور لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی اور سعد کو چھوڑ دیا سعد نے نہ ابو بکر کی بیعت کی نہ عمرؓ کی اور شام کی طرف چلے گئے اور مقام حوران میں اقامت کی یہاں تک کہ ۱۲ سالہ یا ۱۳ اور ہوا تھے سلسلہ میں انتقال کر گئے اس پر سب میزخوں کا اتفاق ہے کہ یہ اپنے ہنار کی جگہ پر گئے

ہوئے پسے گئے اُن کا بدن سبز ہو گیا تھا دینے والوں کو اُنکی موت کی خبر ہوئی ابن عباس وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن سیکھ کر پھر اسکو بھلائے وہ خدا سے کوڑھی ہو کر ملے گا اور جو شخص دس آدمیوں کا حاکم بنے وہ قیامت کے دن بندھا ہوا آئے گا حتیٰ کہ عدل آکر اس کو چھوڑا دے۔
(ص ۹۷ اسد الغابہ)

اگرچہ اس رسالہ سے اُنکو تعلق نہیں ہے۔ مگر اس غرض سے یہ نام لکھا کہ معلوم ہو ایسے ایسے صحابی بزرگ کو کبھی طمع خلافت نے اسپر مجبور کیا کہ اسکی فکر میں تو پھر ابوبکر و عمر کے طمع خلافت پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے حالانکہ ان کا درجہ سعد بن عبادہ کے برابر بھی نہ تھا کہ روزِ حضرت کے واسطے شریک لایا کرتے اور اہل بیت کی شہادت دی کہ اگر یہ مسلمان ہو جائیں تو پھر حضرت کو ہر طرح کا غلبہ ہو یہ خود رسول اللہ سے حکومت کی خدمت روایت کرتے ہیں مگر پھر بھی طمع خلافت میں قدم بڑھاتے ہیں لطف تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بھی اسی طرح کی روایت کرتے ہیں جیسا کہ رافع بن ابی رافع کے حال میں مذکور ہوا مگر تحصیل خلافت کے وقت سب بالائے طاق رکھ دیا گیا۔

(۱۶۸) سعید بن حرث مخزومی قریشی۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ کوفہ میں قیام کیا۔ جنگِ خراسان میں شریک تھے جو واقعہ کربلا کے بہت بعد کا واقعہ ہو کوفہ میں ان کی قبر ہو۔ (ص ۱۱۷ اسد الغابہ)
مگر انبوس نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی۔

(۱۶۹) سعید بن مران ہمدانی۔ حضرت علیؑ کے کاتب تھے حجر بن عدی کے ہمراہیوں سے تھے معاویہ نے اُنکو بھی قتل کرنا چاہا مگر حمزہ بن مالک کی سفارش پر چھوڑ دیے گئے معصوب بن زبیر کو جب کوفہ پر تسلط ہوا تو اُن کو قاضی بنایا پھر معزول کر کے عبداللہ بن عتبہ بن معز کو قاضی مقرر کیا۔ (ص ۱۷۲ اسد الغابہ)
مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے۔

(۱۷۰) سلمہ بن اکوع اُن لوگوں سے ہیں جنہوں نے شجرہ کے نیچے دو مرتبہ بیعت کی تھی مدینہ میں یہ تھے پھر ربذہ چلے آئے بڑے شجاع تیر انداز تھے صلح حدیبیہ میں موت پر بیعت کی تھی سلمہ میں عمر اسی سال بمقام مدینہ انتقال کیا۔ (ص ۱۷۳ اسد الغابہ)
یہ مخصوصین حضرت عمرؓ سے تھے۔ پھر کب ممکن تھا کہ یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے حالانکہ معرکہ کربلا کے بعد چودہ برس تک زندہ رہے۔

اس نام کے ساتھ سلمہ بن امیہ کا بھی ذکر ہے جو ان لوگوں سے ہیں جو ہمیشہ منہ کو جائز جانتے اصحابِ کرام
قال ابن حزم فی المحلی ثبت علی تحلیل المتعة بعد النہا من الصحابة
ابن مسعود وابن عباس وجابر واسلمہ ومغیرہ انبا امیہ ابن خلف و

یعنی ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابن مسعود۔ ابن عباس۔ جابر۔ سلمہ، مغیرہ پسران امیہ بن خلف سب اس کے قائل تھے کہ متہ جائز ہے۔

(۲۷۱) سلمہ بن ابی سلمہ زبیر عبد الملک تک زندہ رہے مگر امام حسینؑ کی مدد نہ کی۔

(صفحہ ۱۵۵ القابہ)

(۱۷۲) سلیمان بن صرد خزاعی۔ ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا حضرت نے سلیمان نام

رکھا یہ سردار اور برگزیدہ دین دار عابد تھے کوفہ میں پہلی مرتبہ جب مسلمان وہاں مقیم ہوئے انھوں نے بھی سکونت اختیار کی تھی یہ اپنی قوم میں صاحب مرتبہ و شرافت تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام مشاہد میں شریک تھے انھوں نے حوث بن و ظلم الہامی کو معرکہ صفین میں قتل کیا تھا اور یہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو معادیہ کی فحاشی کے بعد کوفہ میں بلایا تھا اور جب وہ کوفہ میں آئے تو ان کے ساتھ ہو کر نہ لڑے اور جب حسینؑ شہید ہو گئے تو اور مسیب بن نجہ فراری اور جن لوگوں نے مدد نہ کی اور لڑائی میں نہ شریک ہوئے تھے نام ہوئے اور کہا ہماری توبہ نہیں ہو سکتی ہے مگر یہ کہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لیں اور رنج الاخر کی چاندنی شمس میں کوفہ سے نکلے اور سلیمان بن صرد کو اپنا سردار بنایا اور ان کا نام امیر التوابین رکھا اور عبید اللہ بن زیاد کی طرف چلے وہ شام سے بہت بڑا لشکر لے کر عراق کو جا رہا تھا دونوں لشکروں میں بمقام عین اسودہ (جو جزیرہ کے سرزمین میں ایک چشمہ کا سرسبز مقابلہ ہو گیا اور سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجہ اور ان کے ہمراہی بہت سے مقتول ہوئے اور سلیمان اور مسیب کا سردار ان بن حکم کے پاس ملک شام میں گیا قتل کے وقت ان کی عمر ۹۳ برس کی تھی ان سے ابو اسحاق سبعی اور عدی بن یاسر اور عبد اللہ بن یسار وغیرہم نے روایت کی ہے۔ عدی بن ثابت بن سلمان صرد سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے آپس میں سخت کلامی کی اور ان میں سے ایک کا غصہ زیادہ بڑھ گیا بنی نے فرمایا میں ایک یا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اس کو کہے تو غصہ فرو ہو جائے وہ کلمہ یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان کا تذکرہ تینوں نے کیا ہے۔ (صفحہ ۱۶۵ القابہ جلد ۴)

اتو کسی کلمہ سے غم نہ رہیں ہو سکتا کہ امام حسینؑ کے دعوت دینے والے کوفہ میں اور حضرت کو بلانے والے ایک ایسے صحابی رسول ہیں جو برگزیدہ دین دار اور عابد تھے اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے اور حضرت کو بلا کر خاموش بیٹھ رہے کسی طرح مدد نہ کی جس پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی وجہ سے مجبور تھے پھر فرمائیے اس خون ناحق کا باعث کون ہوا؟

وہی صحابہ جن کی پرستش کو اہل سنت اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔

ادھر انجم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں قاتلان امام حسینؑ کو شیعہ کہا تھا جس کا جواب قتلہ الحسین میں دیا گیا اگرچہ وہ ناتمام ہے۔ اب وہ خود غور کریں کہ انکی اس تحریر نے کیا بتایا کہ باعث قتل امام حسینؑ کون ہوا؟ صحابی یا شیعہ کیونکہ وہ کسی شیعہ کو صحابی کہہ نہیں سکتے۔۔ اصابہ میں ہے۔

ثم کان مقنن کاتب الحسین ثم
یعنی انھوں نے جناب امام حسین کو کوفہ میں بلایا
تخلف عندہ - (ص ۱۲ جلد ۲) پھر بیٹھ رہے اور مدد کی

(۱۶۳) سماک بن مخزومہ یہ حضرت عمر کے پاس اہل کوفہ کے وفد میں جس نے کر آئے تھے جب
جناب امیر کوفہ میں تشریف لائے تو یہ وہاں سے جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)
یہ انتہادر جب کی عداوت ہے کہ کوفہ کی بود و باش کو بھی چھوڑ دیا۔

(۱۶۴) شان بن سلم صحابی ہیں بیٹے جو اس مرد بہادر تھے جب عبداللہ بن سوار قتل ہوئے تو معاویہ
نے زیاد کو لکھا ایسا آدمی تلاش کرو جو سرحد ہند کے لائق ہو زیاد نے انکو مقرر کیا۔
زمانہ حجاج میں انکی وفات ہوئی۔ (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)

مگر جناب امام حسین کی نصرت نہ کی حالانکہ انکی روئیں بھی کتب اہلسنت میں موجود ہیں ان کی وفات
سے مرقوم ہے۔

(۱۶۵) شان شفعہ اوسے یہ اس روایت کے راوی ہیں کہ حضرت نے جبریل سے یہ روایت
بیان کی کہ جب جناب سیدہ کا عقد ہوا تو خدا نے رضوان دار و نہ بہشت کو حکم دیا کہ محبان اہلبیت کے عہد
کے موافق بتوں کا حامل ہو جائے درخت طوبی نے اس حکم کی تعمیل کی اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ
فرشتوں کو انکے بتوں کے ساتھ اتارے گا اور محبان اہلبیت سے ہر ایک کو ایک پتہ دیگا جس میں آگ سے بری ہونا
لکھا ہوگا۔ (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)

افسوس کہ اہلسنت اسی روایتیں دیکھتے ہیں مگر کچھ بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۶۶) سہل بن سعد سعدی۔ انھوں نے رسول اللہ کو دیکھا تھا اور آپ سے حدیث کی
سماعت کی تھی وفات رسول ص کے وقت یہ پندرہ برس کے تھے بہت طویل العمر ہوئے زمانہ حجاج کو
انھوں نے پایا تھا۔ سہل میں حجاج نے لکھا تم نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی۔ سہل نے لکھا چمنے مدد کی تھی حجاج
نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو پھر حکم دیا کہ ان کی گردن میں مہر لگا دی جائے۔ اور انس بن مالک کی گردن میں بھی مہر لگائی گئی
یہاں تک کہ عبد الملک کا حکم ان کے باپس میں حجاج کے پاس آگیا اور جابر بن عبد اللہ کے بھی ہاتھ
میں مہر لگائی گئی تھی مقصد اس مہر لگانے سے یہ تھا کہ ان لوگوں کو ذلیل کرے اور تاکہ لوگ ان سے دور رہیں
اور ان لوگوں سے سماعت حدیث نہ کریں سہل سہل میں ۹۶ برس کے ہو کر فوت ہوئے (ص ۱۱۱ اسد الغابہ)
ابو حضرات اہلسنت کو اس میں عذر نہ ہوگا کہ صحابہ کو اہلبیت طاہرین سے کیسی حضرت تھی کہ سب کچھ
گوارا کرتے مگر خلفائے جور کا ساتھ نہ چھوڑتے۔

مومنین نے انکے روایتیں اس نام کو سنا ہوگا کہ جب اہلبیت طاہرین قید ہو کر وارد دمشق
ہوئے ہیں تو انھوں نے حضرات اہلبیت کے مصائب کو سن کر بہت گریہ کیا ہے مگر یہ نہ ہو سکا کہ امام حسین پر اپنی

جان قربان کر دیتے اور اس ذلت سے نجات پاتے کہ حجاج اُن کے ہاتھ اور گردن پر ہر لگائے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ اُسکا عمل تھا۔

(۱۷۷) اہل بن قیس انصاری یہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ واقعہ حرام میں نکلا اور اُنکے پتھر لگا تو آنکھوں نے کہا ہلاک ہو اودہ شخص جس نے رسول خدا کو پریشان کیا ہم نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو کہا حضرت نے فرمایا ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو پریشان کیا اُس نے میرے دل کو پریشان کیا۔ (ص ۱۷۸ اسد الغابہ)

مگر افسوس ان دونوں باپ بیٹوں سے یہ نہ ہو سکا کہ امام حسینؑ کی مدد کرتے اور اُس وقت تک زندہ رہے جبکہ یہ واقعہ حرام پیش آیا جس میں ہزاروں صحابہ کی لڑکیوں کی عصمتیں لڑی گئیں۔

(۱۷۸) سوید بن غفلہ۔ ان کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی کوفہ میں رہتے تھے ایک مرتبہ شیر شیر کا غل مچا سوید شیر کی طرف گئے اور اُسکے سر پر ایک وار کیا کہ تلوار پشت کی ہڈی کاٹتی ہوئی دُم سے نکل گئی۔ یہ سوید صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور حجاج کے زمانہ میں ۳۸ یا ۳۹ھ بمقام کوفہ انتقال کیا۔ (ص ۱۷۹)

(۱۷۹) سالم بن واقصہ سلمی۔ طبری نے انکو بھی صحابی لکھا ہے زمانہ عثمان میں پورا جوان تھے زمانہ ہشام بن عبد الملک تک زندہ رہے۔ (ص ۱۸۰ اصابہ)

مگر افسوس نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی ہستکش رہے محمد بن مروان کی طرف سے یہ رقبہ کے حاکم تھے۔ (۱۸۰) سائب بن خلا و انصاری۔ ۳۸ھ میں وفات ہے۔ (ص ۱۸۰ اصابہ)

مگر نصرت امام حسینؑ سے محروم رہے۔ (۱۸۱) سحرور بن مالک۔ یہ بھی صحابی ہیں عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں سے تھے جب اہل مصر اور مروان میں صلح ہوئی تو یہ وہاں موجود تھے۔ (اصابہ ص ۱۸۱)

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی۔ (۱۸۲) سعد بن مالک ابو سعید خدری۔ بہت بڑے صحابی ہیں جنسے ہزاروں روایتیں مکتب اہل سنت میں منقول ہیں حضرت کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک ہوئے۔

کان من افقہ احداث الصحابة وقال الخطيب كان من افاضل الصحابة و حفظ حديثا كثيرا۔

کم من صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے اور افاضل صحابہ سے تھے اور بڑے حافظ حدیث۔

وفات ۳۸ھ میں ہے یا ۳۷ھ یا ۳۶ھ یا ۳۵ھ (اصابہ)

غور فرمائیے اگر ایسے صحابی شریک معرکہ کر بلا ہوتے تو کب ممکن تھا مخالفین کو جرات ہوتی یہ واقعہ حرام

۳۳۔ میں ایک غاریں پوشیدہ ہوئے ایک شامی نے ان کو قتل کرنا چاہا یہ لککے کہ اگر یہاں آیا تو قتل کیا جائے گا اُس نے کہا کیا آپ ابو سعید خدری ہیں میں نے اسے لئے استغفار کیجئے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ شریک امام حسینؑ ہوتے تو کیا نتیجہ ہوتا کیونکہ شامی نے جب پہچان لیا تو وہ توبہ و استغفار کرنے لگا۔ آپ نے اکثر روایتوں میں سنا ہوگا کہ جناب امام حسینؑ نے جب اپنے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں تو کہا ہے اگر تم کو میں شک ہو تو ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ سے پوچھ لو جس سے معلوم ہوگا مخالفین پر اعلیٰ عظمت ایسی ثابت تھی کہ بمقام استشہاد حضرت ان کا نام لیتے۔

(۱۸۳) سعید بن شراحیل شیب۔ خارجی کی جنگ میں جو حجاج سے ہوئی تھی یہ مارے گئے۔ (ص ۹۷ اصابہ)

(۱۸۴) سفیان بن وہب خولانی۔ یہ بھی صحابی ہیں جو افریقہ کی حکومت پر عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں فائز تھے وفات ۲۲ھ۔ (اصابہ مشہد)

(۱۸۵) سلمیٰ بن نوفل۔ یہ ابن الزبیر کی خلافت تک زندہ تھے دونوں سے کچھ معارضہ بھی ہوا مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی (ص ۱۲۲ اصابہ)

(۱۸۶) سمرہ بن جنادہ بقول امام خطیب یہ جنگ مدائن میں سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھے اور اُسکے بہن سے نکاح کیا ابن حبان ابن منہویہ کہتے ہیں کہ عہد عبد الملک میں بمقام کوفہ انتقال کیا مگر دوسری تحقیق پر ابن حجر لکھتے ہیں:-

ومات سمرہ قبل سنة ستين قال ابن عبد البر سقط في قدرة مملوۃ
ملاء حاراً فكان ذلك تصديقاً لقول رسول الله ﷺ ولا جی ہریرہ واجی
مخذومہ اخبرکم موتانی النار (ص ۱۳۱ اصابہ)

کہ سمرہ ۲۰ھ کے پہلے مرا ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ دیگ میں پانی گرم بھرا ہوا تھا اس میں یہ گر پڑا جس سے حضرت کے اُس قول کی تصدیق ہوئی جو آپ نے ابو ہریرہ اور ابو مخذومہ سے فرمایا تھا تم سے جو آخر میں مرے گا وہ آگ میں مرے گا۔

افسوس ہے کہ حضرات اہلسنت ہزاروں واقعات میں قول رسول کی تصدیق دیکھتے ہیں مگر اس پر ایمان نہیں لاتے۔

(۱۸۷) سید رمولی زنباع۔ یہ بھی عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہا رسول سے حد

کارا دی بھی ہے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔ (اصابہ مشہد جلد ۲)

(۱۸۸) سیمونہ مشہور سیماہ بلقادی ہے یہ پہلے نصرانی تھے خود عہد رسول میں بغرض تجارت

حاضر نہ ہوئے سلام لائے اکیسویں برس تک زندہ رہے۔ مگر نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی۔ (ص ۱۵۱ اصاب)
 (۱۸۹) سائب بن ابی لبابہ۔ حضرت کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت کو دیکھا جسے صحیح
 ان سے روایتیں بھی مانوڑ ہیں۔ مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی حالانکہ ستائیس کے بعد وفات کی (ص ۱۵۱ اصاب)
 (۱۹۰) سائب بن ہشام قرشی۔ مسلمہ بن مخلد کے قاضی تھے مصر میں واقعہ کربلا کے
 بہت دنوں بعد وفات ہے۔

(۱۹۱) سعد بن زید انصاری۔ آخر خلافت عبدالملک میں شہید ہوئے۔
 (۱۹۲) سعد بن ابی العادیہ۔ بھی اسی طرح عہد رسول میں پیدا ہوئے اور واقعہ کربلا
 کے بعد زندہ رہے مگر نصرت امام سے محروم رہے۔

ہاں مسلمہ بن طریف بن ابان بن سلمہ بن حارث بن فہم کے باپ صحابی ہیں اور خود انھوں نے حضرت
 کی زیارت کی ہو انکی بیٹے حبشہ بن قیس بن سلمہ بن طریف معرکہ کربلا میں شہید ہوئے (ص ۱۵۹)
 تو کاش اہلسنت انھیں کے خیال سے حضرت امام حسینؑ کے مصائب کو سنتے اور گریہ و بکا کرتے۔
 (۱۹۳) سعید بن عمران ہمدانی بھی ان لوگوں سے ہیں جو اس عہد میں پیدا ہوئے اور شہید
 تک زندہ رہے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔ مصعب بن زبیر نے انکو قاضی کو فہم کرنا چاہا مگر انکی
 بھائی نے منع کیا کہ وہ اصحاب جناب امیرؑ سے تھا لہذا قاضی نہ بنایا۔ (ص ۱۶۶ اصاب)

(۱۹۴) سعد بن وہب خیلوی۔ بھی اسی قسم کے صحابی ہیں شہید ہوئے وفات ہے۔
 مگر نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی۔ (ص ۱۶۶)

(۱۹۵) سلیم بن عتیر شہید ہوئے مگر نصرت امام سے محروم رہے۔ (ص ۱۶۸)

(۱۹۶) شاذان بن الہادیہ۔ اس روایت کے راوی ہیں کہ حضرت نماز پڑھ رہے تھے
 اور حسینؑ آپ کی پشت پر سوار تھے لوگوں نے عرض کیا آپ نے ایک سجدہ اس قدر دراز کیا کہ ہم کو گمان ہوا
 کہ کوئی نئی بات پیدا ہو گئی یا آپ پر وحی آنے لگی آپ نے جواب دیا یہ کچھ بھی تھا بلکہ میرا کام میری پشت پر سوار
 ہو گیا اس وجہ سے میں نے جلدی کرنے کو ناپسند کیا۔ (اسد الغابہ ص ۱۱ جلد ۴)

مگر انہوں نے اس پر بھی نصرت امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ کوفہ میں ان کا گھر تھا۔

(۱۹۷) شریح بن حارث۔ قاضی انھوں نے زمانہ نبی پایا ہے مگر ملاقات میں اختلاف
 ہے زمانہ عمر سے یہ کوفہ کے قاضی تھے عہد عثمان اور جناب امیرؑ میں بھی قاضی رہے۔ (ص ۱۶۸ اسد الغابہ)
 مگر جناب امام حسینؑ کی مدد نہ کی حالانکہ مصافحات کوفہ میں قیام تھا۔

(۱۹۸) شریح بن ہانی۔ انھوں نے حضرت بنی کو پایا ہے اور آپ نے انکو عادی

ہے شہید ہوئے مارے گئے (ص ۱۶۹ اسد الغابہ)

مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ مضافات کوفہ میں قیام تھا۔

(۱۹۹) شبیب بن عثمان۔ جن کے خاندان میں اب تک خانہ کعبہ کی تولیت ہے اور باب المشیبہ سے حاجی لوگ داخل خانہ کعبہ ہوتے ہیں اُس نے چاہا تھا کہ حضرت کو ہلاک کرے کہ ایک برقی نمایاں ہوئی جس سے نہایت مرعوب ہوا حضرت نے اُسکے سینہ پر دست مبارک رکھا اور وہ اسلام لایا زمانہ زیر بن معاویہ تک زندہ رہا مگر جناب امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ خانہ کعبہ میں جناب امام حسینؑ پانچ مہینہ پناہ گزین رہے اور خانہ کعبہ کی تولیت رسول اللہؐ نے ہمیشہ کیلئے اس خاندان کو عنایت فرمائی تھی۔ (ص ۲۱۸ اصابہ)

(۲۰۰) شہبث بن ربعی۔ یکے از قاتلان امام حسینؑ یہ بھی صحابی ہے اور حدیثوں کا راوی بھی ہے سجاح بنت منذر جو بعد حضرت مدعی نبوت ہوئی اُس کا موزن بنا پھر توبہ کر کے اسلام میں داخل ہوا۔ جب جناب امیرؑ وارد کوفہ ہوئے تو یہ حضرتؑ کے اصحاب میں داخل ہوا پھر خوارج کا ساتھ دیا۔ یہ کھلا شخص ہے جس نے قتل عثمان میں اعانت کی۔ پھر جناب امام حسینؑ سے لڑنے پر کمر باندھا اس کے بعد بھی زندہ رہا سب سے پہلے واصل جہنم ہوا (اصابہ ص ۲۲)

اب کہاں ہیں وہ اہل سنت جو اسکے مدعی ہیں کہ کوئی صحابی قتل امام حسینؑ میں نہیں شریک ہوا وہ دیکھیں کیسے کیسے مقدس صحابہ اس جنگ میں نظر آتے ہیں کیونکہ یہ شہبث بن ربعی کوئی معمولی شخص نہیں ہے امام محمد بن کعب قرطبی اور سلیمان التیمی کے شیوخ سے ہے کہ بہت سی روایتیں اس کی کتب اہل سنت میں موجود ہیں (۲۰۱) شدید۔ ابو بکر کا غلام ہے خدمت رسولؐ میں یہ بھی حاضر ہوا ہے قیس بن ابی حازم کہتے ہیں ہم نے عمر کو دیکھا اس طرح کہ اُن کے ہاتھ میں شاخ خربا کا ایک ڈنڈا تھا اور وہ لوگوں کو بیٹھا ہے پیا ادا کرتے ہیں خلیفہ رسولؐ کی وصیت سنوا تے ہیں ابو بکر کا غلام شدید آیا اُس نے فرمان ابو بکرؓ کو سنا کہ جس شخص کا نام اس کا غلام ہے سب اس کی اطاعت کریں کہ ہم کبھی خیر خواہی سے باز نہیں رہے اسکے بعد عمر منبر پر گئے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۲۵)

یہ ہے ایماندار ہی حضرت عمرؓ کہ رسول اللہؐ نے جب وصیت نامہ لکھا چاہا تو انھیں عمر نے ان الرجل لیہ جود کا نعرہ بلند کیا۔ اور اپنے نام کا جو وصیت نامہ ابو بکرؓ سے لکھوایا تو اس میں یہ اہتمام ہے کہ خود ڈنڈا لے ساتھ ہیں صحابہ کو سنا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمان خلیفہ سنو اور خلیفہ اول کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ صاف صاف کہیں ہم نے عمر کو خلیفہ کیا۔

(۲۰۲) شریح بن ہانی بن یزید۔ انھوں نے بھی حضرت کی زیارت کی ہے انکی روایتیں بھی صحیح مسلم میں موجود ہیں انکی دس برس کے سن میں وفات کی (ص ۱۲۲ اصابہ) مگر افسوس نصرت امام حسینؑ کو انھوں نے بھی ضروری نہ سمجھا۔

(۲۰۳) شریک بن سلمان۔ یہ بھی صحابی ہیں عبد اللہ بن زبیر کی ہجو میں ایک قصیدہ

لکھا اور زبیر بن معادیہ کی موت پر اسکا مرثیہ کہا۔ (صفحہ ۷۲۲)

پھر بھلا ایسا صحابی کب امداد جناب امام حسینؑ کر سکتا تھا۔

(۲۰۴) صدیق بن عجلان۔ مشہور ابو امامہ یار علی یہ صحابی ہیں آں حضرتؑ سے روایت

بھی کرتے ہیں شام میں انھوں نے سکونت اختیار کی جناب امیر کے لشکر میں یہ بھی تھے شہرہ میں وفات ہے۔ (صفحہ ۱۷۱ صابہ)

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے۔ اہل سنت انکے بارے میں روایت کرتے ہیں

کہ حضرت نے انکے بارے میں کہا انتا معا وانا منک جس کی موضوعیت میں کسی کو شبہ نہیں ہے یہ حضرتؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی امت سے جھوٹ اور تعصب سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں۔

(۲۰۵) حمزہ بن انس ابو قیس ایک سو بیس برس کے ہو کر مرے۔ (صفحہ ۷۲۲)

(۲۰۶) صفوان بن امیہ یہ بھی صحابی اور ہمراہیان عبد اللہ بن زبیرؑ ہیں اسکے ساتھ یہ بھی

تلق ہوئے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔ (صفحہ ۷۲۲)

(۲۰۷) صالح بن شرحبیل کوئی زمانہ عبد الملکؑ سے تک زندہ رہے۔ مگر نصرت امام

حسینؑ نہ کی۔ (صفحہ ۲۵۵ صابہ)

(۲۰۸) صفوان بن محرز۔ ابن شاہین نے انکو صحابہ میں ذکر کیا ہے مگر تابعی ہونے میں تو کسیکو

عذر ہی نہیں (تابعی نقذوقال یصح فضل و راع شہدہ میں وفات ہو۔) (صابہ ۱۴۶)

(۲۰۹) ضحاک بن قیس نمری یہ بھی صحابی ہے بعض لوگ بدی بھی کہتے ہیں موت

معادیہ کے بعد بیعت بنو ہاشم کے ہی متولی رہے یزید اور معادیہ پسیر زبیرؑ کی وفات کے بعد خود مدعی خلافت ہوا جس کو عبید اللہ بن زیاد نے دھوکھا دیا آخر مروان سے اس سے کڑائی ہوئی اور شہید ہو گیا۔

صفحہ ۱۲۶ اسد الغابہ جلد ۵

پھر اس سے کب امید ہو سکتی ہے کہ یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتا۔

(۲۱۰) ضحاک بن عبد الرحمن اشعری۔ یہ بھی صحابی ہیں عمر بن عبد العزیز نے انکو الی

دمشق مقرر کیا شہرہ میں وفات ہے۔ (صفحہ ۲۶۹ صابہ)

(۲۱۱) ضرار بن ازور۔ صحابی ہیں انھوں نے شراب پی تھی اور ان سے ابو عبیدہ نے پوچھا

تم نے شراب کیوں پی تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ فہل انتم منتھون یعنی کیا تم شراب پینے سے باز آؤ گے۔ میں کوئی تاکید حکم نہیں دیا گیا درجہ اسد الغابہ جلد ۵

یہ صحابی ہیں اور شراب انکے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں۔

(۲۱۲) طلحہ بن عبید اللہ مشہور طلحہ کے از عشرہ مبشرہ کو بھی اس رسالہ سے تعلق نہیں کیونکہ وہ جنگ جمل میں مارے گئے مگر اسد الغابہ میں ان کے اسلام کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ان کو ابو بکر صدیق نے اسلام کی ترغیب دی تھی اور وہی ان کو خدمت رسول میں لے گئے۔ (ص ۷۷)

مگر اصابہ میں ہے کہ یہ بازار بصری میں گئے تھے وہاں ایک راہب نے ان سے پوچھا:-

هل ظهرا احمد قلت من احمد قال ابن عبد الله بن عبد المطلب هذا
شهر الذي يخرج فيه وهو آخر الانبياء ومخرج من الحرم ومهاجرة الخ
مخل وحرة وسباخ فايالك ان تسبق اليه (ص ۲۹۱ جلد ۳)

کہ کیا احمد ظاہر ہوئے طلحہ نے پوچھا کون احمد؟ کہا ابن عبد اللہ بن عبد المطلب ہی مینہ اُن کے ظہور کا ہے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی سبقت لیجائے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جب یہ اسلام لائے تو نوفل بن خویلد عدویہ نے ابو بکر اور طلحہ کو پکڑ کر ایک رستی میں باندھا اسی وجہ سے ابو بکر اور طلحہ کو قرینین کہتے ہیں اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے ان دونوں کو باندھا تھا وہ عثمان بن عبید اللہ تھا طلحہ کا بھائی۔ (ص ۷۷ اسد الغابہ)

اب کہاں وہ بیان کہ ابو بکر کی قریش میں وہ عزت کہ سب ان کا احترام کرتے اور کہاں یہ بیان کہ ایک ادنیٰ کافر نے پکڑ کر دونوں کو رستی میں باندھ دیا۔

غزوہ بدر میں شریک نہ تھے۔ جنگ احد میں بلا اکام ان کا یہ تھا کہ حضرت نے چاہا پہاڑ پر چڑھ جائیں
فلما ذهب لينهض لم يستطع فجلس تحته طلح فنهض حتى استوى عليها

(ص ۱۲۹ ص ۱۲۹)

تو چونکہ دوہری ذرہ پہنے ہوئے تھے حضرت اوپر چڑھ نہ سکے طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے حضرت اُنکی پشت پر سوار ہو کر اوپر چڑھ گئے۔

ان کے ایمان کی یہ حالت تھی کہ جب اُن کا ہاتھ زخمی ہوا:-

فقال صرصر فقال لو قلت بسم الله لرايت بناءك الذي بنى الله

لك في الجنة وانت في الدنيا

تو اُنھوں نے کہا صرصر (معلوم ہوتا ہے قریش میں یہ رسم تھا کہ زخم کھا کر ضرر کہتے تو حضرت نے

فرمایا کہ اگر تم بسم اللہ کہتے تو تم اُس بنا کو دیکھ لیتے جو خدا نے جنت میں بنایا ہے اور تم دنیا میں تھے
کیا ایمان ہے کہ بسم اللہ نہ کہا اور کہا تو صرصر۔

وجہ قتل اسد الغابہ میں بھی (ص ۷۷)

حضرت طلحہ جنگ جمل میں مارے گئے اس حال میں کہ حضرت علی بن ابی طالب سے قتال کر رہے

تھے رضی اللہ عنہما بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کو (علحدہ) بلایا اور جس طرح حضرت زبیر سے گفتگو کی تھی اسی طرح ان سے ابھی کی اپنی اسلامی خدمات کا ذکر فرمایا جن کو سنکر حضرت طلحہ نے جنگ کا ارادہ فسخ کیا اور کسی صفت میں جا کے بیٹھ رہے۔ دفعۃً ایک تیراُنکے پیر میں لگ گیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تیراُنکے گلے میں لگا تھا غرض اسی تیر کے زخم سے (وفات پائی یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔ عبدالرحمان بن ہمدانی نے حماد بن زید سے انھوں نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا حضرت طلحہ نے جنگ جمل کے دن یہ شعر پڑھا ہے

ندمت ند امد الکسحی ثلما شربت دضابی جرم بر غمی

اور اس شعر کے بعد کہا یا اللہ عثمان کا عوض مجھ سے لے لے یہاں تک کہ راضی ہو جائے یہ انھوں نے صرف اس سبب سے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت سختی کیا کرتے تھے حضرت علی مرتضیٰ کو جب حضرت طلحہ اور زبیر اور ام المومنین عائشہ کے دشمنی اور اُنکے بصرہ جانے کی خبر ہو چکی تو فرمایا کہ اس وقت مجھے چار آدمیوں کے مخالفت کی خبر مل گئی ہے سب سے زیادہ اعلیٰ صحابی طلحہ ہیں اگر سب سے زیادہ زبیر ہیں اور یہ لوگ سب سے زیادہ حضرت عائشہ کو ملتے ہیں اور سب سے زیادہ مالدار علی بن ابی طالب ہیں (یہ چاروں میں سے مخالف ہو گئے ہیں) مگر وہ امد انھوں نے مجھ میں کوئی عیب نہیں نکالا میں ان کے نزدیک مال دنیا کا حرص ہوں اور نہ ہوائے نفسانی کا متبع ہوں بلکہ وہ مجھ سے وہ حق طلب کرتے ہیں جس کو انھوں نے خود چھوڑ دیا اور اس خون کا قصاص مانگتے ہیں جس کو انھوں نے خود گریا بیشک انھوں نے خود اس کام کو کیا میں اُنکے ساتھ نہ تھا اگرچہ عثمان پر اعتراض کرنے میں میں بھی ان کا شریک تھا مگر قتل عثمان پر میں راضی نہ تھا قتل عثمان کا گناہ خود انھیں لوگوں پر ہے ان لوگوں نے مجھ سے بیعت کی اور بیعت کو فسخ کر دیا اور مجھ کو اچھی طرح جانچا بھی نہیں کہ ان کو میرا ظلم اور میرا عدل معلوم ہوتا اب میں خدا کی حجت پر جو اُنکے اوپر قائم ہے اور خدا کے علم پر جو ان کے متعلق اسے ہے قناعت کرتا ہوں اور میں باوجود ان سب باتوں کے انھیں بلاؤں گا اور ان سے معذرت کوں گا اگر وہ قبول کر لیں تو بہتر ہے) تو یہ بھی قبول کر لیجانی تو یہ پھر حق تو اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسکی طرف رجوع کیا جائے اور اگر یہ لوگ میرا عذر قبول نہ کریں گے تو پھر انھیں تلوار کی باطلہ (کاغذ اچھا) دوں گا میری تلوار سہراطل سے شفا دینے کو اور اس پر فتح پانے کو کافی ہے۔ حضرت علیؑ سے یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ہم اور طلحہ اور عثمان اور زبیر ان لوگوں میں ہیں جنکے حق میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

ونذ عننا ما فی صدورہ من عمل اخوانا علی سرر متقابلین

حضرت طلحہ کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ مروان بن حکم نے انھیں ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا زخم سے خون جاری ہوا اور یہ حالت ہوئی کہ جب لوگ زخم کا منہ بند کرتے تھے تو پیر پھول جاتا تھا اور جب چھوڑ دیتے تھے تو خون بہنے لگتا تھا تو حضرت طلحہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ تیر خدا کا بھیجا ہوا

ہے چنانچہ اسی زخم سے انتقال کیا مروان نے جب انکو زخمی کیا تو کہا اب میں آج کے بعد کسی سے اپنا انتقام نہ لوں گا اور حضرت عثمان کے فرزند سے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کے ایک قاتل کا تو کام تمام کر دیا۔ حضرت طلحہ جانب کلا میں مدفون ہوئے واقعہ جبل ۱۰ ہجادی الآخر جلسہ میں ہوا تھا اس وقت حضرت طلحہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں باسٹھ برس اور بعض لوگ کہتے ہیں چوٹھ برس رنگ گندی تھا بہت خوبصورت تھے (سہیں) بال بہت تھے بال نہ بہت پچھاڑ تھے نہ بالکل سیدھے (بالوں کی) سپیدی کو (خضاب سے) متغیر نہ کرتے تھے رنگ سفید تھا مائی بسرخی مریانہ قد سے کچھ کم تھے سینہ چوڑا تھا شانے چوڑے تھے جب کسی طرف دیکھتے تو پوری طرح دیکھتے (گوشتہ چشم سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) سیر پر گوشت تھے۔ (ترجمہ اسد الغابہ ترجمہ مولوی عبدالشکور)

ان حالات پر کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جناب امیر سے لڑ رہے تھے عثمان کو قتل کر چکے تھے مگر اہل سنت ہیں کہ عثمان کے بھی عاشق اور ان کے قاتل کے بھی عاشق اور دونوں کو جنتی جانتے ہیں اور نہ صرف خود بلکہ رسول پر اسکی تہمت دھرتے ہیں کہ حضرت نے انکو دو مرتبہ ہبشتی کہا ہے۔
اڈیٹر انجمن یہاں دو حاشیہ دیا ہے ایک طلحہ کے اس قول پر ”یا اللہ عثمان کا عوض مجھ سے لے لے لے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے یہ انھوں نے صرف اس سبب کہا کہ وہ حضرت عثمان پر بہت سختی کرتے تھے“ حاشیہ حسب ذیل ہے۔

”حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اخیر خلافت میں بعض بعض صحابہ ان کے مخالف ہو گئے تھے اور ان پر اعتراض کیا کرتے تھے یہ مخالفت و اعتراض ویسا نہ تھا جیسا کہ معاذا اللہ شیعوں کو ہے بلکہ جس طرح ایک معاصر نہایت نیک نیتی کے ساتھ کسی دوسرے معاصر کو نصیحت کرے اس مخالفت و اعتراض کی مثال متروکہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کی خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد علی الانصال قائم ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو بشر کھے معصوم نہ تھے لیکن اگر حق تعالیٰ شیخین کے بعد کسی فرشتے کو خلافت کے لئے آسمان سے بھیج دیتا حضرت جبریل علیہ السلام کو خلافت کے منصب پر مقرر فرماتا تو یقیناً شیخین کی خلافت کے بعد اس فرشتے کی خلافت بھی قابل اعتراض سمجھی جاتی یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب خیر علی کے بعد ہم خیر ادنیٰ کو دیکھتے ہیں تو ہم خوبصورت شرمعلوم ہوتا ہے روز روشن کے بعد جب شب ماہ آتی ہے تو ہمیں تاریک معلوم ہوتی ہے مگر جب ماہتاب بھی نظر سے غائب ہو جاتا ہے صرف تاروں کی روشنی رہ جاتی ہے اس وقت ہمیں شب ماہ کی قدر معلوم ہوتی ہے یہی حال بالکل اس زمانہ کا تھا جو لوگ عوام میں شمار کیے جاتے تھے ان کا تو ذکر ہی نہیں خواص کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں بھی فیصدی دو چار ضرور ایسے تھے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی آفتاب جیسے روشن اور مشور خلافت کے بعد جو حضرت عثمان کی ماہتاب جیسی نورانی خلافت میں آئے تو انکی عقلیں صحیح اندازہ کرنے سے قاصر ہوئیں

اور اس بے مثال روشنی کو حضرت عثمان کی خلافت میں بھی دیکھنا چاہتے تھے اور اُس روشنی کی کمی کو حضرت عثمان کی سوتیلی بیٹی پر محسوس کر کے اُن پر اعتراض ہوتے تھے اور بعض بعض لوگ نہایت سخت الفاظ میں اُن کو نصیحت کرتے تھے مگر بعد حضرت عثمان کے سب کو قدر و عافیت معلوم ہو گئی اور جو لوگ اُن سے مخالفت کرتے تھے بہت جلد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی انھیں لوگوں میں تھے۔ (ص ۵۷)

اقول۔ انہوں نے یہ ایسی تحریر ہے کہ اگر اس کے ہر فقرہ کا جواب دیا جائے تو بہت طویل ہو مگر مختصر یہ ہے کہ صحابہ کی مخالفت عثمان ہرگز ویسی نہ تھی جیسی شیعوں کو مخالفت شیخین سے ہے کیونکہ مخالفت شیعہ صرف اسی قدر ہے کہ وہ بوجہ نفاق و ظلم بحق اہلبیت طاہرین انفسے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں برخلاف صحابہ کہ وہ عثمان کو منافق اور خارج از اسلام جانتے تھے بلکہ واجب القتل یہاں تک کہ آخر قتل ہی کر ڈالا اگر اسکا نام نیک بنتی اور ایک معاصر کا دوسرے کو نصیحت کرنا ہے تو لغت کرنا ہزار درجہ اس سے بہتر ہے اب ذرا تواریخ پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور یہ اپنی ضد اور ہٹ سے نہیں باز آئے تب جا کر کیا جو کیا۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ میں ہے۔

وذكرنا في اجتماع ناس من اصحاب النبي فكتبوا كتابا ذكر وافيته ما خالف عثمان من سنة رسول الله سنة حبيبه وما كان فيه من هبة خمس افریقہ لمروان وفيه حق الله ورسوله ومنهم ذوالقربی والبساحی والمساكين وما كان تطاول في النبیاء حتی عد واسبع دور بناها بالمدينة۔ (ص ۵۷)

یعنی ہمسے صحابہ جمع ہوئے اور ایک محضر تیار کیا جس میں ان باتوں کو لکھا جن میں عثمان نے سنت رسول کی مخالفت کی تھی اور سیرت شیخین کی اور جو کچھ عثمان نے خمس افریقہ مردان کو بہہ کیا تھا حالانکہ انہیں حق خدا اور رسول و سہم ذوی القربی و یتامی و مساکین کا جو انھوں نے عمارات عالیہ بنولے مدینہ میں جنہیں سات عمارت کا ذکر کیا تھا۔

اب فرمائیے بعض صحابہ مخالف ہو گئے تھے یا اکثر صحابہ اجتماع ناس من اصحاب النبوی دیکھئے انکا اعتراض کیا تھا؟ ما خالف من سنة رسول الله کیا اس کا نام اعتراض ہے۔ کیونکہ سنت رسول کا مخالفت تو مسلمان نہیں کہلاتا۔ کیا اس سے زیادہ کسی شیعہ کا اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین نے خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کی۔

آپ خلافت شیخین کی تعریف کرتے ہیں مگر انہوں نے رسول اللہ تو اسکو شرفراتے ہیں صحیح بخاری میں ہر حدیث کا بیان ہے کہ اور صحابہ تو حضرت سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے اور ہم شر کی باتیں اس خوف سے کہ ہم اس کا سابقہ ملے اسلئے حضرت سے عرض کیا یا حضرت ہم لوگ پہلے جاہلیت و شر میں تھے یہاں تک کہ خدا اس خیر کو لایا۔ تو کیا اس کے بعد شر ہو گا۔ حضرت نے فرمایا ہاں ہم نے کہا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہو گا۔

حضرت نے فرمایا ہاں مگر اس میں کچھ کہ درت ہوگی ہم نے عرض کیا وہ کیا ہے حضرت نے فرمایا لوگ ہماری ہدایت کو خلاف چلیں گے کہ بعض لوگ ان کے نیک رفتار ہونے کے بعض بہ کردار ہم نے عرض کیا ان کے بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں وہ لوگ جہنم کے جو بنائے والے ہوں گے ابواب جہنم پر خوشی اجابت کرے گا ان کو جہنم میں لے آئیں گے۔ میں نے عرض کیا حضرت ان کے اوصاف بیان فرمائیے۔ فرمایا ظاہر تو ان کا ہمارے دین پر ہوگا اور ہماری زبان سے کلام کریں گے۔ میں نے کہا پھر یہ کیا حکم ہے فرمایا کہ جماعت مسلمین اور ان کے امام کی پیروی کرو میں نے کہا اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام نہ ہو تو آپ نے فرمایا ان سب فرقوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤ اگرچہ تجھے سخت دشت و اسٹک کا ٹاپے اور تجھے موت آجائے اس حالت پر۔ (صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۷۸)

کیوں صاحب رسول اللہ تو اپنے زمانہ کے بعد والے زمانہ کو شہر کہیں اور آپ کو ایسا زمانہ خیر بتاتے ہیں کہ اگر فرشتے بھی آتے تو شیخین کی خلافت کے بعد اس فرشتے کی خلافت بھی قابل اعتراض سمجھی جاتی تو اس کا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ ان کو شہر فرمائیں اور آپ خیر زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو تنقید بخاری حصہ سوم صفحہ ۱۷۸ ملاحظہ ہو۔

اگر آپ عشق شیخین میں بیخود و سرشار نہ ہوتے تو سمجھتے اسلامی دنیا میں جو کچھ فساد ہوا۔ اسلام پر جس قسم کا اعتراض ہوا وہ صرف شیخین کی خلافت سے۔ سب صحابہ کے موجد آپ کے خلیفہ دوم ہوئے۔ تو میں اہلبیت طاہرین کے موجد آپ کے شیخین ہوئے۔ قرآن کے ضابطہ و برباد ہونے کے موجد آپ کے شیخین ہوئے خانہ کعبہ میں ترمیم و ترمیم یا تبدیل و تغیر جو کچھ ہوا وہ آپ کے شیخین کی بدولت نماز و روزہ کے احکام میں جو تغیر ہوا وہ شیخین کی بدولت پس اگر یہی مراد ہے کہ بعد شیخین اگر فرشتہ بھی خلیفہ ہوتا تو قابل اعتراض سمجھا جاتا۔ تو درستی کیونکہ وہ ضرور اصلاح کرتا۔ اور عثمان نے تو اس قدر ان تغیرات پر اضافہ کیا کہ تو اسے شاہد مینا ہاں یہ سچ ہے کہ بعد حضرت عثمان کے سب کو قدر و عافیت معلوم ہو گئی کیونکہ اس کی تخصیص عثمان ہی سے نہیں بلکہ معاویہ کے بعد یزید کا زمانہ آیا تو معاویہ کی قدر معلوم ہونے لگی یزید کے بعد عبد الملک آیا تو یزید کی قدر و عافیت معلوم ہونے لگی مگر کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے افعال و اعمال قابل تائید تھے۔ آپ کہ قرآن و حدیث پر نظر کر کے دیکھنا چاہیے کہ ابو بکر یا عمر یا عثمان کا فعل اس کے مطابق تھا یا مخالف، اگر موافق تھا تو مدح کیجیے ورنہ قابل نفرت قرار دیجیے۔ دیکھیے سیرت شیخین ایسی قابل نفرت تھی کہ جناب امیر نے خلافت ایسی چیز سے انکار کر دیا کیونکہ اس میں شرط کی گئی تھی کہ سیرت شیخین پر عمل کرنا ہوگا۔ اور عثمان نے شرط عمل سیرت شیخین کو قبول کر کے خلافت حاصل کیا مگر وہ سیرت ایسی قابل نفرت تھی کہ اس کو لائق عمل نہ سمجھا پھر کیونکہ آپ اس خلافت کی تعریف کر رہے ہیں۔ جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا "وہ مجھ سے اس حق کو طلب کرتے جس کو انھوں نے خود چھوڑ دیا"

تھا اس پر بھی ایک حاشیہ دیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

”مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے باعث یہ لوگ خود ہوئے اور اب مجھ سے قصاص طلب کرتے ہیں ان حضرات کو باعث قتل کہنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے علم میں ان حضرات نے کوئی ایسی بات کی ہوگی جس سے حضرت عثمان کے قاتلین کا حوصلہ بڑھایا درحقیقت ان حضرات کی وجہ سے انکی نادانستگی میں قاتلین حضرت کو کچھ تائید ملگئی ہو ان حضرات کو حضرت عثمان پر معترض دیکھ کر قاتلین حضرت عثمان یہ سمجھتے ہوں کہ اگر ہم حضرت عثمان کو قتل کر دینگے تو ان نامور صحابہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا اور یہ حضرات ہماری حمایت کر کے ہمیں قصاص سے بچالیں گے بہر حال اس عبارت کا یہ مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمان کو خود ان لوگوں نے شہید کیا یا وہ انکی مرضی یا حکم سے شہید کیے گئے۔ یا فی الحقیقت ان حضرات کی وجہ سے قاتلان حضرت عثمان کو کوئی تائید بھی نہ ملی ہو بلکہ کسی غلط فہمی کے باعث حضرت علی مرتضیٰ کو ان کی طرف ایسا خیال ہوا جس طرح حضرت علی مرتضیٰ کی طرف حضرت معاویہ کو یہ خیال تھا۔“

اقول اگر کلام جناب امیر اس وجہ سے کہ وہ حضرت کا کلام صداقت الیام ہے محل شک ہے تو کلام مروان میں تو آپ کو شک نہ ہوگا جو طلحہ کو قتل کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے ”اب آج کے بعد کسی سے اپنا انتقام نہ لوں گا اور حضرت عثمان کے فرزند سے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کے ایک قاتل کا کام تمام کر دیا کیونکہ جو کچھ مروان کہہ رہا ہے وہی تو جناب امیر نے بھی فرمایا تھا۔“ اس خون کا قصاص ملنگتے ہیں جس کو آنکھوں نے خود گرایا تھا۔“

اسی پر آپ نے یہ حاشیہ دیا تھا تو کیا اب بھی آپ تصدیق کلام جناب امیر میں عذر ہو سکتا ہے اگر کلام جناب امیر میں شک ہے تو اپنے سعد بن ابی وقاص کا خط دیکھیے جو عمر دعاص کو لکھتے ہیں۔

”پس تو جو قتل عثمان کو پوچھتا ہے تو عثمان اُس تلوار سے ملے گئے جس کو گھینچا تھا عائشہ نے اور

صیقہ کیا تھا طلحہ نے اور زہیر آلہ کیا تھا جناب امیر نے اور زہیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے

اشارہ کیا اور ہم نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر چاہتے تو اس کو دفع کرتے لیکن عثمان نے بدل (یا دشمنیت)

کو اور خود بھی بدل گئے اچھا بھی کیا برا بھی اگر ہلوگوں کا یہ کام اچھا تھا تو خیر اچھا تھا اور اگر برا

تھا تو خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ اور ہم تجھے خبر دیتے ہیں کہ زہیر تو اپنے اہل و عیال کی رک کے

سب سے مغلوب ہیں اور طلحہ اس قدر امارت و حکومت کے حریص ہیں کہ اگر اسکو یہ معلوم ہوا اپنا پیٹ

چاک کرنے سے یہ مطلب حاصل ہوگا تو اسکو بھی چاک کر ڈالے۔“ (کتاب الامامۃ والسیاستہ ص ۷۸)

تو کیا اب بھی تصدیق کلام جناب امیر میں شک ہو سکتا ہے جو آپ یہ سب تو یہ نہیں نکال رہے ہیں کیونکہ سعد تو صاف صاف تہامی مہاجرین صحابہ کو شریک قبل عثمان کہہ رہے ہیں۔ عائشہ نے تلوار کھینچ

طلحہ نے صیقل کیا زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ تمام
مہاجرین نے سکوت کیا اور اگر چاہتے تو مدد کرتے مگر چونکہ عثمان نے سب باتوں میں تغیر کر دیا تھا اس وجہ
سے سب ساکت ہے۔

رہا یہ حملہ کہ جناب امیر نے اس تلوار کو زہر میں کھجایا تو غالباً اس بنیاد پر ہو کہ حضرت کی حقیقت نے
ہم قاتل کا اثر کیا کیونکہ حضرت کی حقیقت ایسی واضح تھی کہ اُن تمام ظالمین کو باد صفت ظلم
و جور عذاب میں گرایا۔

آئیے ذرہ بھر حالت بیعت جناب امیر ملاحظہ فرمائیے اسی کتاب الامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ
میں ہے۔

صبح کو جب مسجد میں جمع ہوئے تو نہ امت و انفس ہونے لگا اور سب نے طلحہ و زبیر پر قتل
عثمان کا الزام لگایا اور کہا کہ تم دونوں شریک تھے قتل عثمان میں لہذا اس سے علحدہ ہو جاؤ۔ (صحیح)
پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب النجی نے کیونکر ایسی جرأت کی جو رد کلام جناب امیر پر آمادہ ہوئے اب ہم
مختصر طور پر فیصلہ حضرت عمرؓ سناتے ہیں جو اصحاب شوریٰ کے بہ نسبت انھوں نے بوقت رحلت فرمایا تھا۔
اے سعد ہم اس وجہ سے تم کو نہیں خلیفہ کرتے کہ تم میں شدت اور غلطی ہے اس کے سوا تم پر بھی

آدمی ہو۔ اے عبدالرحمن ہم اس وجہ سے تم کو خلیفہ نہیں بناتے کہ تم اس امت کے فرعون ہو اور اے
زبیر تم حالت رضا میں مومن ہو اور حالت غضب میں کافر۔ طلحہ میں حد سے زیادہ کبر و نخوت ہے۔
اگر خلافت کو پائے تو اس کی انگوٹھی اپنی زوجہ کے ہاتھ میں دے دے۔ اے عثمان تم میں خاندانی
عصبیت بہت ہو اور اپنے اقارب کے دلدادہ ہو۔ اے علی تمھارے پاس یہ عذر ہے کہ تم کو خلافت
کی حرص ہے (حقدار کے مطالبہ کو حرص کہنا انھیں کام ہے) در نہ تم سے بڑھ کر کوئی اس کا مستحق نہ تھا کہ
اگر خلافت پاد تو سب کو حق مہین اور صراط مستقیم پر لیجلا۔ (کتاب الامۃ والسیاستہ ص ۱۱)
کیا اسکے بعد بھی اڈیٹر صاحب طلحہ کی طرفداری میں یہ جوش و خروش دکھائیں گے جبکہ حضرت عمر
کا فیصلہ اُن کے سامنے موجود ہے رہا جناب امیر کے پاس میں عمر کا فیصلہ کہ آپ بڑے حریص ہیں تو یہ
وہی لفظ ہے جو خداوند عالم نے اپنے رسول کے حق میں فرمایا۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم
بالصوابین رؤف رحیم۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۵ سورہ برات)
تمھارے پاس ایک پیغمبر آئے ہیں اُن کو تمھاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے اور تمھاری بھلائی
کے بڑے حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

مگر انفس یہی حرص ان کے نزدیک مانع خلافت ہے حالانکہ حضرت کی حرص بعض اس

غرض سے تھی کہ رسول نے آپ کو خلیفہ و جانشین کیا تھا بغیر آپ کی خلافت اور جانشین رسول ہونے کے اسلام باقی نہیں رہ سکتا تھا ورنہ کون ہے دنیا میں جو جناب امیر یہ الزام لگائے کہ آپ بغرض دنیا اس خلافت کے خواہاں تھے۔

(۲۱۷) عامر بن عامر اشجری۔ یہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے حکم دیا تھا ان کے لئے اذن طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے زمانہ خلافت عبد الملک تک زندہ رہے اسی عہد میں وفات ہے۔ مگر امام حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کی (اسد الغابہ جلد ۱) (۲۱۸) عامر بن عبد القیس۔ بڑے عابد و زاہد صحابی تھے ان کی شکایتیں حضرت عثمان کو پہونچائی گئیں کہ نہ یہ گوشت کھاتے ہیں نہ کسی عورت سے نکاح کرتے ہیں اور خلفاء سابقین پر اعتراض کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں نہیں حاضر ہوتے ہیں۔ عثمان نے ان شکایتوں کو سر حکم دیا کہ ملک شام

چلے جائیں۔ (ص ۱۱۵)

کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیخین بہ اتفاق صحابہ خلیفہ ہوئے حالانکہ ایسے ایسے صحابہ ان پر اعتراض کرتے ہیں۔

عثمان نے جو سزا ان کی تجویز کی وہ بھی دلیل ہے ان کی غلطی کی۔ کیونکہ حضرت ابوذر کے ساتھ بھی عثمان نے یہی برتاؤ کیا تھا کہ معاویہ کے پاس ملک شام میں روانہ کیا وہی سزا ان کے لئے بھی تجویز کی گئی۔ (۲۱۹) عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن تمیم قریشی حمزی۔ مصعب زبیری کہتے ہیں کہ وہ صحابی تھے یزید بن معاویہ کی موت کے بعد حاکم کوفہ بنائے گئے انھوں نے اپنے خطبہ میں کہا ہر ایک قوم کے لئے کچھ پینے کی چیزیں ہوتی ہیں کچھ لذت کی لہذا تم بھی ایسی چیزیں اختیار کرو جو حلال ہوں اور ان کے استعمال پر تمھاری روح کھائے اور تم اپنی شراب (یعنی نیند) کی تیزی کو پانی ملا کر توڑ دو ایک شاعر نے اس کے متعلق یہ شعر کہے تھے ۵

من ذا یحرر ماء المزن خالطه فی قعر خابية ما غرا لنا قیل

انہی لا کرہ تشدید الرواة لنا فیھا و یعجبنی قول ابن مسعود

کون شخص ہے جو اس پانی کو حرام کہے جس کے ساتھ ٹکے کے اندر آب انگور ملا ہو۔ بیشک میں راویوں

کے سختی کو بُرا جانتا ہوں اور مجھے ابن مسعود کا قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شراب کو حلال کہتے ہیں

بہت لوگوں کا گمان ہے کہ اس شاعر نے ابن مسعود سے ان ابن مسعود کو مراد لیا جو بنی مکی کے صحابی تھے۔

حالانکہ یہ غلط ہے معاذ اللہ ابن مسعود عدلت شراب کے قائل کیونکہ ہو سکے تھے جب ابن زبیر خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے عامر کو کوفہ میں اپنی جگہ بحال رکھا۔ تین مہینہ کے بعد ان کو ابن زبیر نے معزول کر دیا تھا اور ان کی جگہ عبد اللہ بن یزید خطمی کو عامل بنادیا تھا۔ (جلد ۵ اسد الغابہ صفحہ ۱۲۸)

اس رسالہ سے اس مضمون کو اس وجہ سے تعلق ہے کہ یہ صحابی ہے اس نے نصرت امام نہیں کی حالانکہ کوفہ ہی میں رہتا تھا اور بعد یزید وہاں کا عامل مقرر ہوا پہر ابن الزبیر کا عامل بنا آخر معزول ہوا۔ اڈیٹر النجم نے ایک تو عبارت شعریں غلطی کی کہ عنایت کی جگہ ماغر الناقل لکھا۔ دوسرے یہ کہ ابن مسعود کی مراد کہنے سے انکار کیا اور یہ بتایا کہ یہ کون سے ابن مسعود مراد ہیں۔ حالانکہ اصحابہ میں ہے واثقاً عفا هذا یعنی شاعر نے خود اسی عامر کو مراد لیا۔ حالانکہ مطلب ایک ہی ہے کیونکہ یہ بھی تو صحابی ہے لہذا بہر طور معلوم ہوا کہ صحابہ سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو شراب کو حلال جانتے اور عامر کا قول واکسرو اشرابکم بالماء توصاف ہے کہ اپنے شراب کی تیزی کو پانی سے توڑ لیا کرو۔ چنانچہ آجکل بھی رائج ہے کہ شراب کے ساتھ برت ملا لیتے ہیں۔

(۲۲۰) عامر بن واثقہ ابو الطفیل ان کی پیدائش غزوہ احد کے سال میں ہوئی تھی حضرت انتقال وقت ۸ برس کے تھے پہلے کوفہ میں رہتے تھے پھر مکہ چلے آئے۔ ابو الطفیل حضرت علیؓ کے ان صحابہ میں تھے جو ان سے نہایت درجہ محبت رکھتے تھے چنانچہ ان کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک تھے ثقہ تھے اور امانت دار تھے۔ حضرت ابو بکر و عمر کی فضیلت کے معترف تھے مگر بات یہ تھی کہ حضرت کو ترجیح دیتے تھے ان کی وفات سنہ ہجری میں ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سنہ ہجری میں ہوئی انکی وفات رسول خدا کے دیکھنے والوں میں سب سے پیچھے ہوئی۔ (سنن اسد الغابہ جلد ۵)

اسد الغابہ کی اس عبارت پر کہ ابو الطفیل حضرت کو سب پر ترجیح دیتے تھے۔ اڈیٹر صاحب یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں۔

میرے خیال میں کسی راوی کی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بروایت صحیحہ جن کا قدر مشترک متواتر کو پہنچ گیا ہے یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کے فضل الاصحاب ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع تھا کہ ان کے فضل بھی اس امر کے معترف ہیں کہ ابو بکر و عمر و سلف شیخین کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے اور شیخین کے علاوہ اور سب کی انتہائی معراج اس میں سمجھتے تھے کہ شیخین کی اتباع کریں۔

اقول استیعاب ابن عبد البر مکی میں ہے۔

كان يعترف بفضل الشيخين الا انهم كان يقدم عليهما (جلد ۲)

اصحابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

كان يعترف بفضل ابی بکر و عمر لکنہ يقدم عليهما۔ (جلد ۲)

کہ ابو طفیل اگرچہ معترف فضل ابو بکر و عمر تھے مگر جناب میرے کو سب سے افضل جانتے تھے۔

پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے یہ کہاں سے تراشا کہ راوی کی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر اسی طرح تاویل کی جائے گی تو پھر کسی روایت پر کب اعتماد ہو سکتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

”بروایت صحیحہ جن کا قدر مشترک تو اتر کر پہنچ گیا ہے۔ یہ امر بایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ تین کے
افضل الاصحاب ہونے پر تمام صحابہ کا اجتماع تھا“

مگر افسوس خود استیعاب میں ہے۔

وروی عن سلمان ابی ذر المقداد وجناب وجابر وابی سعید الخدری
وزید بن الارقم ان علی بن ابی طالب اول من اسلم وفضله هولااء علی
غیرہ۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۷)

یعنی حضرت سلمان فارسی۔ ابو ذر۔ مقداد جناب جابر ابو سعید خدری۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ جناب
امیر کے پہلے ایمان لائے اور یہ لوگ حضرت کو فضیلت دیتے تھے غیروں پر۔

کیا اجماع اسی کا نام ہے جس کے مخالف ایسے ایسے مقدس صحابی ہوں جن کا اجماع ہے اس پر جناب
امیر کے افضل تھے۔

اسی استیعاب میں ہے۔

کہ سلف میں اختلاف رہا ہے اس میں کہ جناب

داخلت السلف ایضا فی فضل

امیر افضل ہیں یا ابو بکر۔

علی وابی بکر۔ (صفحہ ۴۷)

پھر نہ معلوم کس منہ سے کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے ”حالانکہ آٹھ صحابہ تو یہ ہیں جن کی
تصریحات صریحاً موجود ہے کہ وہ جناب امیر کو افضل سمجھتے تھے ان کے علاوہ وہ لوگ جن کا ذکر مجمل کیا ہے
استیعاب میں کہ سلف میں اختلاف رہا ہے اس بلے میں۔

حدوث مذہب فضیلت از زمانہ احمد بن حنبل اب آئے ہم آپ کو بتادیں کہ یہ مذہب
اہل سنت کہ فضیلت بہ ترتیب خلافت ہو کبے قائم ہے اسی استیعاب میں ہے۔

واما اختلاف السلف فی تفضیل علی فقد ذکرہ ابن ابی خثیمہ فی کتابہ

ما فیہ کفایۃ واهل السنة الیوم علی ما ذکرک لک من تقدیم ابی بکر

فی الفضل عمر و تقدیم عمر علی عثمان و تقدیم عثمان علی علی و علی ہذا عامۃ

اہل الحدیث من زمن احمد بن حنبل الا خواص من جملة الفقهاء وائمة

العلماء فانهم علی ما ذکرنا عن مالک و یحیی القطان و ابن معین فہذا

ما بین اہل الفقه و الحدیث فی ہذہ المسئلة و ہم اہل السنة و اما اختلاف

سائر المسلمین فی ذلک فیطول ذکرہ وقد جمعه قوم وقد کان بنو امیہ

ینالون منہ و ینقضون فما زاده الله بذلك الا سموا و علوا

و محبة عند العلماء (صفحہ ۴۷)

یعنی فضیلت جناب امیر کے بارے میں جو سلف میں اختلاف تھا اُس کو ابن ابی خثیمہ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے جو کافی ہے۔

رہا مذہب اہلسنت جو آجکل ہے کہ ابو بکر افضل ہیں عمر سے افضل ہیں عثمان سے اور عثمان افضل ہیں علی سے اور اسی پر عام الہدایت میں تو یہ زمانہ احمد بن حنبل سے ہے مگر خواص بزرگان فقہاء و محدثین اُس مذہب پر ہیں جس کو امام مالک بھی قنطان۔ ابن معین سے ہم نے ذکر کیا یہ سب اختلافات اہل فقہ اور الہدایت کے درمیان میں ہیں۔ رہا تمامی مسلمین کا اختلاف اس بارے میں تو ذکر اسکا موجب تطویل ہے اور ایک قوم نے جمع کیا ہے۔ اور بنی امیہ حضرت کو گالی دیتے تھے اور تنقیص کرتے تھے مگر اس سے حضرت کی شان میں کوئی نقص نہ پیدا ہوا بلکہ علماء کے نزدیک در محبت حضرت کی بڑھ گئی اور عسکو مدارج میں ترقی ہوئی۔

پس اڈیٹر صاحب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ کی ناصبیت سے کیا بگڑا بگڑا سکے کہ حضرت کی جلالت قدر اور ظاہر ہوئی۔ آپ تو کہتے تھے صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے فضیلت شیخین پر حالانکہ ایک نہیں صد ہا صحابہ کلمے جن کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور ابن ابی خثیمہ نے اس کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے ان کے علاوہ اور لوگوں نے اس بارے میں تصنیف کی ہیں۔

اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مذہب آجکل الہدایت یا اہلسنت میں رائج ہے اسکی کی ابتداء امام احمد بن حنبل سے ہوئی ورنہ ان کے قبل یہ مذہب نہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کی ناصبیت کے لئے یہی کافی ہے کہ ابوالموید خود ارز می مند ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں امام احمد بن حنبل پر امام خطیب نے یہ طعن کیا ہے کہ انھوں نے حریر بن عثمان کی توثیق کی اور کما ثقۃ ثقۃ حالانکہ حریر دشمن جناب امیرؓ تھا اور ظاہر ہے کہ دشمن جناب امیرؓ اور دشمن سچق کے درمیان میں کوئی فرق نہیں۔

امام خطیب کہتے ہیں کہ حریر مذکور کذاب اور فاسق بھی تھا وہ کہتا تھا کہ یہ حدیث جو مشہور ہے کہ جناب امیرؓ کے بارے میں حضرت نے فرمایا انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ (جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں ہے) تو غلط ہے کیونکہ ولید بن عبد الملک (خلیفہ بنی امیہ) یوں بیان کرتا تھا علی منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ امام خطیب کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے خداوند عالم کو خواب میں لکھا کہ تو حریر بن عثمان سے حدیث لیتا ہے تو میں نے کہا کہ ہم تو بکر خیر امیں کچھ نہیں جانتے۔ اس پر حکم ہوا کہ نہ لکھا کر کہ وہ علیؓ ابن ابی کو گالی دیا کرتا ہے۔

پس جب احمد بن حنبل ایسے ناصبی تھے کہ ایسے کذاب ناصبی کی توثیق کرتے تو پھر اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ وہ ناصبی تھے اور ازراہ ناصبیت اس عقیدہ کو قائم کیا کہ جناب امیرؓ جو تھے درجہ میں افضل ہیں اور وہی عقیدہ اہلسنت ہے آج۔

حریر بن عثمان قبیلہ حمر سے تھا۔ رحمہ کو فہ کار ہونے والا۔ خلیفہ مہدی عباسی کے زمانہ میں بغداد آیا اور وہاں حدیثیں سنیں اور لوگوں سے بیان کیا۔

(۱) مفضل بن عثمان کہتے ہیں کہ حریر بن سفیان (طہران خانہ ان بسفیان (۲) عجلی کہتے ہیں کہ دشمن

جناب امیر تھا۔ (۳) عمرو بن علی کہتے ہیں کہ وہ تنقیص جناب امیر کرتا اور گالی دیتا۔ (۴) دوسرے

موقع پر کہا سخت حملہ کرتا تھا جناب امیر پر (۵) ابن عمار کہتے ہیں کہ وہ مشہور کتاب عداوت جناب

امیر مگر اس پر بھی لوگ اس سے روایت کرتے۔ (۶) احمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے بیان

کیا کہ حریر کہتا تھا کہ ہم علی کو دوست نہیں رکھتے کیونکہ انھوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا۔

(۷) یزید بن ہارون نے کہا کہ وہ کہتا تھا کہ تمہارا امام تمہارے لئے اور ہمارا امام ہمارے لئے (۸) عمران بن یاس کہتے ہیں

کہ حریر کہتا تھا کہ ہم علی کو نہیں دوست رکھتے کیونکہ انھوں نے ہمارے آباؤ اجداد کو قتل کیا۔ (۹) اسمعیل ابن

عیاش کہتے ہیں کہ ہم مکہ سے مصر تک تھے وہ راہ پر جناب امیر کرتا اور حضرت پر لعنت کرتا (۱۰)

ضحاک بن عبد الوہاب کہتا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے اور مہتم ہے۔ (۱۱) اسمعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ وہ

کہتا تھا یہ حدیث جو مشہور ہے۔ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ تو حضرت نے یوں فرمایا تھا انت

منی بمنزلہ قارون من موسیٰ مگر سامع نے غلطی کی اسی طرح بیان کیا ولید بن عبد الملک نے منبر پر

(۱۲) یزید بن ہارون کو ایک شخص نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو اُس نے کہا خدا نے ہکو بخش یا مگر اس پر

عتاب کیا کہ کیوں ہم نے حریر بن عثمان سے روایت کی حالانکہ وہ دشمن جناب امیر تھا۔ (۱۳) ازدی نے

ضعفا میں لکھا جو روایت کیا ہو کہ حریر نے بیان کیا رسول اللہ نے جب چاہا اپنے بعلہ پر سوار ہوں تو حضرت علی

نے اگر اُس کی رسی کھول دی کہ حضرت گر پڑیں۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اسکو بھی اس نے شاید ولید سے سنا تھا (۱۴)

یحییٰ بن صالح و خاص بیان کرتا ہے کہ حریر نے تنقیص جناب امیر میں ایک ایسی حدیث بیان کی کہ اس کا

ذکر بھی مناسب نہیں۔ (۱۵) حدیث معقل نہایت منکر ہے کہ جو خدا سے ڈرتا ہو وہ اپنی روایت نہیں

کر سکتا۔ (۱۶) یحییٰ بن صالح سے کسی نے پوچھا کہ حریر بن عثمان سے تو نے کوئی حدیث کیوں نہ لکھی کہا کیونکہ ہم

ایسے شخص سے روایت کر سکتے ہیں جس کے ساتھ سات برس تک ہم نے نماز پڑھی اور وہ مسجد سے اُس وقت

تک نہ نکلتا کہ جب تک جناب امیر پر شرم مرتبہ لعنت ذکر لیتا۔ (۱۷) ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ شرم مرتبہ صبح

و شام لعنت کرتا تھا جناب امیر پر کسی نے پوچھا تو کہا انھوں نے ہمارے باپ دادا کو قتل کیا ہے۔

اور وہ داعی مذہب تھا اس کی حدیثوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

اب فرمائیے جو شخص ایسا خارجی ہو کہ جناب امیر پر صبح و شام شرم مرتبہ لعنت کرتا ہو اس سے احمد بن

حنبل کا روایت کرنا اور اسکی توثیق کرنا کہ وہ ثقہ تھا ثقہ تھا کیسی خارجیت احمد بن حنبل کو ظاہر کرتا ہے

حالانکہ یہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ جو راوی ایسا ہو کہ وہ اپنے مذہب کا داعی ہو اُس کی

روایت کسی طرح جائز نہیں۔

جناب امیر جو الزام قائم کیا گیا ہے کہ حضرت نے اس کے آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا تو تبصریح ذہبی واقعہ جنگ صفین کا ہے جو سلسلہ ہجری کا واقعہ ہے اور اس ملعون کی موت ۶۳۰ھ میں ہوئی (میزان الاعتدال) مگر وہ عداوت نہ گئی جس سے وہ صبح و شام گالیاں دیا کرتا جس سے آپ سچھ سکتے ہیں کہ جن صحابہ کے آباؤ اجداد یا اولاد کو جناب امیر نے قتل کیا ان کو کس درجہ عداوت ہوگی اور کیا اسی کا بدلہ نہیں لیا گیا کہ حضرت کو خلافت سے محروم کیا اور جناب سید الشہداء روحی لہ الفدا کو اس بکسی سے معرکہ کربلا میں شہید کیا جس کی نظر دنیا میں نہیں ملتی۔ بہر حال احمد بن حنبل پر جس وجہ سے خارجیت و ناصیت کا الزام قائم ہے اسی بخاری بھی ان کے شریک ہیں بلکہ شریک غالب ہیں کیونکہ علاوہ اسکے کہ بخاری نے صد ہا خوارج سے روایت کیا خود اس ابن حریر کی روایت بھی بخاری کے یہاں موجود ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

لھ عند البخاری حدیثان فقط و ذکر اللہ لکافی ان مسلما روی لھ و

ذالک وہم منه (صفحہ ۲۴)

کہ بخاری نے صرف دو حدیثیں اسکی لکھی ہیں اور لا لکافی کہتے ہیں کہ مسلم نے بھی اس سے روایت کی جو حالانکہ یہ وہم ہے۔

پھر لکھتے ہیں:-

وانما اخرج لھ البخاری لقول ابی الیمان انھ رجع عن الغضب۔

کہ بخاری نے اس وجہ سے اس سے روایت کہ ابو الیمان نے کہا کہ اس نے توبہ کیا ناصیت سے۔

مگر یہ عذر بھی کیا ہی معقول ہے کہ جس کی عمر ناصیت میں کھٹی اس کی نسبت ایک ابو الیمان کے کہنے سے بخاری نے مان لیا کہ اس نے توبہ کیا حالانکہ ایسے ایسے صد ہا راوی بخاری کے یہاں بھرے ہیں۔ غرض فرقہ اہل حدیث کہ جو خارجیت اور ناصیت و عداوت اہلبیت طاہرین میں آپؐ کا شرار دیکھتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جو ان کا معلم اور استاد تھا احمد بن حنبل وہی ایسا ناصبی تھا کہ ایسے ایسے دشمنان جناب امیر کو اپنا استاد بنایا تھا۔ پھر کیونکہ اس عداوت سے یہ لوگ خارج ہو سکتے ہیں۔

احمد بن حنبل کی خارجیت اسی پر نہیں تمام ہوتی کہ وہ ایسے ایسے خوارج سے حدیثیں نقل کرتے ہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے ہیں جو جناب امیر کو جنگ جمل صفین میں خا طمی سمجھتے ہیں جیسا کہ منہاج السنہ ابن تیمیہ میں

و لھذا کان المصنف السنۃ کمالک و احمد بن حنبل وغیرھما

یقولون ان قتال لھم للخوارج مامور بہ و اما قتال الجمل و صفین

فھو قتال فتنۃ۔

یعنی جناب امیر کا قتال کرنا خوارج سے تو الیہ مامور بہ تھا مگر قتال جمل و صفین جائز

نہ تھا کیونکہ وہ قتال فتنہ تھا۔

وہذا مذهب مالک و احمد بن حنبل والادزاعی والثوری
یعنی یہی مذہب مالک و احمد بن حنبل وادزاعی بلکہ سفیان ثوری کا بھی ہے۔
پھر ان کی ناصبیت میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ خود شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔
وہیں است مذہب اہلسنت کہ حضرت امیر در مقالات خود بر حق بود و مصیب و مخالفان او
بر غیر حق و غلطی۔

اور یہی ہے مذہب اہلسنت کہ حضرت علیؑ اپنی تمام لڑائیوں میں حق پر تھے اور آپ کے مخالفین حق کے
مخالف اور خطاکار۔

جس سے معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ جناب امیر کل محاربات میں خواہ جنگ جمل ہو یا صفین یا
ہندوان حق پر تھے۔ تو پھر بتائیے کہ احمد بن حنبل و مالک وغیرہ جو اسکے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ اہلسنت
سے ہیں یا خوارج سے۔

شاہ صاحب طعن متعہ میں لکھتے ہیں۔

پس ہر کہ غزوہ خیبر راتایح کتہیم متعہ گوید گو یا دعوی غلطی در استدلال حضرت مرتضیٰ می کند
و ایں دعوی شاید جہل و حقن اداس۔

جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر کے استدلال میں غلطی کا دعویٰ کمر نامہ علی کے جہالت و حماقت کی دلیل ہے
تو پھر احمد بن حنبل و مالک وغیرہ کی حماقت و جہالت میں کیا عذر ہو سکتا ہے جو ان محاربات میں جناب امیرؑ
کو برسر خطا جانتے تھے۔ احمد بن حنبل کی کفر و جہالت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ مجسمہ تھے یعنی اسکے قائل
تھے کہ خداوند عالم کے جسم ہے جو آسمان سے اترتا اور چڑھتا ہے جیسا کہ رسالہ عقل و تہذیب الحدیث میں
بالتفصیل مذکور ہے اور مسئلہ تفضیل کی تفصیل تنقید بخاری حصہ چہارم میں مکمل ہو چکی ہے یہاں اس قدر
صرف اس وجہ سے لکھا گیا کہ اڈیٹر انجم نے دعویٰ کیا تھا کہ تفضیل شیعین پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے جو ہمیں
یہ دکھایا گیا ہے کہ اس مذہب کی ابتداء احمد بن حنبل سے ہوئی جو اعلیٰ درجہ کے خارجی اور ناصبی تھے
التوفی سالہ۔

جناب امیرؑ کی تفصیل کی بائیں میں عامر بن وائلہ کی نسبت ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں
وكانت الخوارج يرمونهم باتصالهم بعلي وقولهم لفضل

اهليته وليس في رواية باس (ص ۵۷ جلد ۳)

کہ چونکہ ان کو جناب امیرؑ بہت خصوصیت تھی اسلئے خوارج ان پر الزام لگاتے تھے اس امر
کا کہ وہ جناب امیرؑ کو اور تمام اہلبیت کو سب صحابہ سے افضل جانتے ہیں۔

آپ یہ سنکر اور بھی متعجب ہوں گے کہ باوصفیکہ یہ صحابی ہیں اور صحابہ کا یہ تصور الہدیت کے یہاں مقصور ہے یہ ایسے قصور و اٹکھے کہ ان سے حدیث کی روایت بھی ترک کر دی گئی تھی۔ چنانچہ اسی تہذیب التہذیب میں ہے۔

وقال ابن المديني قلت لحريرا كان مغيرة يكره الرواية عن ابى الطفيل قال نعم

یعنی مغیرہ ان سے حدیث کی روایت کو مکروہ جانتے تھے

یہ ابوالطفیل عامر بن وائل علم دار لشکر مختار تھے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مختار کیسے شخص تھے۔

(۲۲۱) عامر بن ابی عامر اشعری۔ حضرت نے حکم دیدیا تھا کہ عامر کے لئے لذن طلب کرنے

کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد معاویہ کے پاس گئے تو وہاں بھی بلا اذن جاتے تھے انھوں نے عبدالملک کے عہد خلافت

میں وفات کی (۱۳) اسد الغابہ جلد ۵ مگر جناب امام حسینؑ کی نصرت نہ کی۔

(۲۲۲) طاہر بن عبد اللہ بن جراح۔ (ابو عبیدہ جراح) انکو بھی اس رسالہ سے زیادہ

تعلق نہیں مگر چونکہ ان کا نام عشرہ مبشرہ میں لیا جاتا ہے اور بہت کچھ فضائل و مناقب ان کے لئے

بنائے گئے کہ حضرت نے امین ہذہ الامہ کا خطاب انکو دیا تھا لہذا مختصر حالات ان کے گوش گزار

کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ بزرگ کیسے تھے زیادہ تفصیل کے لئے کتاب عبقات الانوار جلد دوم

حدیث مدینہ العلم ۱۴۵ ملاحظہ ہو۔

بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب المناقب یہ حدیث لکھی ہے۔

کہ حضرتؑ نے فرمایا ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور امین اس امت کے ابو عبیدہ جراح ہیں

دوسری روایت یہ لکھی ہے۔

قال النبی لاهل بنجران کا یعنہ یعفی علیکم امینا حق امین فاشرف

اصحابہ فیعت ابابعبیدہ

کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم تم پر ایک امین بھیجیں گے جو پورا امین ہوگا تو تمامی صحابہ نے گردن بلند

کی مگر حضرتؑ نے ابو عبیدہ کو بھیجا۔

مگر افسوس یہ حدیث ایسی ہے کہ کوئی عاقل ایک منٹ کے لئے بھی نہیں تسلیم کر سکتا کیونکہ یہ ادوی اولیٰ

بن مالک ہیں جو دشمنان جناب امیرؑ سے ہیں ان کے خضر حالات اس رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

دوسرا ادوی ابوالسلا ہے جس کا نام عبد اللہ بن زید ہے تہذیب التہذیب میں ہے۔

وکان یعمل علی ولہ یرو عنہ شیعاً (۱۴۵ جلد ۵)

یعنی یہ دشمن جناب امیرؑ تھا اور حضرتؑ سے ایک حدیث بھی اُس نے نہ روایت کی۔

علامہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں :-

ثقة في نفسه الا ان يدا ليدلس عن لحقه و عن لم يلحقهم
وكان له صف يحدث منها و يدلس -

یہ بجائے خود ثقہ ہے لیکن تدلیس کیا کرتا تھا جس سے ملاقات کیے ہوتا یا نہ کیے ہوتا سب میں تدلیس کرتا اسکے پاس چند کتابیں تھیں انھیں سے حدیثیں بیان کرتا اور غلط لفظ کر کے بیان کرتا۔

کتاب التبيين لاسماء المدلسين میں بھی میزان کے حوالہ سے یہی جملہ اسکے متعلق درج ہے۔ تدلیس کے بارے میں تمام علماء کا بیان ہے۔

وهذا خيانة منهم على الشرع مقصودهم تفنيق احاد ثيهم

(تبيين ابليس ابن جوزي)

یہ شرع میں خیانت ہے اور مقصود اس سے صرف اپنی حدیثوں کا رد و ارجح دینا ہوتا ہے۔
عزیز فرمائیے اس روایت کی قدر و قیمت کیا ہونی چاہیے اسکے پہلے راوی انس بھی پایہ اعتبار سے سابقہ دور
راوی ابو قتلابہ دشمن جناب امیر اور مدلس اور تیسرا غیب یہ کہ ابو قتلابہ احمق بھی تھا تہذیب التہذیب میں
کہ ابن التین شارح بخاری ناقل ہیں کہ ابو قتلابہ نے عمر بن عبد العزیز سے قسامہ کے متعلق کوئی مسئلہ بیان کیا
اور عمر ابن عبد العزیز نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ اس پر ابو الحسن علی بن محمد قابسی مالکی لکھتے ہیں کہ عمر بن
عبد العزیز پر حیرت ہے کہ باوجود خود بڑے عالم ہونے کے ابو قتلابہ کی بات کیسے مان لی ابو قتلابہ نقہار تابعین
نے لکھا بلکہ وہ تو لوگوں کے نزدیک احمقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۲۲)
کتے تعجب کی بات ہے ایسے احمق مدلس اور دشمن جناب امیر کی روایت ابو عبیدہ کے فضائل میں
نقل کی جاتی ہے اور اس روایت کو صحیح بخاری و مسلم میں جگہ دی جاتی ہے۔

عداوت جناب امیر کا نتیجہ ہمیں تمام نہیں ہوتا کہ یہ مدلس اور احمقوں میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ
میزان الاعتدال کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ ابو قتلابہ جہنم میں مبتلا ہو کر مرا ہوا تھا پیر آنکھیں سب
غائب ہو چکی تھیں۔

تیسرا راوی خالد بن عمران حذرا ہیں جنہوں نے ابو قتلابہ سے اس حدیث کی روایت کی ہو انکی
متعلق تہذیب التہذیب میں ہے۔

قال ابو حاتم يكتب حديثه
حديث اس کی لکھی تو جائے مگر قابل

احتجاج واستدلال ہیں۔ (جلد ۱۰ ص ۱۷)

پھر تعجب ہے کہ بخاری ایسے شخص کی روایت اپنی صحیح میں درج کریں مگر وہ کرتے تو کیا ابو عبیدہ
کے فضائل کے لئے بجز ایسے جرح راویوں کے اور راوی کہاں مل سکتا ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے یہ خالد بن ہرمان بصرہ میں جنگی تحصیل کرنے پر مقرر تھا اسی سلسلہ میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

بظاہر یہ سائے اعتراضات جو اُس پر کیے جاتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ آخر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا یا اس وجہ سے کہ وہ سلطنت کے امور میں داخل ہوا تھا۔

غرض کوئی بھی وجہ ہو یہ طے شدہ ہے کہ خالد مجروح ہے لہذا اس کی بیان کردہ روایت امین ہذا الامۃ قطعاً طور پر ناقابل التفاسیر۔

چونکہ راوی عبد الاعلیٰ ہے جسے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
”محمد بن سعد اسے متعلق کہتے تھے کہ یہ قوی نہیں ۱۸۹ء میں مر امام احمد کہتے ہیں کہ یہ شخص فرقہ پرہ کے عقائد رکھتا تھا بزار کہتے تھے قسم بخدا وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ کون پیر اُس کا بڑا ہے۔“

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۸)

ان حقائق کی روشنی میں بخاری کی پہلی روایت جو ابو عبیدہ کے مناقب میں مذکور ہے جس میں ابو عبیدہ کے خطاب امین ہذا الامۃ کا تذکرہ ہے کسی کام کی نہیں رہتی رہ گئی دوسری روایت جو اسی باب مناقب میں بایں الفاظ ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہم ضرور امین کو روانہ کریں گے اور اسکے بعد ابو عبیدہ کو روانہ کیا تو اسکے راوی ابو اسحاق سبیعی ہیں جسے باسے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

جو یہ مغیرہ سے روایت کرتے ہیں مغیرہ کہتے تھے کہ حدیث اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور عثم نے غارت کیا تو یہ کہتے تھے کہ بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ابو اسحاق آخر میں طبری ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے لوگوں نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۶۲)

اس ابو اسحاق کو معاویہ کے یہاں سے تین سو ماہانہ ملا کرتے تھے ظاہر ہے اس نے ان کی خواہش کے مطابق کافی حدیثیں گراہی ہوں گی۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

ابن حبان نے کتاب الثقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ ابو اسحاق بدس تھا زہد لیس کے متعلق ہر سبط ابن جوزی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ وہ خیانت ہے شرع میں حسین کمرانیسی و ابو جعفر طبری نے بھی اسے بد لیسین میں شمار کیا ہے۔ ابن بدینی اپنی کتاب اعلل میں لکھتے ہیں۔ شعبہ نے کہا میں نے ابو اسحاق کو حارث بن ازہع کے حوالہ سے حدیث بیان کرتے سائیں نے پوچھا کیا تم نے خود حارث سے یہ حدیث سنی ہے اس نے کہا مجھ سے مجالہ نے بیان کیا مجالہ نے شعبی سے سنا شعبی نے حارث سے سنا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ابو اسحاق جب کسی راوی کا نام لیتا تو ہم کہتے یہ تو مجھ سے بڑا ہے اگر کہتا کہ میں تو ہم سمجھتے اس کے ملاقات ہوئی ہوگی اور اگر کہتا کہ ہم اس سے بڑے ہیں تو چھوڑ دیتے اسکی بیان کردہ حدیث قبول نہ کرتے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۷۸)

طرہ تو یہ ہے کہ ابو اسحاق ایسا شخص تھا کہ عمر بن سعد ایسے شقی سے اس نے حدیثیں روایت کی ہیں جو امام حسینؑ کا قاتل تھا۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:-

عمر بن سعد اگرچہ فی نفسہ غیر متعم ہے لیکن یہ امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھا اور بہت سے زشت و زبوں افعال اس سے سرزد ہوئے شعبہ نے ابو اسحاق سے ایک حدیث روایت کی جسے اس نے غرار بن حریش سے سنا تھا اور اس نے عمر بن سعد سے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا تجھے خوف خدا نہیں کہ عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے اس پر وہ رونے لگا اور کہا کہ اب ایسا نہ کروں گا عجبلی کہتے ہیں بہت سے لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے اور وہ ثقہ تابعی تھا احمد بن زبیر کہتے ہیں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کیا عمر بن سعد ثقہ تھا کہا جہ شخص قاتل امام حسینؑ بودہ کو نہ کر ثقہ ہو سکتا ہے۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۳۲)

اب تو کسی تنفس کو بھی بخاری کی نا صبیبت و خارجیت میں شک نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ایسے ایسے راویوں کی بیان کردہ حدیثیں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جنہوں نے قاتلان امام حسینؑ سے حدیثیں سنی اور روایت کی تھیں۔

اس پر بھی اہل سنت نہ امت نہیں محسوس کرتے جو دعوائے ولائے اہل بیت طاہرین کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے صحاح ستہ ایسے راویوں کی بیان کردہ حدیثوں سے بھرے ہوئے ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کے قاتلوں سے حدیثیں روایت کی ہیں امام عجبلی کی تصریح بیان کی جا چکی کہ عمر بن سعد تابعی تھا اور ثقہ تھا اور اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی یعنی ایک ابو اسحاق سبعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ بہت سے علماء اہل حدیث نے اس سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:-

عمر بن سعد بن ابی وقاص زہری اسکی کنیت ابو حفص تھی مدینہ کا رہنے والا تھا کوفہ میں سکونت اختیار کی اس نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے اور ابو سعید خدری سے حدیثیں روایت کیں اس سے ابراہیم اور اسکے پوتے ابو بکر بن حفص ابن عمر ابو اسحاق سبعی، غیر ابن حریش، یزید بن ابی مریم، قتادہ زہری اور یزید بن ابی حبیب وغیرہ نے حدیثیں روایت کیں۔ عجبلی نے کہا کہ عمر بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے کئی حدیثوں کی روایت کی اور لوگوں نے اس عمر بن سعد سے حدیثیں روایت کیں یہ ثقہ اور تابعی ہے اور اسی نے حسینؑ کو قتل کیا۔ ابن ابی خثیمہ نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کو لشکر کے ساتھ بھیجا کہ حسینؑ سے جنگ کرے اور نثر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا کہ بھی عمر بن سعد کے ساتھ جا اگر وہ حسینؑ کو قتل کرے تو خیر ورنہ تو حسینؑ کو قتل کرنا اور لشکر کی سرداری تجھے حاصل رہے گی۔ ابن ابی خثیمہ ابن معین سے روایت کرتا ہے کہ حسینؑ کو جس نے قتل کیا وہ کو نہ کر ثقہ ہو سکتا ہے۔ عمر بن علی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید کو سنا ہے کہتے تھے کہ مجھ سے

اسماعیل نے بیان کیا اس سے غیر ارنے بیان کیا اس سے عمر بن سعد نے کہا اس پر موسیٰ نامی ایک شخص نے جو بنی ضبیہ سے تھا کہا ابوسعید یہ عمر بن سعد تو قاتل حسینؑ کو کیا اس سے روایت کرتے ہو اس پر وہ خاموش ہو گئے ابن خراش نے عمر بن علی سے بھی ایسی روایت کی کہ وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا تو عمر بن سعد سے روایت کرتا ہے وہ رونے لگا اور کہا کہ اب ایسا نہ کروں گا۔ حمیدی کہتے ہیں کہ۔

ہم سے سفیان بن سالم نے بیان کیا کہ ایک روز عمر بن سعد نے امام حسینؑ سے کہا ایک جماعت بے عقل کی خیال کرتی ہے کہ میں آپ کو قتل کروں گا امام حسینؑ نے فرمایا وہ بے عقل نہیں تسم خدا کی اسے عمر بن سعد ہمارے بعد تو ملک عراق کا گنبدوں بہت کم کھانے پائے گا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۷۲) اب اس سے بڑھ کر کیا عزت افزائی قاتلان امام حسینؑ کی ہو سکتی ہے کہ ادھر وہ امام حسینؑ کو قتل کرتے ہیں اور ادھر صحاح شہادت کے راوی بنتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی دینی درجہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عمر بن سعد سے صرف ابواسحاق سبیعی ہی نہیں حدیثیں روایت کرتا بلکہ اس کا بیٹا ابراہیم پوتا ابوبکر بن حفص نیز اور بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں اور وہ سب صحاح شہادت کے راوی ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کا کر بلا میں شہید ہونا اور عمرو عاص کا قاتل ہونا ایسا مشہور تھا کہ اس زمانہ کے لوگ قبل از وقوعہ مطلع تھے اور عمر بن سعد نے بھی اسکو نا اور امام حسینؑ سے دریافت کیا حضرت نے اسکی تصدیق فرمائی اور یہ بھی بتا دیا کہ تو بھی ہمارے بعد بہت کم زندہ رہے گا مگر اس پر بھی شقاوت اس پر غالب رہی اور آخر آپ کے خون سے ہاتھ رنگین کر کے رہا۔

مگر ہم کہیں سے کچھ بحث نہیں دنیا چیز ہی ایسی ہے کہ جو کچھ نہ ہو کم ہے مگر حیرت و تعجب علما اہلسنت سے ہے جو ایسے ایسے ملاعن سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان کی روایا اسکے صحاح شہادت کو زینت دیتے اور اسکے مدعی ہوتے ہیں کہ قاتلان امام حسینؑ سبشیہ تھے اس بیجانی کا کیا علاج ہے۔

ابواسحاق سبیعی جو اس حدیث انت ابی عبیدہ کا راوی ہے صرف عمر بن سعد ہی سے روایت نہیں کرتا بلکہ شمر سے بھی اس نے حدیثیں روایت کی ہیں عمر سعد کی طرح شمر بھی اسکا استاد حدیث ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

”شمر بن ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور ابواسحاق سبیعی اس روایت کرتا ہے۔ مگر شمر اس قابل نہیں کہ اس سے حدیثیں روایت کی جائیں یہ قاتلان امام حسینؑ سے ہے جسکو مختار کے رفقاء و انصار نے قتل کیا ابوبکر بن عیاس ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں ابواسحاق کہتا ہے کہ شمر ہلوگوں کے ساتھ نہ پڑھتا تھا اور کہتا تھا خدا یا ہم شریف ہیں ہلو بخشدے ہم نے کہا کیونکر تو بخشا جاسکتا ہے حالانکہ تو نے فرزند رسول کے قتل پر مدد کی تو اس نے کہا کہ ہمارے حاکموں نے اس کا حکم دیا پھر اگر اسکو انجام نہ دیتے تو ان گدھوں

سے بھی بدتر ہوئے۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ:-

یہ عذر تو اور کبھی قبیح ہے کیونکہ اطاعت نیک کام میں ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۱۱۱)
اب تو کسی کو اس میں عذر نہیں ہو سکتا کہ شمر بھی اہلسنت بلکہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہو کیونکہ
بخاری نے ابواسحاق سبیعی سے حدیثیں روایت کیں ابواسحاق نے شمر سے حدیثیں لیں اب اس سے بڑھ کر
قاتلان امام حسین کی کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے کہ وہ رواۃ صحیح بخاری کا استاد تھا۔

معلوم ہوتا ہے علامہ ابن حجر کو شمر آئی جو اس کے نام کو تہذیب التہذیب میں درج نہ کیا ورنہ اس کا
نام نہ لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی جبکہ اصحاب جلد ۲ ص ۱۱۱ میں تذکرہ کر چکے تھے:-

و لکھ حدیث عند ابی داؤد من طریق ابی اسحاق عنه و یقال انہ لم یسمع

منہ و انما سمعہ من ولده شمر۔

یعنی ابوداؤد کے یہاں ذی الجوشن کی روایت ہے بواسطہ ابی اسحاق اور کہا جاتا ہے کہ ابواسحاق
نے خود ذی الجوشن سے نہیں سنا بلکہ اسکے بیٹے شمر سے سنا تھا۔

غرض امین ہذا الامۃ کی روایت جو بخاری میں ہے وہ اسی ابواسحاق سبیعی کے واسطے سے ہے
جو بدلس بھی تھا اور دشمن اہلبیت طاہرین بھی تو کیا کسی عاقل کے نزدیک یہ روایت یا یہ کتاب صحیح ہو سکتی ہو۔
تیسرا طریق اس روایت کا وہ ہے جو بخاری نے کتاب المغازی میں لکھا ہے اس رواۃ حریف ہیں:-

عباس بن حسین - یحییٰ بن آدم - اسرائیل - ابواسحاق سبیعی - صلہ بن زفر۔

راوی اول عباس بن حسین قنطری ہے اسکے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:-

وقال ابن ابی جاتم عن ابیہ

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۱۱)

مجہول۔

تیسرا راوی اسرائیل ہے اسکے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:-

اسرائیل پوتے ہیں اسی ابواسحاق سبیعی کے ابن مدینی کہتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ یحییٰ القطان کی

مذمت کرتے تھے اس سے ناراض تھے نہ اس سے روایت کرتے تھے نہ شریک سے۔

(میزان الاعتدال ص ۱۱۱)

علامہ حجر عسقلانی لکھتے ہیں

ابن حزم نے اسکو مطلقاً ضعیف کہا ہے اور ان حدیثوں کو رد کر دیا ہے جن کا وہ راوی تھا۔

عثمان بن ابی شیبہ، عبدالرحمان بن مہدی کے حوالہ سے بیان کرتے کہ وہ چوتھا جو حدیثوں کو

چرایا کرتا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۱۱)

پھر کیوں نہ وہ اس حدیث کا راوی ہو کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین تھے جبکہ خود چور تھا۔ کیا کیا خوبصورت راوی بخاری کو ملے تھے۔

جو تھے راوی وہی ابواسحاق ہیں جو اسرائیل کے دادا تھے جن کا تفصیلی ذکر ابھی کچھ دیر پہلے کیا جا چکا۔ طریق ہمارم امین ہذا الامہ والی روایت کو بخاری نے جو تھے طریقہ سے کتاب المغازی میں لکھا ہے اُسکے حسب ذیل راوی ہیں۔

محمد بن بشار۔ محمد بن جعفر۔ شعبہ۔ ابواسحاق۔ عبد بن زفر۔
پہلے راوی محمد بن بشار ہیں جو ہند کے نام سے مشہور ہیں ان کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کذب الفلاش فلاش نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ اسکے بعد لکھتے ہیں۔

عبد اللہ دورقی کا بیان ہے کہ ہم لوگ یحییٰ بن معین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہند کا ذکر چھڑا کیا میں نے یحییٰ کو دیکھا کہ انھوں نے ہندار کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ میزان الاعتدال جلد ۱
علامہ ابن حجر نے بھی تقریباً وہی عبارت لکھی ہے جو ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھی ہے نیز وہ لکھتے ہیں۔

عمر بن علی بہ قسم کہا کرتے کہ ہندار نے یحییٰ سے جتنی روایتیں کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔

عبد اللہ بن علی مدینی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے ہندار کی اس حدیث کے متعلق جو اس نے ہسلہ اسناد پیغمبر سے روایت ہے کہ تسخروا فان فی السجور برکتہ سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے روایت کیا۔ تو میرے باپ نے کہا یہ جھوٹ ہے اور انھوں نے سخت انکار کیا۔ یحییٰ بن معین کے سامنے اسکا تذکرہ ہوا تو انھوں نے مطلق اہمیت نہ دی اسی طرح نواری بھی اسکو پسند نہ کرتا تھا اور کثما تھلہ کہوہ بڑ ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۷۷)

پھر بتائیے ایسے شخص کی روایت کب اس قابل ہو سکتی ہے کہ وہ صحیح سمجھی جائے امام علی کہتے ہیں کہ وہ عانک۔ کھا پھر کیوں نہ ایسی روایت کرے کہ ابو عبیدہ امین ہذا الامہ ہیں۔

دوسرا راوی محمد بن جعفر عن ذر ہے میزان میں اس کے متعلق ہے کان مغضلاً یہ احمق تھا۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی میں بھی تقریباً یہی لفظیں ہیں اس کا نام عند ذرا بن جریج نے رکھا کیونکہ بہت فساد جھگڑا کرتا اور ایسے شخص کو اہل حجاز عند ذرا کہتے ہیں۔ یحییٰ بن معین حکایت کرتے ہیں کہ عند ذرا ایک روز پھلی خرید کر لایا اور گھر والوں کو پکانے کو کہہ کر سب گیا ان لوگوں نے پھلی کو تو کھا ڈالا اور اُسکے ہاتھ میں شور بہ لگا دیا جب یہ بیدار ہوا تو کھانسی پھلی لاؤ سمجھوں نے کہا واہ تم تو کھا کر سو رہے تھے اپنے ہاتھ سو نگاہو جب سو نگاہ تو اُس سے پھلی کی خوشبو آئی۔
تذکرہ ذہبی اور تہذیب التہذیب ابن حجر میں ہے۔

عن ابن معین قال قد مناعلی عندی فقال لا احد شک حتی تمشوا

حلقی فیراکم اهل لسوق فیکرمونی۔ (جلد ۹ ص ۹)

یحییٰ بن معین کہتے تھے ہم لوگ حدیث سننے عندہ کے پاس گئے تو اُس نے کہا جب تک ہمارے پیچھے پیچھے بازار میں نہ چلو گے کہ لوگ دیکھیں اور ہماری تعظیم کریں تب تک ہم حدیث نہ بیان کریں گے۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا جب اسکے پیچھے چلے تو راستہ میں لوگ اس پوچھنے لے ابو عبد اللہ یہ کون لوگ ہیں تو یہ کہتا یہ اصحاب حدیث ہیں جو بغداد سے ہمارے پاس حدیث سننے اور لکھنے کے لئے آئے ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر اس شخص کی دنیا داری کی کیا دلیل ہو سکتی کہ اس غرض سے کہ لوگ اس کی قدر و منزلت کریں شاگردوں سے خواہش کرتا کہ ہمارے پیچھے پیچھے بازار میں چلو ایسے ہی لوگوں کا علاج حضرت

عمر نے دُرّہ تجویز کیا تھا جب کہ تاریخ خمیس میں ہے۔ ایک دفعہ عمر کا گزر ہوا اور سعد بن ابی وقاص تعظیم کے لئے نہیں اُٹھے تو حضرت عمر نے ان پر دُرّہ چلا دیا اور کہا اگر خلافت کے نہیں ڈرتے تو خلافت بھی تم سے نہیں ڈرتی۔ ابی ابن کعب ایک دفعہ جا رہے تھے اور کچھ لوگ اُن کے ساتھ پیچھے پیچھے جا رہے تھے عمر نے دیکھا تو دُرّہ چلا دیا اور کہا یہ ذلت ہے

تابع کے لئے اور فتنہ ہے متبوع کے لئے۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲)

تیسرا راوی دہی ابو اسحاق سلیمی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ کیا جا چکا کہ وہ عمر سے اور شمر بن ذی الجوشن سے حدیثیں لیا کرتا تھا۔

طریق پنجم۔ بخاری نے امین هذه الامه والی روایت کو باب المغازی میں پانچویں طریق سے بھی لکھا اس روایت کے راوی وہی ابو اسحاق سلیمی خالہ بن خذافہ ہیں جن کی قدح مذکور ہو چکی۔

اجاب الاحاد میں بھی بخاری نے اس امین هذه الامه والی روایت کو دو طریقوں سے لکھا مگر ان سب کے راوی وہی ابو اسحاق سلیمی خالہ بن خذافہ اور ابو قتلابہ ہیں پھر کیونکر اس کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے پیغمبر خدا نے ابو عبیدہ کو امین هذه الامه کا خطاب دیا حالانکہ ایک حدیث بھی اہلسنت کے مقررہ قواعد کے مطابق صحیح نہیں آتری، صحیح مسلم میں بھی یہی روایت چار طریقوں سے مروی ہے پہلے طریق میں ابو قتلابہ اور خالہ بن خذافہ کا نام ملتا ہے حتیٰ قدح مذکور ہو چکی اس کے علاوہ ایک راوی اسمعیل بن علیہ بھی ہیں جن کے بارے میں میزان الاعتدال میں ہے۔

سہیل بن شاذان روایت کرتے ہیں میں نے علی بن حزم کو کہتے سنا کہ میں نے وکیع سے کہا ابن علیہ کو منہ بنید پیٹے دیکھا اتنا پیتا تھا کہ گھسے پر لا دیا جاتا اور محتاج ہوتا کہ کوئی اسکو گھر تک پہنچائے۔

مسلم کی پہلی روایت یوں غارت ہوئی۔ دوسری روایت کا مدار ثابت بتائی پر ہے جس کے متعلق تہذیب التہذیب میں ہے قال یحیی القطان اختلط۔ یحیی القطان کہا کرتے کہ مڑی ہو گیا

تھا۔ اور اسی طریق میں ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں جن کے بارے میں اسی تہذیب میں ہے و تغیر
حفظہ بالآخر اس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا۔

ایک راوی اس کا عمر بن ناقد ہے جسکی علی بن مدینی نے قدح کی ہے اور کہا ہے ہذا کذب
لحدیر و یہ صریحی جھوٹ ہے۔

تیسرا طریق بروایت ابواسحاق سبیعی ہے جس کی قدح مذکور ہو چکی۔ چوتھی روایت بھی ابواسحاق
سبیعی کی ہے۔

ایک اور روایت اسی مضمون کی حسین بن محمد بغدادی سے مسلم نے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
ابو عبیدہ امین ہذہ الامۃ
وان حبر ہذہ الامۃ ابن عباس۔ اس اُمت کے عالم ہیں۔

اس کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں اور ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں ہذا
باطل۔ یہ حدیث قطعی باطل ہے۔

ابن روایات سے یہ بات تو قطعی طور پر ثابت ہو گئی کہ
پیغمبر خدا نے ابو عبیدہ کو ہرگز یہ لقب نہیں دیا کیونکہ

اس کے متعلق جتنی بھی روایتیں صحیح بخاری صحیح مسلم میں درج ہیں ایک روایت بھی معیار تحقیق پر پوری نہیں
اُترتی لہذا ضرور سمجھیں کہ ہم اسکی مزید تحقیق کے لئے دوسرے فرق کی روایات پر بھی نظر کریں۔

علامہ مجلسی کی مشہور تصنیف حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۳ میں یہ کہہ کر۔

جب آں حضرت جناب امیر کو بمقام غدیر علی الاعلان اپنا خلیفہ و جانشین کر چکے اور فرمایا
من کنت مولاً فهذا علی مولاً تو صحابہ سے ۱۲ آدمیوں نے آپس میں عہد کیا کہ خلافت
کو خاندان رسالت میں نہ رہنے دینگے اور ہر شخص اسکا اعلان کرے کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں
مقرر کیا اس مضمون کا ایک قرار نامہ لکھا گیا جس کا کاتب سعید بن عاص تھا اور وہ نوشتہ ابو عبیدہ کے پاس
بطور امانت رکھا گیا جو بعد کو خانہ کعبہ میں اویزاں کیا گیا۔ رسالتاً نے اس واقعہ کو شکر ابو عبیدہ سے کہا تمہیں
کس چیز سے مثال دی جائے جبکہ تم اس نوشتہ کے امین بنے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فویل
للذین یکتبنون الکتاب باید یحمد ویل ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے
ہیں پھر لکھتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اس بہت معمولی قیمت حاصل کرتے ہیں ویل ہو اس چیز کے لئے جس کو
ان کے ہاتھوں نے لکھا ہو اور ویل ہے انکی کمائی پر۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۳۳)

چونکہ اس کا الہام ہے کہ روایات شیعہ سے ہم کام نہیں لینگے لہذا اصل روایت درج نہیں کی صرف اسکا
حوالہ دیدیا کہ معلوم ہوا ابو عبیدہ کو امین ہذہ الامۃ جو خطاب دیا گیا وہ اسی نوشتہ کی امانت داری پر دیا

پر دیا گیا ہے۔ تمام عالم کو معلوم ہے کہ کسی امت میں یہ عہدہ کسی کو نہیں دیا گیا تاہم روایت و انجیل تمام عالم میں مشہور ہیں اگر یہ کوئی عہدہ ہوتا تو اس کا ذکر ان کتابوں میں یا کتب تواریخ میں ضرور ہوتا مگر واقعہ یہ ہے کہ کہیں نام و نام نشان بھی اسکا نہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ فرمائیں ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ہے۔

اگر ہم اس روایت حیات القلوب کی تصدیق کتب اہل سنت سے کرنا چاہیں تو بہت آسانی سے تصدیق ہو سکتی ہے کیونکہ اصل واقعہ تو یقیناً موجود ہے البتہ نام میں ذرا دشواری ہوگی کیونکہ حضرات اہلسنت نے ان ناموں کو اڑا دیا ہے بروایت حیات القلوب حسب ذیل حضرات اس معاہدہ میں شریک تھے۔
ابوبکر - عثمان - طلحہ - عبدالرحمان بن عوف - سعد بن ابی وقاص - ابو عبیدہ بن الجراح - معاویہ بن ابوسفیان - عمرو بن العاص - ابوقریش اشجری - مغیرہ بن شعبہ - اوس بن حذافہ - ابو ہریرہ -

ابو طلحہ انصاری۔

سالم مولیٰ ابی حذیفہ بھی اسکے بعد شریک ہوئے اسکے علاوہ اور بھی چند منافق تھے جنکی تعداد چوبیس مانتی ہیں ہم یہ نظر اختصار اور باتوں کو ترک کر کے صرف اس بات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ بقول اہلسنت پیغمبر خدا نے ابو عبیدہ کو امین هذه الامۃ کا جو لقب عطا کیا تو واقعات کہاں تک اسکی صداقت ثابت ہوتی ہے اور ان سے امتداری کیسے کیسے مطالبہ ہوئے سب سے پہلے جو واقعہ پیش آیا وہ وفات رسول کا ہے۔ پیغمبر کی رحلت کے بعد جب ابوبکر و عمر سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ابو عبیدہ بھی تھے۔ حالانکہ اگر ہر مودہ رسولؐ یہ امین ہوتے تو امتداری کا تقاضا یہ تھا پیغمبر کے جد اطہر کی حفاظت اسکے احترام میں فرق نہ آنے دیتے اگر بقول اہلسنت یہ لقب خود رسول اللہ نے دیا تھا تو کب ممکن تھا کہ وہ بلا دفن و کفن رسول قصد کرتے کہ سقیفہ میں جلتے اور وہاں سرگرم مجادلہ و مکابہ ہوتے۔

وہاں پہونچ کر حضرت ابوبکر کہتے ہیں عمر یا ابو عبیدہ کی بیعت کر لو۔ مگر انہیں کہتے کہ رسول اللہ نے انکو امین هذه الامۃ کا خطاب دیا ہے اگر واقعا رسولؐ انھیں یہ خطاب دیے ہوتے تو اس سے بہتر کوئی موقع اس خطاب کے یاد دلانے کا نہ تھا۔

ایک اور پیچیدگی جس کا یہاں حضرات اہلسنت کو سامنا کرنا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر کے فضائل و مناقب کی بہت سی حدیثیں درج ہیں جس سے انکے استحقاق خلافت پر روشنی پڑتی ہے مگر یہاں سقیفہ میں کسی کو وہ حدیثیں یاد نہیں آئیں بلکہ کہا جاتا ہے تو یہ کہ ابو عبیدہ یا عمر کی بیعت کر لو۔ کوئی نہیں کہتا کہ ابوبکر کے متعلق تو رسول اللہ ایسا ایسا فرما چکے ہیں۔ بہر حال سقیفہ میں نہ تو ابوبکر کے فضائل کی حدیثیں کسی کو یاد آئیں نہ ابو عبیدہ کے متعلق امین هذه الامۃ کا کوئی حوالہ دیتا ہے اس سے تو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ امین هذه الامۃ کا خطاب بالکل خانہ ساز ہے اور بعد کی پیداوار

ہے رسول اللہ کی لب و زبان سے اسکو کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا موقع ابو عبیدہ کی امانت داری کے ظاہر ہونے کا اس وقت پیش آتا ہے جبکہ جناب امیر ابو بکرؓ کے لیے طلب کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے استحقاق خلافت کو ظاہر کرتے ہیں اور معاملہ طے ہو جاتا ہے ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ جب تک سیدہ زندہ ہیں ہم مجبور نہیں کر سکتے مگر ابو عبیدہ کہتے ہیں۔

اے پسر علم تم ابھی کس ہو اور یہ لوگ سن رسیدہ افراد ہیں تم کو ایسا تحرہ اور معرفت نہیں حاصل ہے ابو بکرؓ کو ہم جہاں تک جانتے ہیں تم سے اس میں زیادہ قوی ہیں اور قوت عقل و استطاعت میں وہ بڑے ہوئے ہیں لہذا اس خلافت کو ان کے حوالے کر دو اگر تم زندہ رہے اور زمانہ نے طول پکڑا تو تم بوجہ فضل و دین و فہم و سابقہ شہرت و صبر ہر طرح اسکے لائق اور مستحق ہو۔ (کتاب الامامہ و السیاسة ص ۱۷)

غور فرمائیے کہ یہ کلام ایسا نڈاری و امانت داری کے مناسب یا نہیں؟ کیونکہ جناب امیرؓ کا استدلال یہ تھا کہ تم نے بوجہ قرابت رسول اس امر کو انصار سے حاصل کیا اور انھوں نے ابو جہ سے خلافت تم کو دیدیا تو اب بیکھو ہم زیادہ قریبی ہیں یا تم لوگ؟

ابو عبیدہ ان سب باتوں کو تسلیم کرتے ہیں تم میں فضل بھی ہے دین بھی ہے علم بھی ہے سابقہ و قریب و رشتہ و امانت بھی ہے مگر بوجہ معاہدہ سابقہ یہ رائے دیتے ہیں کہ چونکہ تم کس ہو اور یہ لوگ بزرگ ہیں لہذا خلافت انکے حوالے کر دو۔ آخر یہ کس قسم کی امانت داری ہے مقتضائے امانت داری تو یہ تھا کہ ابو عبیدہ یہ کہتے چوں کہ رسول اللہؐ آپ کو خلیفہ کر چکے ہیں لہذا کسی کو دخلت کا حق نہیں۔ یہ ایمان داری کی تقریر تھی اور اگر انھیں رسول کو کسی لائق نہ جانتے تھے تو یہی کہتے کہ چونکہ خلافت کا مدار پنجائست پر ہے اور ابو بکرؓ کو خلیفہ مان لیا گیا ہے آپ کو دخلت کا حق نہیں۔ یہ فیصلہ مقتضائے جنبہ داری کے مطابق ہوتا نہ یہ کہ حق تو جناب امیرؓ کے تسلیم کریں اور بات یوں بنائیں کہ یہ بڑے ہیں لہذا اسی کو مان لو۔

کیا کوئی ایسا نڈار جیسا فیصلہ کر سکتا ہے کہ حقدار تو تم ہو مگر اپنے حق سے باز آؤ اب دیکھو جناب امیرؓ نے اس کا کیا جواب دیا۔ اسی کتاب الامامہ میں ہے۔

”جناب امیرؓ نے فرمایا اللہ اللہ! معاشرہ مہاجرین سلطنت محمدؐ کو ان کے خاندان سے نکال کر عرب کی طرف نہ لیجاؤ۔ (جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اس کا پورا علم تھا کہ کیا معاہدہ ہو چکا ہے) پھر فرماتے ہیں۔

سلطنت محمدیہ کو ان کے خاندان سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لیجاؤ (جس سے معلوم ہوا کہ حضرت جانتے تھے یہ کارروائی خاص اسی غرض سے کی گئی ہے)

حضرت تبصریح فرماتے ہیں کہ۔

یہ صریح ظلم ہے کہ تم حقداروں کو محروم کر کے اپنے لوگوں میں لیجاتے ہو اور اس وجہ اور شان کو مٹاتے ہو جو ہم لوگوں کو حاصل ہے۔

پھر حضرت فرماتے ہیں کہ۔
اے گروہ ہماجرین خوب سمجھ لو کہ ہم سب زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ہم اہلبیت ہیں اور سب سے زیادہ اسکے حقدار ہیں۔
حضرت اس پر ترقی فرماتے ہیں کہ۔

صرف ہم ہی اسکے حقدار نہیں ہیں بلکہ جب تک ہمارے خاندان ہیں ایک شخص بھی رہے گا وہ حقدار ہو گا کیونکہ قاری کتاب اللہ فقہ فی دین اللہ عالم سنن رسول اللہ ہم ہی لوگ ہیں۔ رعیت کے امور کے ہم ہی واقف ہیں جو بلا ان پر آ سکتی ہے اسکو دور کرنے والے ہم ہی ہیں۔ ہم لوگ ان میں حق مساوات قائم رکھ سکتے ہیں۔ تو اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو کہ راستی سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

دیکھئے حضرت نے کیسی پیشین گوئی فرمائی کہ اگر تم نے اس خلافت کو خاندان رسالت سے نکالا تو وہ برکت جاتی رہے گی جس کا بد ہی نمونہ لوگوں نے چند ہی سال بعد دیکھ لیا کہ خلیفہ دوم نے اس تاعدہ کو منسوخ کر دیا جو رسول اللہ نے تقسیم بالسویہ کا مقرر کیا تھا۔

اگر حضرت کی اور باتوں میں شک کرتے ہو تو کرو مگر اس میں شک نہیں کر سکتے کہ تقسیم بالسویہ کا قانون خلیفہ دوم نے توڑ دیا اور شخصیت معیہ تقسیم فرادی جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کا وہ ذریعہ اصول کہ ہر شخص مساوی ہے خاک میں ملا دیا گیا ظالم کا ظلم تو ہمیشہ تیز رہتا ہے اب مال کے زیادہ ملنے سے اور بھی اسکی قوت بڑھے گی اور کمزور لوگ کمزور ہوتے جائیں گے۔

اب تم ہی غور کرو کہ رسول اللہ نے اگر امین کا خطاب دیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ وہ ایسی ہی کرتے جو اصول یا بنیاد و دیانت داری کے بالکل خلاف ہے۔

ان اہل عہدہ نے جناب میرے یہ جو کہا کہ تم کو وہ تجربہ نہیں ہے جو ابوبکر کو حاصل ہے تو قابل غور ہے کہ ابوبکر کو کتنا تجربہ حاصل تھا کیونکہ روز اسلام سے تو کوئی کام انھوں نے ایسا کیا نہیں جس سے تجربہ کار کے جیسے شروع شروع پیغمبر کو ملے دی کہ اسلام کا اعلان کر دیا جائے پیغمبر کی ممانعت کے باوجود نہ مانے جسکے نتیجے میں زد و کوب کا سامنا کیا اسکے بعد ہر جنگ میں پیغمبر کو چھوڑ کر جان بچانی پھر تجربہ کہاں سے ہوا جبکہ جناب امیر کا تجربہ ان سے ہر بات میں بڑھا ہوا تھا آپ سات برس ابوبکر سے پہلے اسلام لائے۔ بسر شہر بوطالب میں رہے جہاں حضرت ابوبکر کو کسی طرح آمد و رفت بھی نصیب نہیں ہوئی پھر جس شخص کا دس سالہ تجربہ زیادہ ہوا اسکو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کا تجربہ کم تھا۔

(۲۲۳) عامر بن عبدہ روایت کرتے ہیں کہ۔

حضرت نے فرمایا بیشک شیطان لوگوں کے پاس آدمی کی صورت میں آتا ہے لوگ فقط اسکی

صورت کو پہچانتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اس کا نسب کیا ہے اور لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہیں۔
 پھر لوگ نقل کرتے ہیں کہ ہم سے فلاں شخص نے جس کا یہ نام تھا یہ حدیث بیان کی ہے اور وہ لوگ
 نام سے زیادہ اس کا کچھ حال نہیں جانتے جو ذکر کریں ان کا ذکر وہ عمر نے لکھا ہے۔ (ص ۱۱)
 حضرات اہلسنت کو اس حدیث پر پورا خیال کرنا چاہیے کیونکہ اکثر روایتیں ان کی ایسی ہیں کہ
 کسی مجہول سے روایت کرتے ہیں۔

اب ہم اس جلد کو ہمیں تمام کرتے ہیں کیونکہ اس کے بعد ایسے نامی گرامی اصحاب کے نام آئیں گے
 جن کے تذکرے میں خواہی سنو اسی سخیاز ہی طول ہو گا۔ جس میں عبد اللہ بن عمر و عاص۔ عمرو عاص وغیرہ ایسے
 اہل بیت ہیں جن کے حالات بہت طولانی ہیں۔

یہاں تک صرف چار جلد اسد الغابہ اور تین جلد اصحابہ کا خلاصہ کیا گیا ہے اور ایک جلد استیعاب
 باقی جلد میں ابھی باقی ہیں مگر اہلسنت کے صحابہ کی ایمانداری اور محبت اولاد رسول کے لئے یہی کافی ہے کہ
 واقعہ حرا میں جو اس واقعہ کو ہلا کے تیسرے سال واقع ہوا جس میں حکم یزید یلید مدینہ رسول غارت
 کیا گیا اور روضہ رسول کی بیکھرتی ہوئی اس میں کچھ اور پشیمانی قریش سے اور اسی قدر انصار سے مارے گئے
 اور چار ہزار ساڑھن اس سے جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور چار پانچ فرزند زید بن ثابت انصاری کا تب
 قرآن کے دیکھو کتاب الامامة والیاسہ ص۔

جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہی اشخاص جناب امام حسین کی نصرت کرتے تو یہ نوبت کیوں آتی کہ
 حضرت اس بے بسی کے عالم میں شہید کیے گئے۔ تاریخ خمیس میں ہے۔

وقتل امیر المدینة عبد الله بن خطله وسبعائة من المهاجرين والانصار
 وقُتل منهم معقل الاشجعي وعبد الله بن زيد المازني مع عبد الله بن خطله
 الغسيل وهو اداء من الصحابة ودخل مسلمة المدينة واباحها ثلثة وذا لك
 في اخر سنة ثلاث وستين (ص ۳۳۸)

یعنی امیر مدینہ عبد اللہ بن خطلہ کے ساتھ سات سو مهاجرین و انصار سے قتل ہوئے اور معقل اشجعی اور عبد اللہ
 بن زید مازنی بھی مارے گئے اور یہ سب صحابہ سے تھے۔

اس کے بعد مسلم بن عقبہ داخل مدینہ ہوا اور تین روز تک مدینہ منورہ لوٹا گیا اور یہ واقعہ آخر ۶۳ء کا ہو۔
 اب آپ ہی غور فرمائیے کہ سات سو مهاجرین و انصار تو واقعہ حرا میں مارے جائیں مگر ان میں سے
 کسی کو اسکی توفیق نہ ہوئی کہ جناب امام حسین کی مدد کرے تو پھر کیونکر اس کا دعویٰ کیا جاسکتا ہو کہ صحابہ رسول اللہ
 کو اہل بیت رسول سے محبت تھی سب دنیا دار تھے جدھر دنیا کا رخ دیکھا اُدھر تھک پڑے اسی لئے تو قرآن
 مجید میں ہے منکم من یزید الدنیا ومنکم من یرید الاخرة یعنی کچھ تم لوگوں میں طالب دنیا

ہیں وہ تو ان خلفاء کے ساتھ رہے جو خلافت و حکومت پر فائز ہوئے اور کچھ لوگ تم سے طالب آخرت ہیں جو اہلبیت طاہرین کے ساتھ رہے۔ وقلیل من عبادی الشکور خداوند عالم فرماتا ہے ہمارے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

واقعہ حرا ایسا عظیم الشان واقعہ ہے کہ ہمارے قلم میں اسکی طاقت نہیں ہے کہ اسکی تفصیل کر سکے کیونکہ روضہ رسول کے ساتھ وہ بے ادبی کی گئی کہ پناہ بخدا اگھوڑے گدھے تبر شریف کے ساتھ بے ادبی کرتے ہزاروں صحابہ کی لڑکیوں کی ازالہ بکارت کی گئی جس سے ہزار اولاد زنا پیدا ہوئی مگر چونکہ خود مسلم بن عقبہ بھی صحابی ہے جس نے اس طرح کی بے ادبی کی لہذا کچھ مختصر حال اسکا حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

ثبوت صحابیت کے پہلے اصحابہ جلد ۶ قسم اول ملاحظہ ہو جس میں ان صحابہ کا ذکر ہوتا ہے جو صحبت رسول سے فائز ہوئے اور حضرت کے حدیث کی روایت کی۔

مسلم بن عقبہ الاشجعی ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وساق بسندہ من طریق ابراہیم بن امیہ وقال سمعت نوح بن حبيب يقول فيمن روى عن النبي من اشجع مسلم بن عقبه - (ص ۹۵)

یعنی امام ابن عساکر نے ان لوگوں میں جو قبیلہ اشجع سے تھے اور پیغمبر سے انھوں نے حدیثیں روایت کی ہیں مسلم بن عقبہ کا نام بھی لکھا ہے۔

یہی مسلم بن عقبہ ہے جو کوزید نے امیر لشکر بنا کر غارت مدینہ کے لئے روانہ کیا ابن عساکر کہتے ہیں اس حضرت سے ملاقات کی ہے اور جنگ صفین میں یہ معاویہ کے ساتھ تھا اور پیادوں کا سردار تھا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب زید نے اس کو امیر لشکر بنایا ہے تو کچھ اوپر لوٹے برس کا تھا جس سے واضح ہوا کہ ضرور وہ حضرت کے زمانہ میں کھل تھا یعنی ادھیڑ۔

اس مسلم نے قتل و غارت اہل مدینہ میں بڑا ظلم کیا کہ نہ چھوٹے کو چھوڑا نہ بڑے کو اسی وجہ سے اسکا نام مسرت رکھا گیا اس نے مدینہ منورہ کے قتل و غارت کو تین روز تک مباح کیا کہ لشکر تمام لوٹتا تھا غارت کرتا تھا قتل کرتا تھا زنا کاری کرتا تھا تین روز کے بعد امان دی گئی اس کے بعد زید کی اس طرح بیعت لی کہ وہ غلام ہیں زید کے جو چاہے وہ کرے اس کے بعد وہ مکہ کے غارت کو روانہ ہوا اور راہ میں واصل بکھنم ہوا۔ (ص ۱۷۲)

اب غور فرمائیے کہ یہ مسلم بن عقبہ صحابی رسول ہے حضرت کی صحبت میں پہنچ چکا ہے۔ حدیث کی روایت کر رہا ہے مگر کیسا مسلمان ہے اور کیسا صحابی کہ زید فاسق فاجر کی خوشامد میں وہ مدینہ جاتا ہے مدینہ لوٹتا ہے روضہ رسول کو بھرت کرتا ہے اور پھر مسلمان کہا جاتا ہے۔ پھر اگر ایسے ہی صحابہ نے ترک فافت جناب امام حسین کی تو کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔

آہ آہ یزید اسکو خود نہیں روانہ کرتا بلکہ وہ خود اصرار کرتا ہے اور باصرار روانہ ہوتا ہے۔
کتاب الامامة والسياسة میں ہے کہ:-

مسلم قبل روانگی مدینہ بیمار پڑا تو یزید اسکی عیادت کو آیا اور کہا کہ افسوس تو اس حالت میں ہو
اور معاویہ کے وصیت کی تھی کہ تم کو بھیجیں اور تمھاری یہ حالت ہے۔

فقال يا امير المؤمنين ان لا تحرموا جراسا فله الله اني انما انا امرؤ وليس لي باس
تو مسلم نے کہا ہم تمکو قسم خدا کی دیتے ہیں کہ اس اجر سے ہمکو نہ محروم رکھو جو خدا کھینچ کر ہماری طرف لایا ہے ہم
بھی مرد ہیں اس طرح کی بیماری ہوتی ہی رہتی ہے کوئی مضائقہ نہیں تم جانے دو۔

کہئے کیسا ایمان ہے اس مقدس صحابی کا کہ یزید تو وجہ بیماری روک رہا ہے اور وہ قسم دیکر خود مدینہ جاتا
ہے اور اس قتال اہل مدینہ کو وہ اجر قرار دیتا ہے جو خدا کھینچ کر اسکی طرف لایا ہے۔

کہئے اس سے بڑھ کر کیا ایمان داری ہو سکتی ہے کہ خود رسول کا صحابی مدینہ غارت کرنے جاتا ہے اور اسکو
موجب کمال اجر و ثواب جانتا ہے پھر ایسوں کو فرزند رسول کا قتل کرنا کیا دشوار تھا۔

نتیجہ مسلم بن عقبہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسکی معذرت بھی کی ہے کہ ہم صرف وجہ تقلید ابن عباس اس
نام کو لکھا ہے مگر پھر پر وہ داری یوں کرتے ہیں۔

فجول بالموت فمات بالطريق
وذلك سنة ثلاث وستين
کہ اس ظلم و ستم کے سبب سے اُس کی موت میں
جلدی کی گئی چنانچہ وہ مکہ معظمہ کی راہ ہی مر گیا۔

مگر امام قتیبہ اس کی یوں پر وہ داری کرتے ہیں کہ کتاب الامامة والسياسة میں ہے

ثم مات مسلم بن عقبه فدفن بقفا المشلل وكان ام ولد ليزيد بن

عبد الله بن زمره على اثره فخرجت اليه فنبشته من قبله ثم احرق عليه النار
واخذت اكفانها فشقها وعلقها بالشجرة فكل من مر عليه يرميه بالحجارة (مش)

یعنی مسلم بن عقبہ راہ میں مکہ و مدینہ کی مر گیا۔ اور قفا مشلل میں (مقام کا نام) دفن کیا گیا اسکو
پیچھے یزید بن عبد اللہ بن زمرہ کی زوجہ (صحابیہ) آ رہی تھی اُس نے جا کر اُس قبر کو کھود کر اور اُس لاش کو نکال کر
جلایا اور اُسکے کفن کو لیکر چاک کیا اور ایک درخت میں لٹکا دیا تو جو شخص اُدھر سے گذرتا اُس پر پتھر مارتا۔
اور تین چوبیس میں ہے:-

ثم نبش وصلى هناك وكان يرمى كما يرمى قبو ابى رغال دليل ابرهه

المدفون بالمعص والمشلل على ثلاثة من قد يد (۴۳)

یعنی اس کی لاش نکالی گئی اور سولی دی گئی اور لوگ اُس پر اُسی طرح پتھر مارتے تھے جس طرح قبو ابی رغال
پتھر مارتے تھے اور وہ دلیل درہ نام تھا ابرہہ جو اُسی لیکر خانہ کعبہ گرنے آیا تھا اور مدون ہر معصیل و مشلل میں

اب ہم اس بحث کو ہمیں تمام کرتے ہیں کیونکہ اس مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں دو صحابی اور تھے ایک
روح بن زنباع جس کا حال نہ کور ہو چکا اور دوسرا حصین بن نمیر سکونی کہ وہ بھی صحابی ہے چنانچہ
اسی تاریخ ہمیں میں ہے۔

فلما بلغ ذلك يزيد سدد لوجه الحصين بن نمير السكوني وروح بن زنباع
الجداحي وضعه الى كل واحد جيشا واستعمل على الجميع مسلم بن عقبه المرعي
وجعله امير الامراء (ص ۲۲)

یعنی یزید کو جب خبر مخالفت اہل مدینہ پہنچی تو حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع کو سردار لشکر
مقرر کیا اور سب کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ کو بنایا۔

مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ کو حکم یرید غارت کیا تو کہ کتاب الامامۃ والسیاستہ میں ہے:-
ان مسلما لما فرغ من القتال بعث برؤس اهل المدينة الى يزيد فالتقت
بين يديه رجل يقتل بقول ابن الزبير يوم واحد

لبت اشياخي ببدر شهدوا جوع الخزرج من وقع الاصل
لاهلوا واستهلوا فرح وقالوا ليزيد لا تشل

یعنی مسلم نے قتل اہل مدینہ کے بعد ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا جب وہ سر اٹکے سامنے ملے
گئے تو اس نے ابن الزبیری کے یہ اشعار پڑھے کہ کاش ہلکے جو بزرگ بد مذہب مارے گئے وہ دیکھتے کہ کس طرح
ہم نے انتقام لیا ہے تو وہ مائے خوشی کے پھولے نہ ملتے۔

دیکھئے یہ وہی اشعار ہیں جو یزید نے بعد شہادت امام حسینؑ مبارک کو دیکھ کر پڑھے تھے وہی اشعار
آج پھر پڑھ رہا ہے کیونکہ اہل مدینہ ہی کی نصرت کے جناب رسالتؐ آئے جنگ بدر کو فتح کیا تھا مگر اس پر
بھی اہلسنت کو ایمان یزید میں کسی طرح کا غرور ہی نہیں۔

مسلم بن عقبہ کی شقاوت ہمیں نہیں تمام ہوتی بلکہ امام زین العابدینؑ کو جب مدینہ منورہ بلایا ہے تو چونکہ
امامؑ نے مروان بن غیرہ کو بناہ دی تھی اسلئے مروان بن عبد الملک کے ساتھ تھے اپنی عزت و احترام میں فرق نہ آئے جب
حضرت وہاں آکر بیٹھے تو پانی پینے کو طلب کیا۔

قال لعمري لا تشرب من شرابنا فارتعدت فؤا لم يامنه على نفسه و
امسك القدح - (ص ۲۳ جلد ۲ کامل)

یعنی پانی کا پیالہ حضرتؑ نے ہاتھ میں لیا تو مسلم نے کہا ہمارا پانی نہ ہو جس سے حضرتؑ کا
ہاتھ کلپنے لگا اور نفوت ہوا کہ اب جان کی خیر نہیں ہے پیالہ ہاتھ میں لئے رہ گئے۔

اس کے بعد مسلم نے کہا چونکہ یزید نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ سے تعرض نہ کریں لہذا ہم چھوڑ دیتے ہیں آپ

چاہیے تو پانی پی لیجئے۔

اُس کے بعد اپنے سر پہ بٹھلایا پھر کہا آپ کے اہل و عیال خائف ہونگے لہذا اگر چاہیے تو تشریف لے جائیے چنانچہ سواری پر رین کسواکر حضرت اکو بہ احترام رخصت کیا اور حضرت دو تشریف لے گئے جن مقبولین کی فہرست دی گئی ہے اُس میں زبیر بن عبد الرحمن بن عوف بھی شامل ہے جو اس اقدہ حجاز میں مارا گیا مگر اتنا ایمان کیا تھا کہ جناب امام حسینؑ کے ساتھ شریک معرکہ کر بلا ہوتا۔

غرض ان واقعات کو دیکھیے اور غور فرمائیے۔ پھر کیونکر اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی دنیا میں جو فساد ہوا خواہ احراق خانہ جناب سینہ ہو۔ خواہ قتل جناب امیر ہو۔ خواہ زہر خورانی جناب امام حسنؑ خواہ شہادت جناب امام حسینؑ خواہ قتل و غارت مدینہ و خانہ کعبہ کا سہرا صحابہ کے سر پہ جس سے اہل اسلام اس نکتہ و فلاکت میں مبتلا ہیں کہ تمام جہان میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور جب تک حق کی طرف رجوع نہ کریں گے اس میں مبتلا رہیں گے اسی لئے حضرت نے تمامی اہل دنیا کو اسکی بشارت دی ہے کہ بارہویں امام حضرت مہدی علیہ السلام کا جب ظہور ہوگا تو یہ سب فسادات مٹیں گے اور دنیا میں اسلام ہی اسلام ہر طرف نظر آئیگا۔
والحمد للہ رب العالمین والصلوة علی سید المرسلین محمد و آلہ الطاہرین علیہم السلام من یومنا ہذا الی یوم الدین۔

نوٹ :- اگر خدا نے توفیق دی تو اسکے بعد ایسے ایسے صحابہ کے حالات ظاہر ہونگے کہ کمتر لوگوں نے سنے ہوں گے امید کہ مومنین دعا فرمائیں گے۔ والسلام

تشریح

شکرو امتنان

جناب سید صاحب لانا محمد موسیٰ صاحب قبلہ صدر الافاضل ابن جناب الامام باقر صاحب جوم باقی النجفین الزکریا
مبئی اور مومنین افریقہ لائق صد شکر و امتنان ہیں کہ محض انھیں حضرات کی توجہ و غایت سے

کتاب اکالہ: الاصحاح حصہ دوم مکمل شائع ہو سکی۔

جناب علی راشد علی دینا ریڈنٹ نوجوا اثنا عشری جماعت لدھی نے ۵۰ شلنگ (۲) مسز عبد الرسول حاجی جمہ نے ۵۰ شلنگ (۳)
جناب اکبر علی صاحب مالک جمہدی بوٹل نے ۵۰ شلنگ (۴) جناب یوسف علی عبد اللہ شیر محمد نے ۵۰ شلنگ (۵) جناب تقی علی صاحب نے
۲۵ شلنگ (۶) جناب احمد بھائی بندہ علی نے ۵۰ شلنگ (۷) جناب غلام عباس صاحب نے ۵۰ شلنگ (۸) جناب
رضان علی دھن جی نے ۵۰ شلنگ (۹) جناب قاسم علی مولودینا نے ۲۵ شلنگ (۱۰) جناب پیار علی حاجی اسماعیل نے ۱۵ شلنگ (۱۱) جناب
حبیب علی گانگ جی نے ۲۵ شلنگ (۱۲) جناب محمد حسین صاحب نے ۵۰ شلنگ (۱۳) جناب قاسم علی حسین مراد نے ۵۰ شلنگ (۱۴) جناب
حسن علی ماسی داس نے ۲۵ شلنگ (۱۵) ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ مٹا مالکے چار مومنین بزرگ پیار علی حاجی اسماعیل ۵۰ شلنگ (۱۹) جناب حسین علی
لمہا نے ۲۰ شلنگ (۲۰) جناب حیدر علی عبد حسین ہنگو نے ۲۵ شلنگ (۲۱) جناب اشہ بھائی جان محمد ہنگو نے ۲۵ شلنگ (۲۲)
جناب احمد خاکی صاحب ہنگو نے ۲۵ شلنگ (۲۳) جناب حاجی حسن علی مہدی برادران ہنگو نے ۲۵ شلنگ مرحمت فرمائے۔
فجزاھم اللہ عنا خیر الجزاء۔

